اردو

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

حیات القلوب فی زیارت المحبوب ﷺ

تالیف

علامۂ زماں مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

حسب ایماء

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہ مفتی اعظم پاکستان

مترجم

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

حیات القلوب فی زیارت المحبوب

تالیف

علامۂ زماں حضرت مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھی رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ایماء

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس اللہ سرہ مفتی اعظم پاکستان

مترجم

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

دار الکتب النعمانیہ

ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۱ء

نام کتاب: حياة القلوب فی زيارة المحبوب اردو

مترجم: مولوی حافظ الحاج خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری رحمہ اللہ

سرورق: حفیظ الله الخطاط المدينة المنورة

کمپوزنگ: حاجی شاهد خليل نعمانی المدينة المنورة

ناشر: دار الكتب النعمانية

مطبع: کوئیک پروسس، کراچی

ملنے کا پتہ

دار الكتب النعمانية

نعمانی منزل، صدیق وہاب روڈ / بادشاہی روڈ

نزد رحمانی مسجد، کراچی 75660 پاکستان

ٹیلیفون: 7211487 - 7215746

محمد تقي العثماني

قاضي مجلس التمييز الشرعي للمحكمة العليا باكستان
نائب رئيس : مجمع الفقه الاسلامي بجدة
نائب رئيس : دار العلوم كراتشي ١٤ باكستان
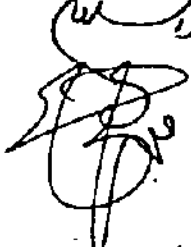
بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ کی کتاب ''حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب'' احکام حج پر فقہ حنفی کی مستند ترین کتب میں سے ہے میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اس کی بڑی تعریف فرماتے تھے۔اسی لئے انہوں نے بڑی محنت سے اس کا نسخہ حاصل کر کے اسے مکتبہ دار العلوم کراچی سے شائع کرانے کا اہتمام فرمایا۔حضرت ؒ فرماتے تھے اس میں بعض مسائل حج کی تحقیق دوسری مروجہ کتب سے زیادہ بہتر ہے۔

اصل کتاب فارسی میں تھی اور حضرت والد صاحب قدس سرہ چاہتے تھے کہ اس کا اردو میں ترجمہ ہو اس وقت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ دار العلوم کے ناظم تھے ان کو تالیف و ترجمہ کا ذوق تھا اور ان کی متعدد تالیفات و تراجم شائع ہو کر مقبول بھی ہوئی انہوں نے ''حیات القلوب'' کا اردو ترجمہ فرما کر حضرت والد صاحب ؒ کو مطلع فرمایا۔حضرت والد صاحب قدس سرہ چاہتے تھے کہ اس ترجمے پر اہل فتویٰ حضرات میں سے کوئی صاحب نظر ثانی فرمالیں پھر احقر کو علم نہیں کہ ایسا ہو سکا یا نہیں؟

جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی مظاہر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے فاضل صاحبزادے مولانا خالد خلیل نعمانی صاحب نے اپنے والد ماجد کی تالیفات شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اب وہ ''حیات القلوب'' کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں احقر اپنی مصروفیات کی بناء پر ترجمے کو پورا تو نہیں دیکھ سکا، لیکن مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے سلیس اور رواں ترجمے کا سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ اس کے پیش نظر امید ہے کہ انشاء اللہ ترجمہ فقہی نقطہ نظر سے بھی درست ہوگا اور اشاعت کے بعد اہل علم کی نظر سے گذر یگا تو مزید بہتری کی تجاویز بھی سامنے آسکیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مفید خاص و عام بنائیں آمین۔

۲۷۔۲۔۱۴۲۰ھ

☎ ٨٣٦٧٢٠٥
محمد عاشق الٰہی البرنی عفی اللہ عنہ
(المفتی بدار العلوم کراتشی (سابقاً)
ص ب: ٧٠٦ - المدینۃ المنورۃ
المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد

علامہ محمد ہاشم بن عبدالعزیز سندھی نے فارسی میں ''حیات القلوب فی زیارت المحبوب'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اس کا ایک پرانا نسخہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم ہندو پاک مؤسس دارالعلوم کراچی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا آپ نے اس کا اردو ترجمہ شائع کرنا مناسب جان کر مولانا خلیل الرحمٰن کلیانوی ؒ کو ترجمہ کرنے کا حکم فرمایا، مولانا نعمانی موصوف اردو میں عربی فارسی کتابوں کے تراجم لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں الادب المفرد للامام البخاری، مختصر القدوری، تحفہ اثنا عشریہ اور ریاض الصالحین کا ترجمہ بڑے اچھے انداز میں لکھا تھا حج وعمرہ پر بھی مستقل کتابیں لکھیں ان کی یہ کتابیں مطبوعہ ہیں حال ہی ان کے بڑے صاحبزادے مولانا خالد خلیل نعمانی کو پرانے کاغذات میں مولانا موصوف کی وفات کے دس سال بعد ایک مسودہ ملا یہ مسودہ صاف ستھری حالت میں تھا اس کا مطالعہ کیا اور سرورق دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ تو حضرت مخدوم صاحب ؒ کی کتاب حیات القلوب کا ترجمہ ہے۔ مولانا خالد خلیل نعمانی صاحب اپنے والے کے نعم الخلف ہیں انہوں نے اسکے شائع کرنے کا

ارادہ فرمایا مجھ سے بھی مشورہ کیا اور مسودہ کے چند اوراق دکھائے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس کی طباعت کچھ انتظام فرمایا تھا اور حکیم محمد تقی صاحب مشہور پریس (کراچی) والوں سے اس بارے میں گفتگو فرمائی تھی انہوں نے اس کی طباعت کا وعدہ بھی کیا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کتاب شائع ہونے سے کیسے رہ گئی اور اس کی طباعت نہ ہونے کے کیا اعذار تھے جو درمیان حائل ہو گئے مولانا خالد خلیل نعمانی زادہ اللہ علمہ ومجدہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اب وہ کتاب ناظرین کے ہاتھوں میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر موجود ہے اللہ تعالیٰ شانہ مؤلف کتاب علامہ مخدوم صاحب اور حضرت مفتی اعظم اور مولانا نعمانی مترجم کتاب رحمۃ اللہ علیہم کے درجات بلند فرمائے اور عامۃ المسلمین میں قبولیت دے۔

وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان

العبد الفقیر
محمد عاشق الٰہی البرنی عفا اللہ عنہ

المدینۃ المنورۃ
۵ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

محمد عاشق الٰہی البرنی

عرض ناشر

یہ عظیم کتاب جواس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ حضرت علامہ محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " حیات القلوب إلى زيارة المحبوب " کا اردو ترجمہ ہے۔ اصل کتاب بزبان فارسی کا حصول اس کی اشاعت اوراس کے اردو ترجمہ کے بارے میں کتاب کے آخر میں ذکر ہے۔

میں مشرقی افریقہ دعوت وتبلیغ تعلیم وتعلم کے سلسلے میں ۲۵ سالہ قیام کے بعد جب ۱۴۱۸ھ میں پاکستان آیا اس وقت سے ہی اس درنایاب کی اردو زبان میں اشاعت کی کوشش میں لگا رہا، تا آنکہ مدینہ منورہ کے ساکن اور میرے پیر بھائی وکرم فرما جناب محترم محمد جلیل فضل کریم حفظہ اللہ اوران کے احباب کی تشجیع وتعاون سے بماہ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ اس کی طباعت کا اہتمام مکمل ہوا۔ الحمدللہ . وبتوفيقه تتم الامور .

بقول گرامی خدمت حضرت استاذی مکرم مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ "لیکن امور کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے اس درنایاب کی اشاعت (بزبان فارسی) کی نوبت نہ آئی اب جبکہ یہ تمنا پوری ہورہی ہے تو محترم موصوف مولانا (شیر محمد سندھی) وفات پاکر جنت البقیع میں ٹھکانا بنا چکے ہیں"۔ اوراب جب کہ اس کا اردو ترجمہ کی اشاعت ہورہی ہے تو اس عظیم کام کے محرک اور مترجم دونوں حضرات اللہ کی آغوش رحمت میں منتقل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے ان سب حضرات کیلئے یہ کتاب صدقہ جاریہ بنے اور ہم سب کے لئے ذریعہ مغفرت ونجات ثابت ہو۔ وماتوفيقي الا بالله

خادم العلم والطلبة

(قاضي مولوی) خالد خليل نعمانی

فاضل دار العلوم کراچی

وجامعة االاسلامية بالمدينة المنورة

نعمانی منزل، حسن لشکری اسٹریٹ، بادشاہی روڈ، پرانا دھوبی گھاٹ، کراچی، پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم
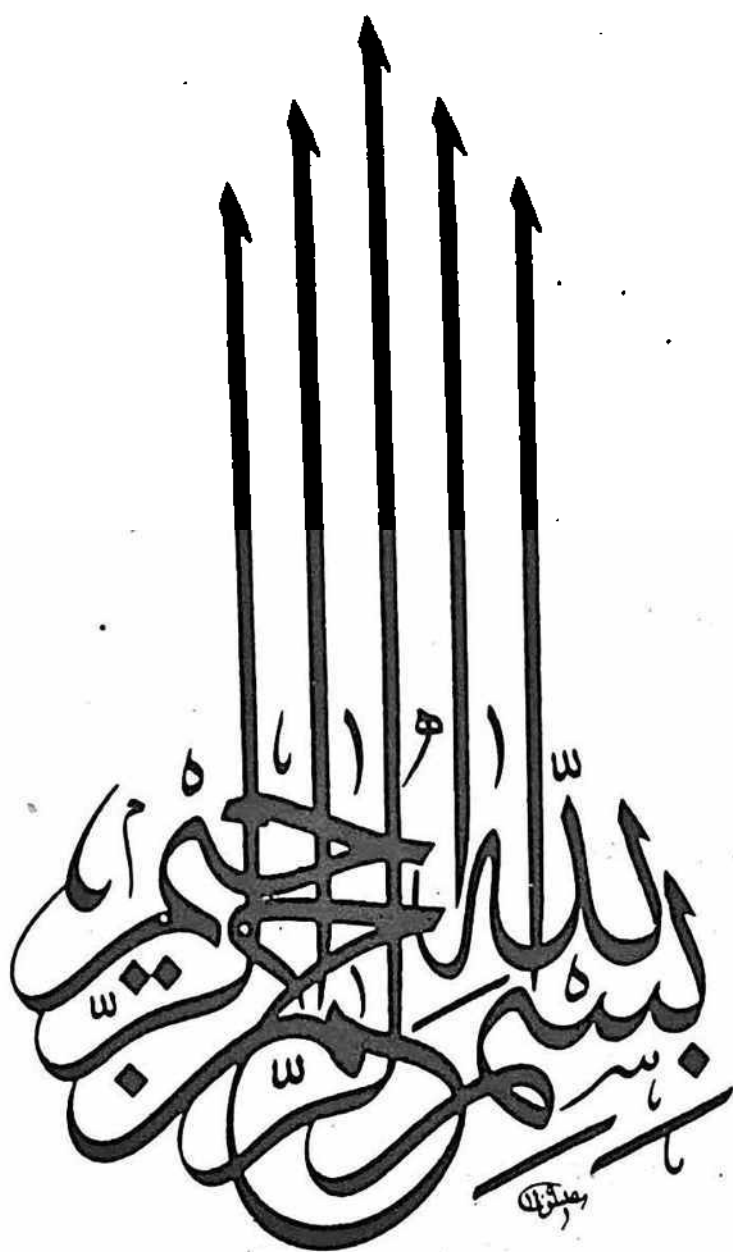
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ. وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ. رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ. وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَكُلِّ مَنْ تَبِعَهٗ وَاَحَبَّهٗ. آمین. اما بعد:

فقیر ناچیز، پراز تقصیر، امیدوار رحمت رب قدیر، محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی (اللہ تعالیٰ اپنے ظاہر و پوشیدہ لطف و کرم سے ان دونوں کے گناہ معاف فرمائے اور عیوب کی پردہ پوشی کرے) عرض کرتا ہے کہ کیفیات مناسک حج اور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری و زیارت کے آداب سے متعلق یہ ایک مختصر رسالہ و کتاب ہے جو عامۂ مسلمین کی سہولت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختصار کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اسے میں نے چہار شنبہ ۸ رجب المرجب ۱۱۳۵ھ کی صبح کو شروع کیا اور "حيات القلوب فى زيارت المحبوب" نام تجویز کیا۔

یہ مختصر رسالہ ایک مقدمہ اور چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔

☆☆☆

فہرست کتاب کے آخر میں

مقدمۃ الرسالہ

جو تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول

اس میں حج وعمرہ کے کچھ فضائل کا بیان ہے۔

یہ معلوم ہی ہے کہ حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑی عبادات میں سے ایک عبادت ہے اور جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام نیز اللہ کے تمام نیک بندوں کے شعائر میں سے ہے کیونکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ورسول ایسے نہیں جنہوں نے حج کعبہ نہ کیا ہو۔ گو ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ (اس جماعت مرسلین علیہم السلام میں) حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام نے حج نہیں فرمایا مگر صحیح یہی ہے کہ انہوں نے بھی حج کعبہ کیا ہے۔

حج کعبہ کے بے شمار فضائل ہیں جن سے ضخیم کتابیں پر ہیں، ان میں سے کچھ یہاں لکھے جاتے ہیں:

۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بیت اللہ الحرام کا حج کرے اور بے ہودہ باتوں اور گناہوں سے بچے، وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔

(رواہ البخاری والمسلم)

رفث، بے ہودہ و لغو کلام، اور فسق ہمہ اقسام گناہوں پر بولا جاتا ہے۔

۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت فرماتے ہیں کہ عمرہ، دوسرے عمرہ تک کی درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور رہا حج، سو حج مبرور کا (مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اس کا) اجر بجز جنت کے اور کچھ نہیں۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حج مبرور وہ حج کہلاتا ہے جس کے دوران کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو، اس کے علاوہ حج مبرور کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ حج مقبول حج مبرور ہے۔

حج مقبول کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ حاجی کی حالت نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے میں حج کے بعد پہلے سے بہتر ہو جائے۔

۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی روایت کیا گیا ہے کہ حاجیوں اور عمرہ کرنے والے حضرات کی یہ شان ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، گناہوں کی بخشش چاہیں تو معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(رواہ ابن ماجہ فی سننہ)

۴) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ جو کوئی حج و عمرہ یا جہاد کے لئے گھر سے نکلے اور راستہ میں وفات پاجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے نامہ اعمال میں حاجی، معتمر یا غازی کا پورا پورا اجر لکھا جاتا ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

راہ حج میں موت آجانے کے متعلق کچھ فضائل تیرھویں باب کی بارھویں فصل میں بھی انشاء اللہ بیان کئے جائیں گے۔

۵) روایت بیان کی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہیں پتہ بھی ہے کہ اسلام اپنے سے پہلے کہ تمام گناہوں کو

ملیامیٹ کر دیتا ہے،اسی طرح حج بھی اپنے سے پہلے کئے ہوئے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ (او کما قال، رواہ مسلم)

۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حج و عمرہ کے درمیان (متابعت اطاعت احکام کا پورا پورا خیال رکھو کیونکہ ان دونوں کی صحیح ادائیگی گناہوں کو اس طرح زائل کر دیتی ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو۔ (او کما قال، رواہ الترمذی وغیرہ)

۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاجی بیت اللہ شریف کے آخری طواف سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اپنے گناہ کی آلودگی سے ایسا پاک نکل آتا ہے جیسا اس روز تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (او کما قال، رواہ ابن حبان)

۸) روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ، میں راہ خدا میں جہاد کا عزم رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسے جہاد کے متعلق نہ بتاؤں جس کی فضیلت کی برابری نہیں۔ عرض کیا: ارشاد فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ حج ہے۔

(او کما قال، رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ)

۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مرد، چھوٹے بڑے، کمزور (اور توانا) سب کا جہاد حج ہے۔ (او کما قال، رواہ النسائی)

۱۰) روایت بیان کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ، حجاج کو اور جن کے لئے حجاج مغفرت طلب کریں سب کو خصوصیت سے بخش دے۔ (او کما قال، رواہ البیہقی فی سننہ)

۱۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، یہ سچ ہے کہ جو شخص حج بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے قدم نکالے، اس کو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی ملتی ہے اور اس کی ایک ایک برائی محو کر دی جاتی ہے۔

(او کما قال، رواہ ابن حبان بمعناہ)

فائدہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادت سے گناہ محو ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''حسنات برائیوں کو زائل کر دیتی ہیں'' لیکن جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج کے علاوہ تمام عبادات مثلاً نماز، روزہ، وضو وغیرہ سے صرف صغیرہ گناہ محو ہوتے ہیں، کبیرہ نہیں، اور حج سے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ ہے اور بہت سے علماء نے ترجیح اسی قول کو دی ہے کہ حج صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ ترجیح دینے والے علماء میں طیبی و قسطلانی شوافع میں اور امیر باشا احناف میں سے اور دیگر علماء شامل ہیں۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ حج سے صرف حقوق اللہ معاف ہوتے ہیں یا بندوں کے حقوق بھی۔ ہر قسم کے حقوق کی معافی کی تائید حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حجاج کی مغفرت کے لئے جب دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نویں تاریخ کی شام کے وقت ان کی ہر خطا معاف کر دی مگر حقوق العباد کہ اس کا بدلہ ظالم کو مظلوم سے دلاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ عرض کیا کہ اے اللہ آپ چاہیں تو مظلوم کو (ظلم کے بدلے) جنت عطا فرما کر ظالم کو معاف فرما دیجئے اگر اس نے آپ کے گھر کا حج کر لیا ہو، مگر حضور کو عرفات کے قیام کے دوران تک اس کا جواب عطا نہیں ہوا۔

جب آپ مزدلفہ تشریف لائے تو آپ نے صبح کے وقت پھر اسی دعا کا اعادہ فرمایا، چنانچہ آپ کی دعا قبول فرمائی گئی اور آپ اس قبولیت پر متبسم ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، اس وقت تو آپ تبسم نہیں فرماتے، آج کیا بات ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دشمن شیطان نے جب دیکھا کہ میری دعا قبول اور میری امت مغفور ہو گئی تو مارے رنج وصدمہ کے خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور شور مچانے لگا کہ ہائے میں برباد ہو گیا۔ تباہ ہو گیا، آہ آہ۔ مجھے اس کے نالہ و فریاد پر ہنسی آگئی۔ (اوکما قال۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی اور طبرانی نے اپنی معجم میں، حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ترمذی نے نوادر الاصول میں، عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں اور ابن جریر و بیہقی نے اپنی سنن میں، نیز المقدسی نے اپنی المختار میں، ابویعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور ابن عدی اور دوسرے سب نے یہ روایت حضرت ابن عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ ہی سے بیان کی ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ حدیث عباس رضی اللہ عنہ کے شواہد کافی ہیں، اگر وہ شواہد درجہ صحت تک پہنچ جائیں تو حجت ہیں ہی، اور اگر صحت کو نہ پہنچیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ کے پیش نظر مضمون روایت درست و صحیح ہے کیونکہ کسی پر دوسرے کا ظلم، شرک سے کم درجہ ہی پر ہے اس لئے اس کی بخشش ہو جانا جائز ہے۔ اور پھر بخاری وغیرہ کی وہ روایت جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو کوئی رفث و فسوق سے بچتے ہوئے حج کرتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اس وقت تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس حدیث کا ظاہر تمام کبائر اور حقوق العباد کو شامل

ہے اور یہ حدیث عباس کا بہت مضبوط شاہد ہے۔

علامہ علی قاریؒ نے مشکوۃ کی شرح میں اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔

فائدہ

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تین عمرے ایک حج کے برابر ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں دو عمروں کو حج کا قائم مقام بتایا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فضیلت میں سات مکمل طواف ایک عمرے کے برابر ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی کوئی انتہا نہیں، اس کی رحمت ہر شے پر حاوی ہے، اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

فائدہ

امت مسلمہ پر حج فرض ہونے کی تاریخ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمروں کی تعداد کا بیان اس فائدہ میں مذکور ہے۔

ابتدائے فرضیت حج کے سال میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ بعض اس کی فرضیت ۶ ہجری میں بتاتے ہیں اور بعض ۵ ہجری کہتے ہیں جبکہ بعض نے ۹ ہجری بتایا ہے لیکن پہلا قول ہی مشہور اور صحیح ہے۔

اس میں بھی آراء مختلف ہیں کہ مسلمانوں سے پہلی امتوں پر بھی حج فرض تھا یا نہیں سو علامہ ابن خلیل نے فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حج امت مسلمہ ہی پر فرض ہوا ہے، البتہ حج کا جواز تمام امتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی یہ جاری تھا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ملائکہ حج کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ بحر عمیق نامی

کتاب میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور خدا کے ہر پیغمبر نے حج فرمایا ہے جیسا کہ ابھی اوپر مذکور ہوا۔ اور بیت اللہ کا حج ہر ہر فرشتے نے بھی کیا ہے۔ بحر عمیق میں اس کی بھی صراحت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمروں کی تعداد

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین حج ہجرت سے قبل اور ایک حج ہجرت کے بعد ۱۰ھ میں فرمایا جو حجۃ الوداع تھا۔ اہل علم نے ایسا ہی فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو یا تین حج فرمائے تو یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مکہ کے دوران ہجرت سے قبل کوئی حج ترک نہیں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل ہجرت عمروں کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ ان کی تعداد معلوم نہیں، البتہ بعد ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد چار ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سال میں فرمائے۔ ان میں سے پہلے تین ذی القعدہ کے مہینے میں فرمائے اور چوتھا ذی الحجہ کے مہینے میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم **کا** بعد ہجرت پہلا عمرہ ۶ھ میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امسال عمرہ کا احرام باندھا مگر کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ پھر صلح حدیبیہ ہوئی تو کفار اس پر راضی ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمرے کی قضا سال آئندہ کر لیں، اس دوران کفار مکہ تین روز کے لئے مکہ سے باہر چلے جائیں گے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام میں عمرۂ قضا ادا فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں میں یہ عمرہ اس لئے شمار کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس کی نیت کر کے اس کو شروع فرمادیا تھا اور اس کا احرام باندھ لیا تھا، گویہ عمرہ اس وقت پورا نہ ہوا۔

دوسرا عمرہ ۷ھ میں ہوا جو سال گزشتہ کے عمرہ کی قضا میں کیا گیا۔

تیسرا عمرہ ۸ھ میں فرمایا کہ مکہ اور طائف کی فتح کے بعد مقام جعرانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا پھر مکہ تشریف لائے اور عمرہ ادا فرمایا۔

اور چوتھا عمرہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ فرمایا (جیسا کہ محب طبری نے خلاصہ سید البشر میں کہا ہے) اور شارح مختصر ابن حجر مکی نے ایضاح نووی کے حوالے سے کہا ہے کہ ہجرت کے بعد ان چار عمروں کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اور عُمرے ادا فرمائے۔

ان میں سے ایک شوال کے مہینے میں کیا۔ جیسا کہ ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ اپنی سنن میں بیان کیا۔ اور دوسرا ماہ رمضان میں، جیسا کہ بیہقی نے روایت کیا۔ اور تیسرا ماہ رجب میں، جس کی روایت صحابہؓ میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کی ہے۔

علامہ عزالدین ابن جماعہ نے اپنی "منسک کبیر" نامی تصنیف میں کہا ہے کہ رجب میں عمرہ کرنا حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نیز صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ علامہ جعفر بوبکانی نے عجالۃ الطالبین میں جو یہ کہا ہے کہ ماہ رجب میں عمرہ ادا کرنا مکہ والوں کا معمول ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کھلی بھول ہے، واللہ اعلم۔

دوسری فصل

شرائط حج کے بیان میں

معلوم ہونا چاہئے کہ ازروئے قرآن وحدیث واجماع امت، حج ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور یہ فرضیت تمام عمر میں ایک مرتبہ ہے۔ جس شخص میں شرائط فرضیت پائی جائیں، یعنی مستطیع ہو ، زادوراحلہ موجود ہو اور راستہ مامون ہو وغیرہ۔

ان شرائط کا تفصیلی ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

البتہ ایک مرتبہ سے زائد مستحب ہے، فرض نہیں۔

اور عمرہ پوری زندگی میں ایک مرتبہ سنت موکدہ ہے۔ زائد مرتبہ مستحب ہے۔

ہاں کسی سبب سے دوسرا حج و عمرہ فرض بھی ہو جاتا ہے، جیسے کوئی حج یا عمرہ کی نذر مان لے کہ اس پر نذر کا پورا کرنا فرض ہوتا ہے۔

یا کسی نے حج و عمرہ کا احرام باندھ لیا اور ان کو شروع کر دیا تو اب اسے پورا کرنا اس پر فرض ہو گیا۔ اب اگر وہ حج و عمرہ کو فاسد کر کے احرام سے نکل آیا، یا احصار پیش آگیا یا کوئی اور ایسی بات ہو گئی کہ حج و عمرہ نہ کر سکا تو اس پر اس حج و عمرہ کی قضا فرض ہے۔

یا کوئی آفاقی شخص پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات سے مکہ مکرمہ میں داخلے کے ارادے سے پہنچ گیا تو اس پر حج و عمرہ میں سے کسی ایک کا ادا کرنا فرض ہو گیا، چاہے وہ اس سے پہلے حج و عمرہ ادا کر ہی چکا ہو۔

☆☆☆

☆ مسئلہ : شرائط حج چار قسم کی ہوتی ہیں :

(۱) شرائط وجوب حج۔ (۲) شرائط وجوب ادا۔ (۳) شرائط صحت ادا۔ (۴) شرائط ادائیگی حج از فرض۔

پہلی قسم : شرائط وجوب حج

شرائط وجوب حج ان کو کہتے ہیں کہ جب وہ سب کسی شخص میں پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، اور اگر وہ سب شرطیں یا ان میں سے بعض کسی میں نہ پائی جائیں تو اس پر نہ خود حج کرنا فرض ہوتا ہے نہ کسی اور سے کرانا، اور ایسی شرطیں سات ہیں۔

پہلی شرط اسلام ہے اور یہ شرط حج ہی کے لئے نہیں بلکہ حج اور غیر حج تمام عبادات میں یہ شرط ضروری ہے اور یہ شرط حج کے باقی تین شرائط میں بھی لازمی اور ضروری ہے۔ پس کافر پر حج فرض نہیں ہوتا، اور کافر کا حج صحیح نہیں ہوتا چاہے وہ خود کرے چاہے کسی مسلمان سے کرائے۔

دوسری شرط بالغ ہونا ہے۔ یہ شرط وجوب حج اور وقوع حج از فرض دونوں میں ہے، شرائط صحت ادا کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ پس حج نابالغ بچہ پر چاہے وہ بچہ سمجھ دار ہو یا نا سمجھ، فرض نہیں ہوتا۔ اگر سمجھ دار بچہ حج کرے تو اس کا حج نفلی ہو جائے گا۔ اور اگر اس سے احرام کی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو کوئی کفارہ بھی اس پر واجب نہ ہوگا۔ اب رہا نا سمجھ بچہ، تو اس کا حکم انشاء اللہ چوتھی قسم کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔ (بہر حال بچہ سمجھ دار ہو یا نا سمجھ، حج فرض ادا نہ ہوگا۔)

تیسری شرط عقل ہے۔۔ جو شرائط وجوب اور شرائط وقوع دونوں کو شامل ہے۔ اور شرط جواز ادا کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ پس پاگل اور نیم پاگل پر حج فرض نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ حج ادا کر لیں تو یہ حج نفل شمار ہوگا بشرطیکہ نیت اور تلبیہ کے وقت

وہ پاگل نہ ہوں، ورنہ وہ حج نفل بھی نہ ہوگا۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اور میرے مرشد ملا رحمت اللہ سندھی نے شرح منسک متوسط میں بیان کیا ہے۔

اور صاحب بحر عمیق نے کہا ہے کہ مجنون کا حج اگر وہ خود کرے تو کسی صورت میں بھی صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے اس کے ولی کو چاہئے کہ اس کی طرف سے حج کرے۔ اگر اس کے ولی نے اس کی طرف سے حج کر لیا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد اس کا جنون جاتا رہا تو وہ کیا ہوا حج، حج فرض نہ ہوگا۔

اور بیوقوف شخص --- جس کو معاملت کرنے سے روک دیا گیا ہو --- کا حکم عاقل کے مانند ہے۔

چوتھی شرط آزادی ہے --- خواہ یہ آزادی اصلی ہو یا عارضی، اور یہ شرط وجوب ادا اور وقوع فرض دونوں کے لئے ہے، صحت ادا کے لئے نہیں۔ چنانچہ غلام پر حج واجب نہیں، چاہے وہ غلام کامل ہو یا مکاتب، مدبر و ام ولد ہو۔ اگر کسی غلام نے حج کر لیا چاہے آقا کی اجازت سے ہو تب بھی وہ حج نفل شمار ہوگا اور اس کے ذمے سے فرض ساقط نہیں ہوگا۔ اگر آزاد ہو جانے کے بعد اس پر حج فرض ہو جائے تو اب اسے دوبارہ حج کرنا چاہئے۔ پہلا حج کافی نہ ہوگا۔

پانچویں شرط استطاعت ہے --- یہ شرط صرف وجوب کی ہے، صحت ادا اور وقوع ادا کے لئے ضروری نہیں۔ چنانچہ فقیر مصیبت اٹھا کر، فقر و فاقہ کی حالت میں بھی حج فرض یا مطلق حج کی نیت سے اگر حج کر لے تو حج صحیح ہو جائے گا۔ ہاں اگر اس نے حج نفل یا حج نذر کی نیت سے یہ حج کیا ہے تو حج فرض اس سے ساقط نہ ہوگا۔ (ایسے حج کے بعد اگر وہ مال دار ہو جائے تو اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا --- نعمانی)

☆ مسئلہ: استطاعت کے معنی یہ ہیں کہ اتنے مال کا مالک ہو کہ اپنے جانے کے

ہر قسم اخراجات کھانے پینے، قیام، محصولات سرکاری ادا کر سکے۔ اور سواری جس قسم کی میسر آسکے، جہاز، اونٹ، گھوڑا وغیرہ، اس کا خرچ برداشت کر سکے۔ البتہ اس سفر میں گدھے کی سواری کو مکروہ کہا گیا ہے کیونکہ گدھا لمبی مسافت کی شدید مشقت کو برداشت نہیں کر سکتا۔

☆ مسئلہ : سواری کی شرط میں پیدل چل سکنے یا نہ چل سکنے کا کوئی فرق نہیں، چنانچہ اگر کسی شخص کے پاس سواری کا تو انتظام نہیں مگر (وہ پورا سفر) پیدل چل سکتا ہے تب بھی اس پر حج فرض نہیں۔ اسی طرح پورے سفر کی سواری کا تو انتظام نہیں، مگر کچھ سفر کے لئے ہو سکتا ہے، مثلاً دو آدمیوں کے پاس ایک سواری ہے جس پر بیک وقت تو دونوں سواری نہیں کر سکتے مگر باری باری ایک ایک میل، یا ایک ایک منزل یا ایک ایک دن سوار ہو کر سفر طے کر سکتے ہیں، ایسی صورت میں بھی حج فرض نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ پورے سفر کی سواری کے انتظام میں داخل نہیں۔ (کذافی بحر العمیق وغیرہ)۔

☆ مسئلہ : سواری کی یہ شرط آفاقی کے لئے ہے اور ان کے لئے ہے جو آفاقی کے حکم میں ہوں یعنی ان میں اور میدان عرفات میں اتنی مسافت ہو جتنی نماز قصر کے لئے ہوتی ہے، یا اس سے زیادہ ہو، اب رہے مکی اور جو ان کے حکم میں آتے ہیں یعنی جن کی مسافت میدان عرفات تک مسافرت قصر سے کم ہو، ان کے لئے سواری شرط نہیں بشرطیکہ پیدل چلنے کی قدرت رکھتے ہوں۔ اور اگر پیدل چلنے کی سکت نہ ہو تو ان کے لئے بھی آفاقی کی طرح سواری شرط ہوگی اور توشہ کی شرط مکی ور آفاقی دونوں کے لئے ہے۔

☆ مسئلہ : اگر کوئی افاقی فقیر پانچوں میقاتوں میں سے کسی ایک میقات پر پہنچ

جائے تو وہ مکی کے حکم میں ہو جاتا ہے کہ توشہ تو شرط ہوتا ہے مگر سواری شرط نہیں اگر پیدل چلنے کی سکت ہو۔ اگر سکت نہ ہو تو سواری بھی شرط ہو گی۔

اسی طرح اگر کسی مالدار آدمی کی سواری میقات پر پہنچ کر ضائع ہو جائے تو اب اس کے لئے بھی سواری کی شرط نہیں ہو گی بشرطیکہ پیدل چلنے پر قدرت ہو۔

☆ مسئلہ: ایسا فقیر جو زاد و راحلہ پر قادر نہ ہو اس پر حج فرض نہیں۔ لیکن اگر فقیر کسی میقات پر پہنچ جائے اور حرم میں داخل ہونے کا اس کا ارادہ بھی ہو تو اب اس پر واجب ہے کہ وہ حج و عمرہ میں سے کسی ایک کا احرام باندھے۔

اور فقیر جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر کعبہ مشرفہ میں پہنچ گیا تو اب اس پر فرضیت حج متعین ہو گئی چاہے اس نے احرام (حج) باندھا ہو یا نہیں (جیسا کہ ملا علی قاریؒ وغیرہ کہتے ہیں)

اس عبارت میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ کعبہ میں پہنچنے والا مکی کے حکم میں ہوتا ہے اور مکی پر اس وقت حج فرض ہوتا ہے جب ایام حج میں اس کے پاس توشہ ہو اور پیدل چلنے پر قادر بھی ہو، اور ایسے شخص کو فقیر نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہاں فقیر سے مراد وہ ہے جو حج پر قادر نہ ہو اور اگر فقیر سے وہ شخص مراد ہو جس کا ذکر زکوٰۃ کے باب میں آتا ہے تو پھر عبارت بالا درست ہو سکتی ہے۔

اسکے باوجود کعبہ میں پہنچ جانے والے فقیر پر حج کی فرضیت متفق علیہ ہے اگر وہ حج کے مہینوں میں مکہ مکرمہ پہنچا ہے۔ اور اگر وہ حج کے مہینوں کے علاوہ کسی وقت پہنچا ہے تو جو علماء اشہر حج کو شرط وجوب ادا مانتے ہیں ان کے نزدیک اس پر حج فرض ہو گیا اور جو علماء اشہر حج کو شرط نفس وجوب حج مانتے ہیں ان کے نزدیک اس پر حج فرض نہ ہو گا۔ جیسا کہ منسک کبیر ملا رحمت اللہ سندھی میں اور منسک متوسط میں جو مرشدی کی تصنیف ہے مذکور ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ قول اخیر ہی مشہور اور اسی کو ترجیح دی گئی ہے، جیسا

کہ عنقریب چھٹی شرط میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

☆ مسئلہ : نفقہ سے مراد متوسط درجہ کا نفقہ ہے۔ کہ اس میں نہ اسراف ہو اور نہ حد اعتدال سے کمی۔

☆ مسئلہ : حج کے مصارف کے لئے حلال کمائی کا مال ہونا چاہئے۔ اور اگر اسکے پاس حرام ہی مال ہے تو حج کی فرضیت اس سے ساقط ہو جائے گی۔ پس قیامت کے دن تارک حج کی طرح اس کو سزا نہیں ملے گی البتہ اس کا یہ حج مقبول نہ ہوگا۔ یعنی حج کا جو ثواب آخرت میں ملتا ہے وہ اسے نہ ملے گا۔

☆ مسئلہ : حج کے لئے جو مال معتبر ہے، وہ وہ ہے جو رہائشی مکان جس میں وہ خود رہتا ہے، سے زائد ہو، کیونکہ انسان پر اپنی رہائش واجب ہے، نوکر چاکر، سواری، گھوڑا، آلات صنعت و حرفت، پہننے کے کپڑے، گھر کا ضروری سامان، مکان کی مرمت، جن کا نفقہ اس پر واجب ہے، جیسے بیوی بچے، چھوٹے بڑے غریب لڑکیاں، ذی رحم محرم، غریب رشتہ دار، ہر قسم کے قرضہ جات خواہ فوری مطلوب ہوں یا مہلت والے، بیوی کا مہر چاہے معجّل ہو چاہے مؤجل۔ ان سب ضروریات سے فاضل مال ہو تب حج فرض ہوگا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مہر معجّل سے فراغت ضروری ہے مؤجل سے نہیں۔

☆ مسئلہ : اگر کسی کے پاس ایک سال کا غلہ ہے کہ اس سارے کو یا اسکے کچھ حصے کو بیچ کر حج کا خرچ پورا ہو سکتا ہے تو ایسے شخص پر حج فرض نہیں ہے۔ اور اگر وہ غلہ ایک سال سے زائد کے لئے ہو تو سال سے زائد کی مقدار اگر اتنی ہو کہ اس سے حج ادا ہو سکے تو وہ نفقہ حج ہو سکتی ہے۔ (کذا فی المنسک لملا رحمۃ اللہ سندھی)۔

☆ مسئلہ : حج کے نفقہ میں اتنی رقم شرط رکھی گئی ہے جو جانے کے وقت سے

لے کر واپسی کے دن تک کافی ہو سکے، اپنے شہر میں پہنچنے پر ظاہر روایت کے مطابق اس کے پاس کچھ رقم کا باقی ہونا شرط نہیں ہے، مگر بعض نے کہا ہے کچھ بچ رہنا بھی شرط ہے بقول بعض ایک دن کے لائق رقم ہونی چاہئے، بعضوں کے نزدیک ایک ماہ اور بعض نے ایک سال کے لائق رقم کی شرط لگائی ہے۔ مگر صحیح وہی ہے جو ظاہر روایت میں ہے۔

☆ مسئلہ: اس شہر کے قافلے جب روانہ ہونے لگیں اس وقت کی استطاعت معتبر ہوگی۔ اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

شرائط وجوب کی چھٹی شرط وقت ہے، اور اس سے مراد حج کے مہینے ہیں ان لوگوں کے لئے جو مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں رہتے ہوں۔ اور اگر ایسی جگہ رہتا ہو جہاں کے لوگوں کو حج کے مہینوں سے پہلے زیادہ فاصلہ ہونے کی وجہ سے حج کے لئے نکلنا پڑتا ہو تو وہاں وقت سے مراد اس شہر کے لوگوں کی روانگی حج کا وقت ہوگا۔ چنانچہ حج اس پر فرض ہوگا جو اس وقت توشہ اور سواری کی قدرت رکھتا ہوگا۔ پس اگر پہلے طبقہ کا کوئی آدمی اشہر حج سے پہلے یا دوسرے طبقہ کا آدمی اپنے شہر کے قافلہ حج کی روانگی سے پہلے اور وہ وقت حج کے مہینوں سے پہلے ہو یا اثناء اشہر حج ہو، حج جتنے خرچ کا مالک ہو جائے اور وہ اس مال کو حج کے علاوہ دوسرے کاموں مثلاً گھر بنانے یا غلام خریدنے، نکاح کرنے یا کسی اور ضرورت میں خرچ کر دے تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس نے مصارف خواہ مخواہ بلا ضرورت حج سے بچنے کے بہانے کئے تو اس فعل کے برا ہونے میں اختلاف ہے۔ امام محمدؒ اسے مکروہ ناپسندیدہ فرماتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں۔

اور اگر نفقہ مذکورہ کی مقدار مذکورہ کا مالک مذکورہ وقت میں ہوا تو حج کے علاوہ کسی

اور جگہ اس مال کا خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگر دوسری جگہ خرچ کر دیا تو علماء کے متفقہ فیصلہ کے مطابق حج کی فرضیت اس سے ساقط نہیں ہوگی۔ البتہ اسکے گنہگار ہونے میں اختلاف ہے۔ جو حضرات حج کے فوراً ادا کرنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک گنہگار ہوگا۔ اور جو دیر کر کے بھی حج کر لینے کے قائل ہیں ان کے نزدیک گنہگار نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اپنی زندگی میں کسی وقت ادا کرلے (جیسا کہ شرح منسک کبیر، ملا علی قاریؒ میں بحوالہ بدائع وغیرہ نقل کیا ہے)۔

☆ مسئلہ : اگر کافر مسلمان ہو جائے یا بچہ بالغ ہو جائے یا پاگل اچھا ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے اور وقت حج ابھی نہیں آیا اور یہ لوگ مالدار اور حج پر قادر بھی ہوں اور اشہر حج یا وقت روانگی قافلہ سے تھوڑے عرصہ پہلے ہی ان میں سے کسی کا وقت آخر آجائے تو اس پر حج کی وصیت کرنا واجب نہیں۔ کیونکہ اُن کو وہ وقت ملا ہی نہیں۔ اور کوئی بھی عبادت وقت سے پہلے واجب ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وقت واجب ہونے کی شرط ہے۔ مشہور اور مرجح قول کے مطابق، ہاں اگر وصیت کر جائے تو صحیح ہو جائے گی اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ وقت حج ادائیگی کے لئے شرط ہے۔ اس قول کی بناء پر ایسے لوگوں پر حج کی وصیت کرنا واجب ہو جاتا ہے، مگر یہ قول ضعیف ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ وغیرہ نے فرمایا ہے۔

ساتویں شرط صحت جسمانی ہے اور سلامتی اعضاء ہے۔ یعنی بیمار و علیل نہ ہو اور قول صحیح کی بناء پر یہ شرط وجوب ہے۔ صاحب بحر الرائق نے اسی کو مذھب بنایا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ وجوب ادا کی شرط ہے۔ اور قاضی خان نے اسی کو صحیح کہا اور ابن الھمام نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ پس قول اول کی بناء پر نابینا، اپاہج، فالج زدہ، یا ایک ہاتھ یا پاؤں، یا دونوں پاؤں کٹا ہوا یا ایک پاؤں کٹا ہوا، یا مریض دوران مدت

مرض، یا اتنا عمر رسیدہ کہ سخت تکلیف اور مشقت کے بغیر سواری پر سوار ہی نہ ہو سکے۔ ان پر نہ خود حج کرنا فرض ہے، نہ کسی اور سے حج کرانا نہ حج کی وصیت کرنا واجب ہے۔

اور دوسرے قول کے مطابق ان لوگوں پر حج کرانا واجب ہے، یعنی کسی کو اپنا نائب بنا کر اپنی زندگی ہی میں حج کرائیں اگر یہ یقین ہو جائے کہ جو مرض یا عذر ہے وہ موت تک زائل نہیں ہو گا یا مرتے وقت حج کی وصیت کر جائیں۔

اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ عذر اور بیماری کی حالت میں توشہ اور سواری کا مالک ہوا ہو لیکن اگر صحت و سلامتی کی حالت میں توشہ اور سواری کا مالک ہو گیا تھا اور پھر ان عذروں میں سے کسی عذر کی وجہ سے معذور ہو گیا تو باتفاق علماء اس پر حج فرض ہو گیا۔ اس پر واجب ہے کہ یا تو اپنی زندگی میں کسی کو اپنا نائب بنا کر حج کرائے یا موت کے وقت وصیت کر کے جائے۔

دوسری قسم: شرائط وجوب اداءِ حج

شرائط وجوب اداءِ حج ان شرطوں کو کہتے ہیں کہ حج کا واجب ہونا تو ان پر موقوف نہ ہو مگر حج ادا کرنا ان پر موقوف ہو۔ اگر کسی شخص میں یہ شرائط اور قسم اول شرائط پائی جائیں تو خود بنفس نفیس اس کو حج ادا کرنا ہو گا۔ ہاں اگر پہلی قسم کی سب شرطیں پائی جاتی ہوں اور دوسری قسم کی شرطوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو پھر خود حج کرنا تو اس پر واجب نہ ہو گا مگر ان دو باتوں میں سے ایک بات اس پر واجب ہو گی کہ یا تو کسی کو نائب بنا کر اپنی زندگی میں حج کرائے یا پھر اپنے مال میں سے حج کرانے کی وصیت موت سے پہلے کر جائے۔

☆☆☆

وجوب اداءِ حج کی پانچ شرطیں ہیں

(۱) پہلی شرط راستہ کا مامون اور بے خطر ہونا ہے۔ کہ چوروں، ڈاکوؤں، ظالموں اور دشمنوں وغیرہ سے نہ جان کا خطرہ ہو نہ مال کا۔ یا ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو، اور خطرہ کے معاملہ میں امر غالب اور اکثریت کا اعتبار ہے۔ چاہے خشکی کا راستہ ہو چاہے بحری، اگر ان راستوں میں امن غالب ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ خود حج کرے اور اگر غالب خدشہ قتل، یا ہلاکت کا ہے تو اس پر قول صحیح و مفتیٰ بہ کے مطابق حج کرنا واجب نہیں۔ اور قنیہ میں اسی قول کو معتمد علیہ کہا گیا ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوف و خطرہ اگر اس کی موت تک باقی رہنے والا ہو تو خود اس پر حج کرنا تو واجب نہیں ہوگا، البتہ کسی نائب کے ذریعہ حج کروائے یا موت کے قریب حج کرانے کی وصیت کر جائے۔ کیونکہ قول اصح کے مطابق راستہ کا مامون ہونا شرط وجوب اداءِ حج ہے، وجوب حج کی شرط نہیں ہے۔ اور شیخ رحمت اللہ نے منسک کبیر میں فرمایا ہے کہ قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور صاحب کافی نے کافی میں اور سغنانیؒ نے شرح ہدایہ میں اس کی تصحیح کی ہے کہ راستہ کا امن وجوب ادا کی شرط ہے۔ ابن ہمام نے بھی فتح القدیر میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ مگر صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ راستہ کا امن شرط وجوب ہے، شرط وجوب ادا نہیں۔

☆ مسئلہ: یہ اختلاف مذکورہ بالا اس وقت ہے جبکہ وہ شخص مامون ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اور اگر راستہ مامون ہونے کے بعد فوت ہو، یعنی تمام شرائط وجوب حج پائی جا رہی تھیں اور پھر فوت ہوا تو ایسی صورت میں باتفاق علماء اس پر وصیت کرنا واجب تھا۔ بحوالہ فتح القدیر و منسک الکبیر۔

☆ مسئلہ : فقہاء نے اس صورت کا ذکر نہیں فرمایا کہ اگر امن و سلامتی اور خوف و خطر برابر ہوں، کوئی غالب نہ ہو تو کیا حکم ہے۔ منسک کبیر میں کہا گیا ہے کہ ان حضرات کے ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حالتوں کی برابری کے وقت حج واجب نہ ہوگا۔

☆ مسئلہ : اگر مکہ کے راستہ میں سمندر حائل ہو تو اگر خشکی کا کوئی مامون راستہ اس کے علاوہ ہو تو اس پر حج قطعاً واجب ہے اور اگر خشکی کا کوئی مامون راستہ نہیں ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس سمندر میں کشتی، جہاز چلتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں چلتے تو حج واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر جہاز یا کشتیاں چلتی ہیں اور لوگ ان کے ذریعہ حج کو آتے جاتے ہیں تو اکثر اگر صحیح سلامت پار اترتے ہوں تو حج واجب ہوگا۔ اور اگر اکثر ڈوب جاتے ہوں تو واجب نہ ہوگا۔ منسک کبیر مولانا رحمت اللہ میں بھی یہی ہے، یعنی خود اس پر تو حج واجب نہ ہوگا البتہ اس کے مال سے نیابۃً حج کرانا، یا حج کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ اس پر حج واجب ہوگا نہ اس کے مال پر۔ یہ اوپر کے دو مذکورہ اقوال کی بناء پر کہا گیا ہے۔

اور حدادی نے شرح قدوری میں بیان کیا ہے کہ اگر خوف اس قسم کا ہو جس کے زائل ہونے کی کوئی امید نہ ہو جیسے سمندر کا مکہ کی راہ میں حائل ہونا۔ ایسی صورت میں بالاجماع وصیت کرنا واجب نہیں۔

منسک کبیر میں مولانا رحمت اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول اس لئے محل نظر ہے کہ اس کی بنیاد ایسے شخص کے قول پر رکھی گئی ہے جو سمندر کے وجود اور حائل ہونے کو مطلقاً عذر قرار دیتا ہے، چاہے ہلاکت کا خطرہ غالب ہو یا نہ۔ اور یہ قول صحیح نہیں ہے۔

☆ مسئلہ : ہر شخص کے لئے اہل شہر کی روانگی کے وقت راستہ کا مامون ہونا معتبر

ہے۔ چاہے اس وقت سے قبل راستہ مامون نہ ہو، یا اس وقت کے گزرنے کے بعد راستہ مامون نہ رہے۔

دوسری شرط: وجوب ادا

قید نہ ہونا۔ حاکم کی طرف سے ممانعت نہ ہونا۔ اور جو بادشاہ حج سے روکتا ہو اس کا خوف نہ ہونا۔ اور یہ شرط اس قول صحیح کی بناء پر جسے علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے شرط وجوب ادا ہے۔

کفایہ میں کہا گیا ہے کہ بادشاہ سے خائف بمنزلہ بیمار کے ہے کیونکہ بیماری کی طرح یہاں بھی مانع موجود ہے۔

شمس الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بادشاہ یا اس کے صاحب اختیار حکام بھی عدم وجوب حج میں قیدی کی طرح ہیں کہ ان پر بنفس خود حج واجب نہیں۔ اگر ان کے پاس دولت ہو اور خود ان کی ہو اس پر رعایا کے حقوق نہ ہوں تو اس مال پر تو حج ہوگا، اس کی ذات پر واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اگر بادشاہ اپنی مملکت سے باہر چلا جائے تو نظام مملکت درہم برہم ہو جائے، لوگوں میں شورش پھیل جائے اور خون خرابہ کی نوبت تک آجائے۔ بسا اوقات یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا بادشاہ اپنے ملک سے گزرنے کی اجازت نہ دے اور اس طرح جدال و قتال کا فتنہ عظیم برپا ہو جائے جو عام مسلمانوں کے دین و دنیا کی تباہی کا موجب بنے۔

تیسری شرط:۔ وجوب ادا

آزاد عورت کے لئے امانتدار محرم یا خاوند کا ہونا ہے جبکہ عورت کے مسکن اور مکہ مکرمہ درمیان کی مسافت تین دن یا اس سے زیادہ ہو۔ یا مسافت تو تین دن سے کم ہو مگر محرم یا خاوند کے بغیر فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے روایت منقول ہے کہ عورت کا حج کے لئے بغیر محرم یا خاوند کے ایک دن یا اس سے زائد کی مسافت پر جانا مکروہ ہے۔ ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ فتویٰ بھی اسی قول کی بناء پر ہے، کیونکہ زمانہ کے حالات بگڑے ہوئے ہیں۔

محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ جس کے لئے تمام عمر اس عورت سے نکاح حلال نہ ہو اور یہ حرمت رشتہ قرابت کی بناء پر ہو، چاہے رضاعت یا سسرال کی وجہ سے یا نکاح و زنا کے باعث۔ (اللہ کی پناہ کہ کوئی زنا میں مبتلا ہو) اور زیادہ صحیح یہی قول ہے۔ جیسا کہ علامہ کرخی اور صاحب ہدایہ نے کتاب الکراھیۃ میں ذکر کیا ہے۔

لیکن علامہ قوام الدین شارح ہدایہ کہتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک زنا کی وجہ کا محرم اس قابل نہیں کہ عورت اس کے ساتھ سفر کرے۔ اس کے ساتھ سفر ناجائز ہے۔ علامہ قدوری نے اسی قول کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔

☆ مسئلہ : محرم کے متعلق اس قسم کی کوئی شرط نہیں کہ وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، ہاں ایسا کافر نہ ہو جو محرمات سے نکاح حلال ہونے کا قائل ہو جیسے مجوسی۔ اور وہ محرم فاسق بھی نہ ہو کہ اسے فسق و فجور کے ارتکاب میں کوئی باک نہ ہو، یا وہ بچہ نہ ہو اور ایسا دیوانہ بھی نہ ہو جسے کبھی افاقہ ہی نہ ہوتا ہو۔ اور وہ محرم عورتیں بھی نہ ہوں چاہے وہ نیک ہی ہوں۔ چونکہ ان تمام محرموں کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں اس لئے ان کی موجودگی کے باوجود حج واجب نہ ہوگا۔

☆ مسئلہ : سفر جائز ہونے کے لئے محرم کی شرط آزاد عورت کے لئے ہے اور لونڈی، مکاتبہ، مدبرہ، ام الولد، یا آدھی چوتھائی آزاد باندی، ان سب کے لئے بغیر محرم

کے سفر جائز ہے۔ لیکن فتویٰ یہ ہے کہ ان کے لئے بھی بغیر محرم کے سفر مکروہ ہے۔ خاص کر ہمارے زمانہ میں۔

☆ مسئلہ: حج عورت کا ہو تو محرم یا خاوند کو عورت کے ساتھ سفر پر جانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔ قول صحیح کے مطابق، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ جانے پر مجبور کیا جائے گا۔

☆ مسئلہ: اگر کسی عورت کا کوئی محرم نہ ہو تو اس عورت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس مقصد کے لئے کسی سے نکاح کرے تاکہ وہ اسے حج کے لئے لے جائے۔ جیسا کہ بدائع اور قاضی خان وغیرہ میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ عورت کے لئے ایسا کرنا واجب ہے۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی محرم اپنے خرچ پر عورت کے ساتھ جانے سے انکار کر دے تو عورت پر اس محرم کا خرچہ بھی لازم ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ واجب نہیں ہوگا۔ پہلا قول ہی صحیح ہے جیسا کہ سراج الوہاج میں مذکور ہے۔

☆ مسئلہ: میں نے جو یہ کہا ہے کہ عورت کے لئے محرم یا خاوند کا ہونا شرائط وجوب ادا میں سے ہے وہ قاضی خاں وغیرہ کے نزدیک تو صحیح ہے لیکن صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ صحیح یہ بات ہے کہ یہ شرط وجوب ہے۔ اور اس اختلاف کا اثر حج کرانے کی وصیت پر پڑے گا۔ چنانچہ جو حضرات اس کے قائل ہیں کہ یہ شرط وجوب ادا ہے ان کے نزدیک ضروری ہے کہ جب عورت مرنے کے قریب ہو تو حج کرانے کی وصیت کر جائے۔ اور جو حضرات اس کے وجوب حج کی شرط ہونے کے قائل ہین ان کے نزدیک اس عورت پر وصیت کرنا لازم نہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

☆ مسئلہ: خنثیٰ مشکل (جس کا مرد یا عورت ہونا متعین نہ ہو) کا حکم عورت کا

سا ہے، یعنی اس پر بھی حج واجب ہونے کے لئے محرم کا ہونا ضروری ہے۔

چوتھی شرط:۔ وجوب ادا

یہ شرط بھی عورت کے لئے ہے کہ سفر حج کے وقت وہ عدت میں نہ ہو چاہے وہ عدت طلاق رجعی کی ہو یا طلاق بائن کی، یا عدت وفات ہو یا عدت فسخ نکاح۔

چنانچہ اگر اپنے شہر کے قافلوں کی روانگی کے وقت عورت عدت میں ہے تو اس پر خود تو حج واجب نہ ہو گا مگر مال کی وجہ سے حج کے وجوب میں اختلاف ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ وہ اس مال و دولت کے ذریعہ حج کرائے۔

☆ مسئلہ: جب وجوب حج کی تمام شرطیں پائی جانے کی بناء پر کسی شخص پر حج فرض ہو گیا تو اب اس کے ذمہ سے یہ فرض ساقط نہیں ہو سکتا۔ چاہے فقر و فاقہ آجائے، وہ خود مال ضائع کر دے، یا مال کسی وجہ سے اس کے اختیار کے بغیر ضائع ہو جائے۔ اسی طرح حج فرض ہونے کے بعد قدرت جاتی رہے۔ جیسے فرضیت کے وقت بینا تھا بعد میں اندھا ہو گیا یا اس وقت تندرست تھا بعد میں بیمار ہو گیا۔ تو جب تک وہ خود حج نہ کر لے گا، یا دائمی معذوری کی صورت میں دوسرے سے حج نہ کرائے گا یہ فرض اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہو گا۔

☆ مسئلہ: اگر فقیر نے ناداری و فقر کی حالت میں خود حج کر لیا بعد میں وہ تونگر ہو گیا تو وہ اس کا پہلا حج ہی حج فرض جائز سمجھا جائے گا۔ اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو ایسی حالت مین حج کرے کہ اس حالت میں اس پر حج فرض نہیں تھا۔ اور بعد میں حج فرض ہو گیا ہو۔ مگر چار شخص یعنی بچہ، پاگل، غلام اور کافر، ایسے ہیں کہ بچپنے، پاگل پن یا غلامی اور کفر میں حج کر چکے ہوں تو اب بالغ ہونے یا جنون جاتا رہنے اور آزادی مل جانے یا اسلام لے آنے کے بعد ان کا پہلا حج، حج فرض شمار نہ ہو گا، نفلی شمار ہو گا اور کافر

کا نفلی بھی شمار نہ ہوگا۔ (بحوالہ البحر العمیق)۔

☆ مسئلہ : اوپر جو ہم نے کہا ہے کہ فقیر نے حالت ناداری میں حج کر لیا، یا کسی پر حج واجب نہیں تھا مگر اس نے اسی حال میں حج کر لیا اور بعد میں مالدار ہو گئے تو ان کا حج، حج فرض شمار ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جبکہ ان لوگوں نے حج کا احرام باندھتے وقت یا تو حج فرض کی نیت کی ہو، یا حج مطلق کی۔ لیکن اگر انہوں نے اس وقت حج مقید مثلاً حج نفل یا حج نذر کی نیت کی ہوگی تو وہ حج فرض شمار نہیں ہوگا۔ اب مالدار ہونے پر حج فرض ادا کرنا لازمی ہے۔ (ملا علی قاریؒ وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔)

تیسری قسم: حج کی ادائیگی صحیح ہونے کی شرائط

اس سلسلے میں چھ شرطیں ہیں۔

۱) پہلی شرط اسلام ہے۔ پس کافر کا حج نہ فرض صحیح ہوتا ہے نہ نفل۔

۲) دوسری شرط احرام ہے۔ اس لئے حج کا کوئی بھی فعل بغیر احرام کے صحیح نہ ہوگا۔

۳) تیسری شرط وقت و زمانہ ہے۔ طواف قدوم و سعی حج کے لئے تو وہ وقت اشہر حج ہیں اور وقوف عرفات کے لئے وقت ۹ ذی الحجہ کے زوال شمس سے شروع ہو کر ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے پہلے تک ہے۔

اور یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ) سے لے کر آخر عمر تک طواف زیارت اور طواف وداع کا وقت ہے۔ اس لئے طواف قدوم و سعی حج کے مہینوں سے پہلے صحیح نہ ہوں گے اور وقوف عرفہ ۹ ذی الحجہ کے زوال شمس سے قبل اور ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد درست نہ ہوگا۔ مگر رویت ہلال میں اشتباہ ہو تو ضرورتاً جائز ہوگا۔ اسی طرح طواف زیارت و طواف وداع یوم نحر سے پہلے صحیح نہ ہوگا۔

۴) چوتھی شرط جگہ ہے۔ یعنی طواف کے لئے مسجد حرام شرط ہے، سعی کے لئے صفا و مروہ کا درمیانی حصہ، وقوف اور ظہر و عصر کی نماز جمع کرنے کے لئے عرفات کا میدان اور مغرب و عشاء کی نماز جمع کرنے نیز وقوف کے لئے مزدلفہ اور رمی جمار کے لئے منیٰ اور قربانی کے لئے زمین حرم۔ اس لئے مذکورہ امور میں سے اگر کوئی فعل اس کے لئے مقرر کردہ جگہ کے علاوہ کہیں اور کیا جائے گا تو وہ صحیح نہ ہوگا۔

۵) پانچویں شرط، صحبت کی ممانعت ہے۔ احرام باندھنے سے لے کر وقوف عرفات سے پہلے تک، اگر کسی نے وقوف سے پہلے جماع کر لیا تو اس سال اس کا حج صحیح نہ ہوگا اور حج کے تمام افعال پورے کرنا اور اس حج کی قضا لازم ہوگی۔

۶) چھٹی شرط اسی سال حج کرنا ہے جس سال کوئی حج کا احرام باندھے تو اسے اسی سال حج کرنا چاہئے آئندہ سال کے لئے مؤخر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر کسی نے کسی سال حج کا احرام باندھا اور کسی وجہ سے وقوف عرفات نہ کر سکا تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اسی احرام سے دوسرے سال حج ادا کرے۔ بلکہ اس کے لئے لازم ہے کہ اس سال عمرہ کے افعال ادا کر کے وہ احرام کھول دے اور دوسرے سال نیا احرام باندھ کر فوت شدہ حج کی قضا کرے۔

چوتھی قسم: وہ شرائط جن سے حج فرض ادا ہو جاتا ہے

اس کی نو شرطیں ہیں۔ ان میں سے پہلے دو شرطیں حج کے صحیح طور پر ادا کرنے کے متعلق ہیں کہ اگر وہ نہ پائی جائیں گی تو حج بالکل ہی ادا نہ ہوگا نہ فرض نہ نفل۔ اور سات شرطیں ایسی ہیں کہ ان کی پابندی سے صرف حج کا فرض ادا ہو جائے گا اور اگر وہ نہ پائی گئیں تو حج فرض ادا نہ ہوگا بلکہ وہ حج نفل شمار ہوگا۔

۱) پہلی شرط اسلام ہے۔ اس کی وجہ سے کافر کا حج ہی نہ ہوگا نہ فرض نہ نفل، چاہے

وہ حج کے بعد مسلمان ہی ہو جائے۔

۲)دوسری شرط حاجی کا تادم مرگ اسلام پر قائم رہنا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ہوتے ہوئے حج کرے اور خدانخواستہ حج کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کا وہ حج باطل ہو جائے گا۔ وہ حج نہ فرض شمار ہو گا نہ نفل، چاہے وہ توبہ کر کے دوبارہ اسلام کیوں نہ قبول کر لے۔

۳) تیسری شرط عاقل ہونا ہے۔

۴)چوتھی شرط بالغ ہونا ہے۔

۵)پانچویں شرط آزاد ہونا۔ چنانچہ پاگل، بچہ اور غلام کا حج فرض ادا نہ ہو گا اگرچہ حج کے بعد پاگل اچھا ہو جائے بچہ جوان اور غلام آزاد ہو جائے۔ ہاں یہ حج نفل شمار ہو جائے گا بشرطیکہ احرام کے شروع میں نیت اور تلبیہ کے وقت پاگل ہوشیار اور بچہ سمجھ دار ہو اور اگر پاگل شروع میں بھی پاگل تھا اور بچہ ناسمجھ، تو ان کا یہ حج نہ فرض شمار ہو گا نہ نفل، (یہ اس وقت ہے جبکہ وہ خود سارے افعال حج ادا کریں۔ اور اگر ان کے ولی ان کے بجائے افعال ادا کریں تو اس کا حکم شرط ششم میں بیان کیا جا رہا ہے)

(بحوالہ منسک متوسط اور اس کی شرح ملا علی قاریؒ)

۶) چھٹی شرط۔ افعال حج خود ادا کرنا اگر ان پر قادر ہو۔ اس لئے اگر قدرت کے باوجود کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے افعال کرے گا تو اس شخص کا حج فرض ادا نہ ہو گا۔ چاہے اس دوسرے آدمی نے وہ افعال فرض کی نیت سے ادا کئے ہوں۔

ہاں اگر وہ خود ادائیگی سے مجبور و معذور ہو اور دوسرا شخص اس کی طرف سے حج ادا کرے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول۔ وہ معذور و مجبور شخص ایسا ہے کہ درحقیقت اس پر حج فرض ہی نہیں ہے

جیسے نا سمجھ بچہ یا پاگل۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ افعال جن میں نیت شرط ہے جیسے احرام وطواف، ان میں تو ان کا عمل صحیح نہیں۔ ہاں وہ افعال جن میں نیت ضروری نہیں جیسے وقوف عرفہ وقوف مزدلفہ وغیرہ یہ افعال ان کا خود ادا کرنا صحیح ہو جاتا ہے۔ ان کے ولی کو چاہئے کہ وہ افعال کرتے وقت جسکو وہ خود ادا نہیں کرسکتے، ان کی طرف سے بھی نیت کرے، جیسے سعی اور رمی جمار، اور وہ افعال بھی کرے جن کا شرعاً اس کی طرف سے ادا کرنا صحیح نہیں۔ جیسے احرام وطواف۔ اس کے باوجود ولی کی طرف سے کیا ہوا حج نفل ہوگا فرض ادا نہ ہوگا۔

ایسی صورت میں ولی کو چاہئے کہ بچہ اور مجنوں کو ممنوعات احرام مثلاً سلے ہوئے کپڑے اور خوشبو سے بچائے۔ اس کے باوجود اگر بچہ یا مجنوں کوئی فعل ترک کردے یا کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرلے تو اس کی جزا نہ ان پر ہوگی نہ ان کے ولی پر، اسی طرح اگر ولی سے کوئی چیز چھوٹ جائے یا کسی ممنوع کا ارتکاب کرلے، تو اس پر صرف اپنے احرام کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا۔ مجنوں و بچہ کے احرام کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا۔ اگر ان کی طرف سے بھی احرام باندھ رکھا ہو۔ ملا علی قاریؒ نے اس کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ عاجز و معذور ایسا ہے کہ اس پر حج فرض تو ہو گیا ہے مگر کوئی ایسا مانع پیش آگیا ہے کہ خود حج نہیں کرسکتا ہے جیسے بیمار یا قیدی وغیرہ۔

اگر وہ اپنی طرف سے کسی اور آدمی سے حج کرائے تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا بشرطیکہ وہ عذر موت تک باقی رہنے والا ہو اور اگر وہ عذر موت سے پہلے جاتا رہنے والا ہو تو ایسی صورت میں وہ حج نفل ہوگا فرض نہ ہوگا۔ عذر زائل ہونے کے بعد حج فرض دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ البتہ بے ہوشی کی حالت میں نائب کا کیا ہوا حج فرض ہی ہوگا چاہے وہ

بے ہوشی کا عذر موت تک جاری نہ رہا ہو۔ اس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

تیسری صورت اس شخص کی ہے کہ اس پر حج تو فرض ہو گیا تھا اور وہ حج کے لئے روانہ بھی ہو گیا تھا مگر راستہ میں بے ہوشی کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو وہ احرام باندھنے کے بعد بے ہوش ہوا۔ یا احرام باندھنے سے پہلے۔

اگر احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہو گیا تو اس کا کوئی ساتھی یا غیر شخص اس کی طرف سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ لے تو بے ہوش آدمی کی طرف سے اس کے نائب کا یہ احرام صحیح ہو جائے گا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ بے ہوش آدمی کا سلا ہوا لباس اتارا جائے۔ اور بے ہوش پر اگر یہ حج فرض ہے تو یہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اب غیر شخص کے احرام باندھ لینے کے بعد بے ہوش کو ہوش آجائے تو بقیہ افعال وارکان وہ خود ادا کرے اور ممنوعات سے خود بچے، لیکن اگر وہ ہوش میں نہ آئے، تو اس کے ساتھی ہی اس کے بدلے باقی تمام ارکان و افعال جیسے وقوف عرفات و مزدلفہ، رمی جمار، طواف زیارت اور سعی ادا کریں۔

مگر اس کے ہوش میں نہ آنے کی صورت میں علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ادائیگی ارکان کی صورت میں بے ہوش آدمی کا ساتھ رکھنا واجب ہے یا نہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ واجب تو نہیں مستحب ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ فرض ارکان کی ادائیگی کے وقت بے ہوش کا ساتھ ہونا واجب ہے، جیسے وقوف عرفات اور طواف زیارت۔ البتہ واجب اعمال جیسے سعی وغیرہ میں اس کی موجودگی واجب نہیں۔ مگر پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

اور یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب کہ اس پر احرام سے پہلے بے ہوشی طاری ہوئی ہو۔ اور اگر بے ہوشی احرام باندھنے کے بعد طاری ہوئی ہو تو بے ہوش کو وقوف

عرفہ اور طواف کے وقت ساتھ رکھنا واجب ہے۔ اس بارے میں علماء احناف میں کوئی اختلاف نہیں۔

۷) ساتویں شرط۔ دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا ہے، بخلاف نائب کے۔ پس اگر کسی شخص نے اپنے علاوہ کسی اور کا حج کیا خواہ اس کی اجازت سے یا بغیر اجازت اور نیت کی حج نفل کی یا حج فرض کی، تو وہ حج نائب کی طرف سے تو حج فرض نہ ہوگا البتہ جس کا نائب ہے اور وہ دائمی معذور ہے تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ جیسا کہ چھٹی شرط میں گزر چکا ہے۔

۸) آٹھویں شرط۔ حج میں نفل کی نیت نہ کرنا ہے۔

اگر کسی نے نفل حج کی نیت سے احرام باندھا تو وہ حج نفل ہی ہوگا۔ چاہے وہ غریب ہو یا امیر، امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

اور حج فرض ادا ہونے کے لئے احرام کے وقت حج فرض کی نیت ضروری نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے مطلق حج کی نیت کی ہو تب بھی حج فرض ہی ادا ہوگا۔

۹) نویں شرط۔ دوران حج، مفسد حج فعل نہ کرنا ہے۔ اگر کسی نے حج کے سارے افعال پورے کر لئے مگر وقوف عرفات سے قبل جماع سے حج فاسد کر دیا تو بھی اس کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔ مرشدی اور ملا علی قاریؒ نے شرح منسک متوسط میں یہ فرمایا ہے۔ ان کے قول سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ حج نفل ہو جائے گا۔ جب کہ وصف فرضیت میں فساد مانا جائے، نفس حج کا فساد نہ مانا جائے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور مرشدی نے فرمایا ہے کہ اس کے باوجود بھی اس پر حج کے بقیہ افعال کا پورا کرنا لازم ہے۔ جس طرح اس حج فاسد کی قضا دوسرے سال لازم ہے۔

☆☆☆

فائدہ

معلوم رہے کہ جب کسی شخص میں شرائط وجوب حج اور شرائط وجوب ادا پائی جائیں تو ہمارے نزدیک قول اصح کے مطابق اس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے۔ قاضی خاں، صاحب کافی، صاحب محیط اور صاحب بحر الائق اور صاحب نہر فائق نے فرمایا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتوں میں سے ایک اصح رائے بھی اسی کے مطابق ہے۔ یہی امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ کا قول مشہور ہے۔ اور ظاہری قول امام احمدؒ کا بھی یہی ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوری طور پر فرض نہیں ہوتا اس میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ یہی قول امام محمدؒ کا بھی ہے اور ایک روایت امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی بھی یہی ہے۔

اور اس اختلاف کا ثمرہ اس شخص کے حق میں ظاہر ہو گا جس نے حج فرض ہونے کے سال سے اسے مؤخر کیا ہو۔ کہ وہ قول اول کی بناء پر تو گنہگار ہو گا، مگر قول ثانی کی وجہ سے گنہگار نہ ہو گا اگر اس نے موت سے پہلے حج کر لیا ہو۔

اور اگر حج پر قدرت ہونے کے سال کے بعد بغیر حج کئے فوت ہو جائے گا تو ظاہر ہے پھر تو وہ گنہگار ہو گا ہی۔

دوسرے قول کے مطابق علماء کی آراء اس میں مختلف ہیں کہ وہ کب گنہگار ہو گا۔ بعض کی رائے ہے کہ دیر کرنے کے پہلے سال ہی وہ گنہگار ہو گا۔ بعض فرماتے ہیں کہ عمر کے آخری سال میں گنہگار ہو گا۔ اور بعض نے گنہگار ہونے کا کوئی سال معین نہیں کیا۔ بس اس کے مطلق گنہگار ہونے کا اظہار کیا ہے اور مدت و وقت کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیا ہے۔ بحوالہ فتح القدیر وغیرہ۔

☆ مسئلہ : گنہگار ہونے کے بارے میں جو اختلاف ذکر کیا گیا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ تاخیر بلاعذر ہو، اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے تو پھر گنہگار نہیں ہوگا۔ نیز یہ اختلاف صرف گنہگار ہونے میں ہے۔ نفس وجوب سب کے نزدیک ثابت ہے یہاں تک ایسے شخص کے حج کی وصیت کر جانے کے وجوب پر بھی سب علماء کا اجماع ہے۔

اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ قدرت والے سال کے بعد اگر تاخیر سے حج کیا تو بھی وہ حج ادا ہی ہوگا۔ قضا نہیں کہلائے گا۔ یہ سب تفصیلات منسک کبیر میں ہیں۔ اور اس اختلاف کے نتائج واثرات بہت ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

☆ مسئلہ : کسی شخص پر حج فرض ہو گیا ہے۔ اور اسے نکاح کی بھی ضرورت ہے اور یہ خطرہ ہے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں مبتلاء نہ ہو جائے۔ تو قول اول کی بناء پر کہ حج فوری طور پر ادا کرنا واجب ہے، اسے حج میں تاخیر نہ کرنی چاہئے اور وہ رقم نکاح میں صرف نہ کرے، ہاں اگر وہ وقت اہل شہر کے قافلوں کا مکہ معظمہ کی طرف روانگی کا نہیں ہے تو اس وقت نکاح میں وہ رقم صرف کر سکتا ہے چاہے زنا میں ابتلاء کا خطرہ ہو یا نہ ہو۔

☆ مسئلہ : کسی شخص پر جس سال حج فرض ہوا وہ بلا تاخیر اسی سال حج کے لئے چل پڑا مگر راستے میں موت نے آلیا تو اس پر مرتے وقت حج کی وصیت کرنا لازم نہیں۔ اس لئے کہ حج واجب ہو جانے کے بعد اس نے اپنی طرف سے کوئی تاخیر نہیں کی۔ (بحوالہ فتح القدیر نقلاً عن التجنیس)

☆ مسئلہ : اگر کسی شخص کو کوئی مال ملے اور اس کی وجہ سے اس پر حج وزکوٰۃ دونوں فرض ہو جائیں تو اگر وہ مال، مال زکوٰۃ کی جنس سے ہو، جیسے سونا چاندی یا مویشی تو چاہئے کہ وہ مال زکوٰۃ کی ادائیگی میں صرف کر دے اور اگر وہ مال زکوٰۃ کے مال کی جنس

سے نہ ہو اور قافلوں کی روانگی کا وقت بھی ہو تو وہ مال حج کے لئے خرچ کرے۔ اس وقت اس مال کا بمد زکوٰۃ سے خرچ کرنا جائز نہیں۔ہاں اگر قافلوں کی روانگی کا زمانہ نہ ہو تو وہ مال بمد زکوٰۃ صرف کر دے۔(بحوالہ خزانۃ الاکمل)

☆ مسئلہ : اگر کوئی شخص لوگوں کا مقروض ہے، مگر ادائیگی قرض کی قدرت نہیں، نہ پورا قرض ادا کر سکتا ہے نہ اس کا کچھ حصہ۔ اسے حج کے لئے جانا جائز ہے۔ قرض خواہ اس کو حج پر جانے سے روکنے کا حق نہیں رکھتے۔ بشرطیکہ اس کا افلاس ثابت ہو جائے۔

اور اگر اتنا مال ہو کہ پورا یا کچھ حصہ قرض کا ادا ہو سکتا ہے تو اگر وہ قرضہ فوری ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر فوری نہیں میعادی ہے تو اس کا ادا کرنا مستحب ہے۔(بحوالہ ملا علی قاریؒ)۔

تیسری فصل

حج وعمرہ کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات، محرمات اور مفسدات کے بیان میں۔

واضح رہے کہ حج وعمرہ میں (دیگر عبادات کی طرح) کچھ فرائض ہیں کچھ واجبات اور سنتیں اور مستحبات ہیں۔ کچھ باتیں مکروہ ہیں اور کچھ حرام۔ اور کچھ ایسی جو انہیں فاسد و بے کار کرنے والی ہیں۔اس لئے مسلمانوں کی آسانی کے لئے ان سب کی تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔ حج چونکہ عمرہ سے بڑی عبادت ہے اس لئے پہلے اس کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆

فرائض حج

حج کے اندر سات چیزیں فرض ہیں۔ ان میں ایک شرط دو رکن اور تین فرض ہیں۔ جو شرط ور کن نہیں۔

۱) پہلا فرض احرام ہے۔ اور وہ چونکہ ہمارے (احناف کے) نزدیک حج کی شرط ہے (رکن نہیں) اس لئے حج کے مہینوں سے پہلے بھی باندھا جاسکتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک احرام حج کا رکن ہے اس لئے حج کے مہینوں سے پہلے باندھنا ان کے نزدیک جائز نہیں۔

احرام کا مطلب نیت کرنا اور تلبیہ پڑھ لینا ہے یا وہ عمل کرنا جو تلبیہ کے قائم مقام ہو جیسے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنا کر ساتھ لے لینا۔

۲) دوسرا فرض وقوف عرفہ ہے۔

۳) تیسرا فرض طواف زیارت ہے اور یہ دونوں فرض بالاتفاق حج کے رکن ہیں۔ البتہ احناف کے نزدیک طواف زیارت کا زیادہ حصہ یعنی چار چکر تو رکن ہیں باقی تین چکر حج کے واجبات میں ہیں فرائض میں نہیں اور شافعیہ کے نزدیک ساتوں چکر کا پورا طواف فرض ہے۔

۴) چوتھا فرض تینوں مذکورہ فرائض کو بالترتیب ادا کرنا ہے۔ یعنی پہلے احرام پھر وقوف عرفہ پھر طواف زیارت۔

۵) پانچواں فرض طواف کی نیت ہے۔ چاہے مطلق ہو۔ اور طواف میں نیت طواف کے صحیح ہونے کے شرائط کے منجملہ ہے۔ چاہے وہ طواف حج کا ہو یا بغیر حج کا ہو۔

۶) چھٹا فرض مذکورہ دونوں رکنوں کا ان کے وقتوں میں ادا کرنا ہے۔

وقوف عرفات کا وقت ۹ ذی الحجہ کے زوال شمس سے لے کر ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے۔ اور طواف زیارت کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر آخر عمر تک ہے۔ جیسا کہ فصل دوم میں گزرا۔

۷) ساتواں فرض۔ دونوں مذکورہ رکنوں کو ان کے مقام میں ادا کرنا ہے۔

وقوف کا مقام عرفات کا میدان ہے اور طواف کی جگہ مسجد حرام (بیت اللہ کے ارد گرد) اب رہا احرام حج تو اسکے لئے کوئی وقت اور جگہ بطور فرض معین و مقرر نہیں البتہ بطور واجب جگہ بھی مقرر ہے (مواقیت خمسہ) اور بطور سنت زمانہ بھی (جیسا کہ عنقریب باب الاحرام کی پہلی اور دوسری فصل میں آئے گا۔ انشاء اللہ)

☆ مسئلہ: ان فرائض کے ساتھ ایک الحاقی فرض وقوف عرفہ سے پہلے ترک جماع بھی ہے۔ کیونکہ یہ مفسد حج ہے اور مفسد کا ترک فرض ہے۔

☆ مسئلہ: فرائض کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی فرض چھوٹ گیا تو حج بالکل نہ ہوگا اور دم قربانی دینے سے بھی قطعاً کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور احرام سے پورے طور پر باہر نہ ہوسکے گا جب تک ایک بھی فرض باقی رہے گا۔ جیسے کہ رمی و قربانی و حلق کے بعد فی الجملہ احرام ختم ہو جاتا ہے مگر چونکہ طواف زیارت جو فرض ہے ابھی ادا نہیں ہوا اس لئے بالکل احرام ختم نہیں ہوا۔ عورت سے صحبت کے معاملہ میں احرام ابھی باقی ہے۔

فائدہ

یہ حج کے فرائض و شرائط کا بیان تھا۔ رہا عمرہ تو اس کی شرط صرف احرام ہے۔ اور اس کا رکن طواف عمرہ کا اکثر حصہ (چار چکر)۔ اور اس کے فرائض میں سے عمرہ کے

احرام اور عمرہ کے طواف کے درمیان رعایت ہے۔ اور طواف کی ادائیگی طواف کی جگہ یعنی مسجد حرام میں کرنا ہے۔ عمرہ کے طواف کے لئے کوئی وقت معین نہیں۔ اور تمام عمر اس کا وقت ہے۔

واجبات حج

۱) مواقیت احرام سے احرام باندھنا۔ یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گزرے۔ اگر ہمت اور برداشت ہو تو میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے۔

۲) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ سعی ہمارے نزدیک تو واجب ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سعی حج و عمرہ کی شرط ہے۔

۳) سعی کی ابتداء صفا سے کرنا۔ سعی قول اصح کے مطابق واجب ہے۔ یہ براہ راست تو حج کا واجب نہیں ہے بلکہ بواسطہ واجب ہے کیونکہ یہ سعی کا واجب ہے۔

۴) سعی پیدل کرنا۔ سوار ہو کر نہ کرنا۔

۵) اگر وقوف عرفات دن کے وقت ہو تو غروب تک وقوف کرنا۔ (یعنی پورے دن) اگر وقوف رات کے وقت ہو تو رات کا کچھ حصہ وقوف کرنے سے بھی واجب ادا ہو جائے گا۔ چاہے تھوڑی ہی دیر ہو۔

۶) مزدلفہ میں ۱۰ ذی الحجہ کی رات گزارنا۔ چاہے گھڑی بھر ہو، اور رات کا اکثر حصہ وہاں بسر کرنا سنت ہے ہمارے نزدیک۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے۔

۷) ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا۔ اگرچہ گھڑی بھر کو ہو۔

۸) مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک موخر کرنا تاکہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو عشاء کی نماز کے ساتھ عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھے۔

۹) ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ تینوں دن رمی جمار کرنا۔ اور ۱۳ ذی الحجہ کی رمی واجب نہیں کیونکہ ۱۳ ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے منیٰ سے روانگی جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی آیت فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ سے ثابت ہوتا ہے۔ اس میں یومین سے ۱۰ ذی الحجہ کے علاوہ وہ دن مراد ہیں۔

۱۰) پہلی رمی اور سر منڈوانے میں ترتیب کا خیال رکھنا۔ یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی سر منڈانے سے پہلے کرے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں کہ حج مفرد ہو یا دوسری قسم کا۔ البتہ سر منڈوانے اور طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں سنت ہے۔ اگر کسی نے طواف زیارت کے بعد سر منڈوایا تو اس پر کوئی دم یا صدقہ کچھ واجب نہ ہوگا۔ ایسے ہی رمی اور طواف میں بھی ترتیب واجب نہیں سنت ہے۔

۱۱) ہر روز کی رمی اسی دن کرنا۔ اگر کسی نے ایک دن کی رمی دوسرے دن کی تو وہ رمی ادا نہیں قضا ہوگی۔ اور تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

۱۲) جب احرام سے حلال ہونے کا ارادہ کرے اس وقت چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانا۔

۱۳) سر منڈانا یا بال کتروانا ایام نحر میں ہوں۔

۱۴) اور حلق و قصر زمین حرم میں کرانا گو وہ جگہ منیٰ کے علاوہ ہو۔

۱۵) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق طواف زیارت کا اکثر حصہ ایام نحر میں کرنا۔

۱۶) طواف زیارت کے اکثر حصہ کے علاوہ یعنی سات چکروں میں کے تین ادا کرنا اگرچہ وہ غیر ایام نحر میں ہوں۔

۱۷) حطیم سے باہر طواف کرنا۔

۱۸) طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرنا بھی واجب ہے جیسا کہ ''الوجیز، میں ذکر کیا گیا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ ایسا ہی کرنا ثابت ہے۔ لیکن (صاحب) محیط نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ سنت ہے۔

۱۹) طواف کرتے وقت بدن کا ہر طرح کی نجاست حقیقہ و حکمیہ سے پاک ہونا۔ جیسا کہ مرشدی نے فرمایا۔

۲۰) طواف کے وقت ضروری حصہ بدن کا چھپا ہونا۔ یہ فعل گو خود فرض ہے مگر طواف کے حق میں واجب ہے۔

۲۱) جتنے کپڑے سے بدن کا ضروری حصہ مستور ہے اس قدر کپڑے کا پاک ہونا۔

۲۲) پیدل طواف کی قدرت ہو تو پیدل طواف کرنا سوار ہو کر نہ کرنا۔

۲۳) طواف کا دائیں طرف سے شروع کرنا۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے دائیں سمت کا اعتبار ہے۔ پشت کر کے دائیں سمت معتبر نہیں۔

۲۴) طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔

یہ آخر کے آٹھ واجب یعنی ۱۷ سے ۲۴ تک مطلق طواف کے واجبات ہیں۔ چاہے وہ طواف حج کا ہو یا ویسے ہی ہو۔ یہ حج کے خاص واجبات نہیں ہیں۔ واجبات طواف ہونے کی حیثیت سے ہی ان کو واجبات حج میں شمار کر لیا گیا ہے۔

اور پھر یہ ۲۴ کے ۲۴ واجبات عام واجبات ہیں۔ ان میں مکی اور غیر مکی کی کوئی تفریق نہیں۔ اور جو واجبات خصوصی ہیں وہ اب ذکر کئے جا رہے ہیں۔

۲۵) طواف وداع کرنا۔ یہ اس غیر مکی کے لئے واجب ہے جو مکہ میں مقیم نہ ہو گیا

ہو۔ اور طواف قدوم غیر مکی کے لئے سنت ہے واجب نہیں۔

۲۶) قارن اور متمتع کے لئے ذبح سے پہلے رمی جمار کرنا۔

۲۷) قارن و متمتع پر قربانی کرنا واجب ہے۔ بخلاف مفرد اور عمرہ والے کہ ان پر قربانی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

۲۸) قارن متمتع کا حلق سے پہلے قربانی کرنا۔

۲۹) قارن و متمتع کا قربانی، قربانی کے دنوں کے اندر اندر کرنا۔

شیخ رحمت اللہ سندھی نے منسک کبیر میں فرمایا ہے کہ ہدی کا زمین حرم میں ذبح کرنا بھی منجملہ واجبات کے ایک واجب ہے۔ لیکن آپ کا یہ قول قابل تامل ہے۔ اس لئے کہ یہ تو صحت کی شرط ہے۔ کیونکہ ہدی کا غیر حرم میں ذبح کرنا بالکل جائز نہیں۔

(بحوالہ ملا علی قاریؒ)

☆ مسئلہ: ان تمام مذکورہ واجبات کے ساتھ ممنوعات احرام کے ترک کا واجب بھی ملحق ہے۔ جس طرح اسے کفارہ لازم آتا ہے اسی طرح احرام کے ممنوعات کے ارتکاب سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔

☆ مسئلہ: واجبات کے متعلق یہ حکم ہے کہ ان میں سے اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو حج صحیح ہو جائے گا مگر ترک واجب کے سبب دم، یا صدقہ واجب ہو گا۔ اور ترک واجب، ارادہ کے ساتھ ہو یا بلا ارادہ، جان بوجھ کر ہو یا بھول اور ناواقفیت کے سبب، سب کا ایک حکم ہے۔ ہاں اگر قصد و ارادہ کے ساتھ ترک کیا ہے تو دم دینے کے باوجود گنہگار ہو گا۔ اور یہ گناہ بغیر توبہ معاف نہ ہو گا۔

☆ مسئلہ: میں نے جو یہ کہا ہے کہ ترک واجب سے دم لازم آتا ہے تو علماء نے دس واجبات کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جو یہ ہیں۔

۱)طواف کی دور کعات کا ترک، کہ ان کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوتا۔

۲)مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ مغرب کی نماز جمع کر کے پڑھنے کی خاطر مغرب کو مؤخر نہ کرنا۔

۳)مزدلفہ میں شب گزاری کا واجب چھوڑ دینا۔

۴)حجر اسود سے طواف شروع کرنے کا واجب ترک کرنا۔

۵)کسی عذر کی بنا پر سعی چھوڑ دینا۔ جیسے قافلہ واپس جارہا ہو۔ یا بیمار ہو جائے، تو اس وقت بھی دم لازم نہ ہو گا۔ لیکن لوگوں کا ہجوم عذر نہیں ہے۔ اس وقت بھیڑ چھٹنے تک تاخیر کرنا جائز ہے۔

۶)اگر کسی نے بیماری یا بڑھاپے یا پاؤں کٹے ہوئے ہونے کے سبب طواف یا سعی پیدل نہ کی بلکہ چوپائے، گاڑی یا کسی کے کندھے پر سوار ہو کر کی تو اس پر دم واجب نہ ہو گا۔ اگر چہ پیدل طواف کرنا واجب ہے۔

۷)اگر کسی نے مرض، یا جسمانی کمزوری کی بناء پر یا عورت اور بوڑھے ضعیف و ناتواں مرد نے ہجوم کی وجہ سے وقوف مزدلفہ ترک کر دیا (تو اس پر بھی دم واجب نہ ہو گا۔) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مرد شریف کے لئے ہجوم کا خوف بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

۸)سر میں کوئی بیماری ہونے کی وجہ سے سر نہ منڈوائے (تو بھی دم واجب نہ ہو گا)۔ ہاں سر مونڈنے والے کا نہ ہونا یا سر مونڈنے کے لئے استرہ وغیرہ کا نہ ہونا عذر معتبر نہیں، اگر ان وجوہ کی بناء پر کسی نے یہ واجب ترک کیا تو جزا لازم ہو گی جیسا کہ علامہ سندھی نے منسک کبیر میں اور مرشدی نے شرح منسک متوسط میں اس بارے میں نص ذکر کی ہے۔

۹) عورت نے حیض و نفاس کے عذر کے سبب یا کسی نے بیماری اور قید کے سبب طواف زیارت ایام نحر سے موخر کر دیا تو باوجود اسکے کہ طواف زیارت ایام نحر میں ادا کرنا واجب ہے اور اس میں تاخیر درست نہیں دم واجب نہ ہوگا۔

۱۰) کوئی عورت حیض و نفاس کے عذر کے سبب طواف وداع بالکل ترک کر دے تو اس پر بھی دم واجب نہ ہوگا۔

ان دس واجبات میں سے پہلے چار واجبوں کے ترک میں چاہے وہ عذر کی وجہ سے ہوں یا بلا عذر دم واجب نہ ہونے کی علماء نے یہ وجوہ بتائی ہیں۔

۱) دو رکعت طواف ترک کرنے پر دم واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دو رکعت پڑھنا طواف کے واجبات میں سے ہے نہ کہ حج و عمرہ کے واجبات میں سے۔ اس لئے ان کا پڑھنا اس شخص پر واجب ہوگا جو حج و عمرہ کے احرام کے علاوہ کوئی اور طواف کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان رکعات کا وجوب مختلف فیہ ہے۔ یا اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کی ادائیگی کا وقت تمام عمر ہے اس لئے جب تک زندگی ہے ان کا ترک متصور نہ ہوگا۔

۲) ترک تاخیر مغرب بمقام مزدلفہ میں دم واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ تصریح منقول ہے کہ مزدلفہ کی رات میں کسی نے مغرب میں تاخیر نہیں کی اور ہر نماز اپنے اپنے وقت پر ادا کر لی، اس نے مغرب کے متعلق ایک واجب کا ترک کیا، مگر جب شب مزدلفہ کی سحر ہوگئی تو مغرب کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اس کا نقصان شامل ہو جائے گا۔

۳) مزدلفہ میں شب گزاری کے ترک پر عدم وجوب دم کی وجہ یا تو یہ ہے کہ مزدلفہ میں شب گزاری بذات خود کوئی مستقل واجب نہیں ہے بلکہ مغرب و عشاء کی

نمازوں کو جمع کرنے کے واجب کے تابع ہے۔ یا دوسری وجہ یہ کہ مزدلفہ میں شب گزاری کا وجوب مختلف فیہ ہے۔

۴) حجراسود سے طواف کی ابتداء کرنے کے واجب کو ترک کرنے پر دم واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

دس واجبات مذکورہ میں سے باقی چھ کے متعلق علماء سے یہ تصریح منقول ہے کہ ان کے ترک پر دم واجب ہوگا چاہے یہ ترک کسی عذر کی بناء پر ہی ہوا ہو، جیسا کہ کتاب تحفہ میں ہمارے بعض اصحاب کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے اور صاحب بدائع نے اسکے خلاف نقل کر کے فرمایا ہے کہ تمام واجبات اگر کسی عذر کی وجہ سے ترک ہوں تو دم لازم نہیں آئے گا۔

☆ مسئلہ: یہ تمام احکام ترک واجبات سے متعلق ہیں لیکن اگر ممنوعات احرام کا ارتکاب کسی عذر کے سبب بھی کیا جائے تب بھی اسکا کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔

حج کی سنتیں

۱) طواف قدوم۔ قول صحیح کے مطابق یہ سنت ہے۔ اگرچہ اس کو واجب بھی کہا گیا ہے۔ مگر وجوب کا قول ضعیف ہے۔ اور یہ سنت اس آفاقی کے لئے ہے جو حج افراد کے لئے آئے یا حج قران کے لئے۔ مکی یا جو مکی کے حکم میں ہو اس کے لئے سنت نہیں ہے۔ اسی طرح صرف عمرہ کے لئے آنے والے یا حج تمتع والے کے لئے بھی سنت نہیں ہے۔ کیونکہ متمتع اولاً تو صرف عمرہ والے کے حکم میں ہوتا ہے اور آخر میں مکی کے حکم میں۔ رہا قارن تو چونکہ وہ حج و عمرہ کا ایک ساتھ ہی محرم ہوتا ہے اس لئے اسے چاہیئے کہ پہلے تو وہ عمرہ کا طواف و سعی کرے۔ اور اس کے بعد طواف قدوم کرے۔ اس کے بعد حج کے باقی افعال انجام دے۔

۲) قول اصح کے مطابق حجر اسود سے طواف کی ابتداء کرنا۔ بعض نے اس کو واجب کہا ہے۔

۳) تین مقام پر امام کا خطبہ پڑھنا۔ ۷ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں، ۱۱ ذی الحجہ کو منیٰ میں۔

۴) یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو بعد نماز فجر مکہ مکرمہ سے منیٰ کو روانہ ہونا۔

۵) منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر۔ پانچوں نمازیں ادا کرنا۔

۶) ۹ ذی الحجہ کی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنا۔ مکہ یا عرفات میں نہ گزارنا۔ مگر یہ کہ کوئی ضرورت پیش آجائے۔

۷) ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہونا۔

۸) یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کو غسل کرنا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ غسل یوم عرفہ کی خاطر ہے، یا وقوف عرفات کی خاطر، قول اصح یہ ہے کہ یہ غسل وقوف کے سبب ہے۔

۹) شب عید (۱۰ ذی الحجہ کی رات) کا اکثر حصہ مزدلفہ میں گزارنا۔

۱۰) طلوع آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ واپسی کے لئے روانہ ہونا۔

۱۱) ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کی راتوں کا اکثر حصہ منیٰ میں بسر کرنا۔ اور اگر کوئی ۱۳ ذی الحجہ کو بھی منیٰ میں قیام کرے تو اس کے لئے ۱۳ ذی الحجہ کی رات کا اکثر حصہ بھی منیٰ میں گزارنا۔

۱۲) مقام ابطح میں جسے وادی محصب بھی کہتے ہیں منیٰ سے مکہ آتے وقت ٹھیرنا چاہئے وہ قیام گھڑی بھر کو ہو۔

☆ مسئلہ: یہ جتنی سنتیں بیان کی گئی ہیں سب سنت موکدہ ہیں۔ سنت موکدہ

بہت سی ہیں۔ ان میں سے کچھ بیان کی گئی ہیں اور یہاں انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ باقی سنن موکدہ کا بیان انشاء اللہ آئندہ بابوں میں آئے گا۔

☆ مسئلہ: سنت موکدہ کا حکم یہ ہے کہ ان کے دانستہ ترک کرنے سے ایک قسم کی برائی لازم آتی ہے۔ ان کے تارک پر دم یا صدقہ میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

مستحبات حج

واضح رہے کہ حج کے مستحبات بے شمار ہیں۔ یہاں ان میں سے چند ہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) مردوں کے لئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا۔ عورتیں آہستہ آواز سے تلبیہ پڑھیں۔

۲) حج افراد والے کے لئے قربانی کرنا۔

۳) آفاقی کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا۔

۴) مکی و غیر مکی سب کو مزدلفہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا۔

۵) عرفات میں جبل رحمت کے قریب قیام۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا۔

جبل رحمت پر چڑھنا سنت نہیں ہے۔ اس کی تفصیل وقوف کے باب میں آئے گی۔

۶) ظہر و عصر کی نمازوں کا ظہر کے وقت ان شرائط کے مطابق جمع کرنا۔ جو باب وقوف میں بیان کی جائیں گی۔ یہ جمع ہمارے نزدیک مسافر و مقیم سب کے لئے ہے، مگر امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر کے ساتھ مخصوص ہے۔

۷) تلبیہ کی کثرت کرنا۔ جیسا کہ احرام کے باب میں آئے گا۔

۸) وقوف عرفات کے وقت دعاؤں کی کثرت۔

۹) اگر میسر آجائے تو امام کے پیچھے یا اس کے قریب عرفات میں وقوف کرنا۔

۱۰) یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ) میں فجر کے وقت مشعر الحرام میں جو مزدلفہ کا مشہور مقام ہے وقوف کرنا۔

اگر چہ مزدلفہ تمام کا تمام بجز وادی محسر کے موقف ہے۔

۱۱) مشعر الحرام میں فجر کی نماز ادا کرنا۔

۱۲) مزدلفہ میں فجر کی نماز اول وقت تاریکی میں ادا کرنا۔

۱۳) طلوع آفتاب کے بعد جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا۔ اگر چہ یہ رمی بعد نماز فجر بھی جائز ہے۔

۱۴) رمی اگر طلوع آفتاب کے بعد ہو تو منیٰ پہنچتے ہی فوراً رمی کرنا۔

۱۵) طواف زیارت ۱۰ ذی الحجہ کو کرنا۔ گو ادائیگی واجب کے لئے قربانی کے تین دن کی مدت ہے۔

☆ مسئلہ: مستحبات کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے والے کو ان کی ادائیگی پر زائد اجر و ثواب ملتا ہے گو وہ اجر سنت موکدہ کے ثواب سے کم ہوتا ہے۔ اور ان کے ترک کر دینے سے وہ زائد اجر نہیں ملتا اور ان ترک پر کراہت و گناہ بھی نہیں بخلاف سنت موکدہ کے کہ ان کے ترک کرنے میں ایک طرح کی کراہت اور گناہ ہے۔

مکروہات حج

وہ بھی بہت ہیں۔ چند ان میں سے یہ ہیں۔

۱) عرفات میں زوال سے پہلے امام کا خطبہ پڑھنا، کیونکہ خطبہ زوال کے بعد

مسنون ہے۔

۲)مسجد نمرہ میں ظہر و عصر کی ایک ساتھ نماز سے فارغ ہو کر وقوف عرفات میں دیر کرنا، کیونکہ جمع بین الصلواتین کے بعد وقوف کے لئے جلدی کرنا مسنون ہے۔

۳)جس نے دن میں وقوف کیا ہے اس کے لئے غروب سے پہلے عرفات سے نکلنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تحریمی ہے کیونکہ وقوف کو غروب تک طول دینا واجب ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴)ان کنکریوں سے رمی کرنا جن کو پہلے ہی لوگ مار چکے ہیں اور جو جمرات کے ارد گرد پڑی ہوں۔ اس لئے کہ وہ کنکریاں نامقبول ہیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح بیان کی گئی ہے۔

۵)رمی کے لئے کسی مسجد سے کنکریاں لینا۔ کیونکہ مسجد کی کنکریاں قابل تکریم ہیں، ان کو باہر لے جانا مکروہ بھی ہے اور ان سے جمرات کو مارنا ان کی اہانت بھی ہے۔

۶)احرام سے نکلتے وقت سر کے کچھ حصہ کا منڈوانا یا کچھ حصہ کے بال کتروانا۔ بلکہ ہر حال میں پورا سر منڈوانا چاہئے اس لئے کہ سر کے کچھ حصہ کے منڈواتے اور کچھ کے ویسے ہی چھوڑ دینے کی ممانعت آئی ہے۔

۸)۹ذی الحجہ کی رات کا منیٰ سے باہر گزارنا۔ چاہے مکہ ہی میں کیوں نہ گزارے۔

۹)۱۱اور ۱۲ذی الحجہ کی راتوں کا منیٰ سے باہر گزارنا۔

۱۰)واجبات میں سے کسی واجب کا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۱)سنن موکدہ میں سے کسی سنت کا ترک کرنا۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

۱۲)بعض علماء نے کہا ہے کہ عرفہ کے دن بطن عرنہ میں وقوف کرنا۔ یہ مقام حد حرم اور عرفات کے درمیان ایک وادی ہے۔

۱۴)وقوف مزدلفہ کے وقت وادی محسر میں وقوف کرنا۔ یہ ایک وادی ہے جو منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عرفہ اور محسر میں وقوف سرے سے وقوف ہی نہیں ہوتا۔اور یہی قول (قول کراہت کے مقابلہ میں) صحیح ہے۔

☆ مسئلہ : مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں کوئی مکروہ شامل ہو جائے تو اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے۔ترک سنت موکدہ میں عتاب کا خوف ہے اور ترک واجب پر عذاب کا خطرہ ہے۔اور کسی مکروہ فعل کے ارتکاب پر کوئی دم یا صدقہ لازم نہیں آتا۔اگر اس کے ارتکاب میں کسی امر واجب کا ترک ہوگا تو اس وقت جزا لازم آئے گی۔ جیسا کہ ذکر میں گزر چکا۔

محرمات حج

واضح رہے کہ حج کے واجبات میں سے کسی واجب کا ترک حرام ہے۔حج کے واجبات تمام کے تمام اس فصل میں پہلے بیان ہو چکے،اس لئے محرمات کی تفصیل بھی خود ہی بیان ہو چکی۔

مفسدات حج

حج کو فاسد کرنے والی ایک چیز ہے۔اور وہی احرام کو بھی فاسد کر دیتی ہے۔اس لئے اس کا بیان انشاء اللہ باب احرام میں کیا جائے گا۔وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

☆☆☆

پہلا باب

احرام کے بیان میں

احرام، حج و عمرہ کا پہلا فرض ہے۔ واضح رہے کہ احرام، حج و عمرہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اور اس سے متعلق فرائض، واجبات، سنن و مستحبات بھی ہیں اور محرمات و مکروہات، مباحات و مفسدات بھی۔ اس لئے ان سب کو تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے۔ اور یہ باب دس فصلوں پر مشتمل ہے

پہلی فصل

حج و عمرہ کے احرام کے فرائض اور اس کے واجبات و سنن و مستحبات کے بیان میں۔

فرائض احرام

احرام میں دو فرض ہیں

۱) نیت۔ حج، عمرہ، یا قران جس کا بھی احرام باندھنا ہو دل میں اس کا ارادہ نیت ہونے کے لئے کافی ہے۔ یا ان عبادات میں سے کسی کو متعین نہ کر کے یوں کہے کہ فلاں شخص نے جس کا احرام باندھا ہے میں بھی اسی کا باندھتا ہوں تو یہ نیت بھی کافی ہے۔ اس لئے کہ احرامی عبادات میں تعین شرط نہیں۔

۲)دوسرا فرض تلبیہ ہے۔ تلبیہ ہر وہ لفظ ہو سکتا ہے جس میں خالص اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تسبیح و تقدیس ہو۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو الفاظ منقول ہیں ان کا پڑھنا مسنون ہے۔ یعنی لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ. لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ. اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ.

اور تلبیہ احناف کے نزدیک فرض ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ ان کے نزدیک صرف نیت کر لینے سے ہی محرم ہو جاتا ہے۔

اگر کسی نے احرام کی نیت تو کی مگر تلبیہ نہ پڑھا تو ہمارے نزدیک احرام صحیح نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے تلبیہ تو پڑھ لیا مگر نیت نہیں کی تو کسی کے نزدیک بھی احرام صحیح نہیں ہوگا۔

احرام کے واجبات

وہ بھی دو ہی ہیں۔

۱)اول یہ کہ احرام باندھنے کے لئے جو مقامات مقرر کئے گئے ہیں اور جن کو میقات کہا جاتا ہے وہاں احرام باندھے۔ میقات کی تفصیل اس باب کی دوسری فصل میں انشاءاللہ بیان ہوگی۔

۲)دوسرے یہ کہ احرام میں جن باتوں کی ممانعت ہے ان کے ارتکاب سے اپنے آپ کو دور رکھے۔ ممنوعات احرام کا بیان اسی باب کی چھٹی فصل میں انشاءاللہ آئے گا۔

احرام کی سنتیں

نو ہیں۔ ۱) حج کا احرام، حج کے مہینوں میں باندھنا۔ ان سے پہلے نہ باندھنا۔ کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اور یہ ہمارے نزدیک ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا بالکل جائز ہی نہیں۔ بخلاف عمرہ کے احرام کے کہ

وہ کسی خاص وقت پر موقوف نہیں۔

۲)اپنے شہر کی میقات سے یا اپنے راستہ میں پڑنے والی میقابت سے احرام باندھنا۔ اگر کسی نے اپنے راستہ کی میقات کے علاوہ دوسرے لوگوں کی میقات سے احرام باندھا تو یہ بکراہت جائز ہوگا۔ اس کی تفصیل اسی باب کی فصل دوم کے نوع اول میں انشاءاللہ بیان کی جائے گی۔

۳)احرام کے لئے غسل کرنا۔

۴)دو چادریں پہننا۔ ایک بطور تہبند کے دوسری بطور چادر کے۔

۵)احرام سے پہلے اپنے بدن پر خوشبو لگانا۔ وہ خوشبو چاہے ایسی ہو کہ اسکا اصل حصہ اور خوشبو کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے یا ایسی ہو کہ اسکا کوئی اثر باقی نہ رہے یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا مسلک ہے اور امام محمد محمد اللہ فرماتے ہیں کہ جس خوشبو کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے اس کا استعمال مکروہ ہے۔

اور بدن پر خوشبو لگانے کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ احرام کی چادروں کو بچایا جائے اس لئے کہ احرام کی چادروں پر ایسی خوشبو لگانے کے متعلق جس کا اثر و نشان اور خوشبو چادرون میں باقی رہ جائے، حضرات شیخین رحمہما اللہ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی ایسی خوشبو احرام کے کپڑے پر لگانا جائز نہیں جیسا امام محمد کے نزدیک جائز نہیں۔ (بحوالہ نہر الفائق و بحر الرائق)۔ باقی رہی ایسی خوشبو جس کا کوئی اثر احرام کے بعد باقی نہ رہے اسکا استعمال بدن اور کپڑے دونوں پر بالاتفاق جائز ہے۔

۶)اوقات مکروہہ نہ ہوں تو احرام کی دو رکعت پڑھنا۔

۷)روایات حدیث میں جو تلبیہ مذکور ہے اسی کو پڑھنا۔ اس میں سے کوئی لفظ کم

نہ کرنا۔ اور اسکے درمیان میں کسی لفظ کا اضافہ نہ کرنا۔ (تلبیہ کے آخر میں اضافہ جائز ہے)۔

۸) تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا۔ البتہ عورت آہستہ آواز سے پڑھے۔

آخر کے سات مسئلوں کی تفصیل اسی باب کی چوتھی فصل میں انشاء اللہ بیان ہو گی۔

احرام کے مستحبات

بہت ہیں۔ ان میں سے یہاں چند بیان کیے جاتے ہیں۔

۱) احرام کے غسل سے پہلے بغل وزیر ناف بالوں کو صاف کرے۔ مونچھوں کو پست کرے اور ناخن کٹوائے۔

۲) غسل احرام کی نیت کرے۔ اگرچہ اصل سنت کے حصول کے لئے مطلق نیت بھی کافی ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ ملا علی قاریؒ)

۳) تہبند اور چادر دونوں نئے ہوں یا کم از کم دھلے ہوئے ہوں۔ ان چادروں کا پہننا بجائے خود فعل مسنون ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

۴) جوتا پہننا۔ احرام کی حالت میں ہر قسم کا جوتا، چپل، سلیپر پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسا ہو کہ قدم کی ابھری ہوئی ہڈی اس سے نہ چھپے۔

۵) دل وزبان سے ایک ساتھ احرام میں نیت کرنا۔

۶) احرام کی دو رکعت پڑھنے سے فارغ ہوتے ہی نیت کرنا۔ جہاں نماز ادا کی تھی وہیں قبلہ رو جب تک بیٹھا ہے وہ وقت فراغ ہی ہے۔

۷) ہر وقت، ہر حال اور ہر جگہ کثرت سے تلبیہ پڑھنا۔ خصوصا جب کوئی جگہ یا وقت یا حال بدلنے لگے۔ (مثلاً طلوع وغروب، نشیب وفراز، قعود وقیام وغیرہ)۔

٨) آفاقی کو اگر یہ بھروسہ ہو کہ وہ اپنے آپ کو ممنوعات احرام سے بچائے رکھے گا تو اس کے لئے میقات سے پہلے ہی احرام باندھنا مستحب ہے۔ اگر یہ بھروسہ نہ ہو تو میقات سے پہلے اس کے لئے مستحب نہیں۔

مذکورہ مستحبات میں سے ہر ایک کے تفصیلی مسائل اور بعض دوسرے مستحبات کا بیان اسی باب کی چوتھی فصل میں انشاء اللہ آئے گا۔

پہلے باب کی دوسری فصل

حج وعمرہ کے احرام کی میقاتوں کا بیان

واضح رہے کہ احرام کی مواقیت دو طرح کی ہوتی ہیں۔

١) مواقیت مکانی

٢) مواقیت زمانی

ان دونوں قسموں کو بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم

احرام کی مکانی میقات۔ حج وعمرہ کرنے والے حضرات تین طرح کے ہوتے ہیں۔ آفاقی۔ میقاتی اور مکی۔

آفاقی۔ یہ وہ ہیں جو پانچوں مشہور میقاتوں سے باہر رہتے ہیں۔

میقاتی۔ وہ ہیں جو یا تو ان خاص جگہوں ہی میں قیام پذیر ہوں جو میقات کہلاتی ہیں یا کسی میقات اور حرم کے درمیانی علاقہ میں جو حل کہلاتا ہے، بستے ہوں۔

اور مکی وہ ہیں جو خاص مکہ معظمہ میں یا زمین حرم میں، کسی جگہ رہتے ہوں۔

ان تینوں کے لئے احرام کی جگہیں مختلف ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان

تینوں کے لئے احرام کی جو میقات ہے وہ بیان کی جائے۔

آفاقی کے لئے احرام باندھنے کے مقام کا بیان

آفاقی کے لئے پانچ سمتوں میں پانچ میقاتیں مقرر ہیں۔ احرام چاہے حج کا ہو چاہے عمرہ کا۔ اور اہل مدینہ کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو مدینہ سے گزر کر آئیں میقات ذوالحلیفہ ہے۔ جو مدینہ سے باہر چار، یا چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عوام میں یہ مقام بیئر علی کے نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مقام کے کسی کنویں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنوں سے لڑائی ہوئی تھی مگر یہ بات کسی کتاب سے ثابت نہیں۔ بلکہ علماء نے ایسا کہنے والے کو جھوٹا فرمایا ہے۔ (بحوالہ ابن امیر الحاج)

سید نورالدین علی سمہودی نے "تاریخ مدینہ" میں لکھا ہے کہ میں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب السلام سے ذوالحلیفہ کی مسجد شجرہ کے دروازہ تک پیائش کی تو یہ فاصلہ انیس ہزار سات سو بتیس ہاتھ تھا۔ ایک ہاتھ چوبیس انگلی کا تھا۔ اور ذوالحلیفہ سے مکہ مکرمہ تک کی مسافت ایک سو اٹھانوے میل ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "فتح الباری شرح بخاری" میں اسکی صراحت کی ہے۔

اور "در مختار شرح تنویر الابصار" میں کہا گیا ہے کہ ذوالحلیفہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان فاصلہ دس منزل کے برابر ہے۔

اہل مصر و شام اور اہل مغرب، جو ارض تبوک کے راستہ سے گزر کر آئیں ان کی میقات جحفہ (جیم پر پیش ح پر جزم) ہے۔ اور اگر یہ لوگ مدینہ منورہ سے گزر کر آئیں تو ان کے لئے بھی ذوالحلیفہ ہی میقات ہے۔

اور جو کوئی دو میقاتوں کے درمیان سکونت پذیر ہو جیسے اہل بدر و صفراء اور اہل خیف وابواء جو ذوالحلیفہ اور جحفہ کے درمیان سکونت رکھتے ہیں، ان کے متعلق علماء کی

آراء مختلف ہیں۔ قابل اعتماد قول یہ ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جحفہ میقات ہے۔

بحر عمیق میں لکھا ہے کہ جو ذوالحلیفہ اور جحفہ کے درمیان رہتا ہے اس کے لئے جحفہ سے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں جیسا کہ آفاقی کے لئے جائز نہیں۔

جحفہ زمانہ سابق میں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے درمیان رابغ کے قریب ایک قصبہ تھا۔ جحفہ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ پانچ منزل ہے۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب میں جو یہ فاصلہ تین منزل بتایا ہے وہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ (بحوالہ فتح الباری)

اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ تک کا فاصلہ پانچ منزل ہے۔ اور وہاں (جحفہ) سے مدینہ منورہ تک سات منزل۔

علامہ مرشدی نے شرح منسک متوسط میں کہا ہے کہ جحفہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان فاصلہ بیاسی (۸۲) میل ہے۔

جحفہ آجکل ایک ویرانہ ہے بلکہ یقین کے ساتھ اب کسی کو بھی اسکی صحیح جگہ معلوم نہیں۔ اس لئے اب علماء نے احرام کے لئے "رابغ" کو میقات قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے رابغ سے احرام باندھا اس نے صحیح جگہ سے احرام باندھا۔ (یعنی جحفہ سے پہلے ہی)۔ کیونکہ رابغ، جحفہ سے بالیقین پہلے پڑتا ہے۔ اور میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے۔ رابغ (ب کے زیر کے ساتھ) مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان، ایک مشہور وادی ہے اور اس کو رابق (ق کیساتھ) بھی کہتے ہیں۔ آج کل اس وادی میں ایک قصبہ آباد ہے جو پہلے زمانہ میں نہیں تھا۔

اور نجد یمن۔ نجد حجاز اور نجد تہامہ والے اور جوان کے ہاں سے گزر کر آئیں تو ان کے لئے میقات "قرن" ہے۔ قرن (ق پر زبر، ر پر جزم) ایک قصبہ ہے جو طائف

کے قریب ہے۔ نہایہ شرح ہدایہ میں کہا گیا ہے کہ قرن سے مکہ مکرمہ تک دو منزل فاصلہ ہے۔

باقانی نے شرح ملتقی الابحر میں لکھا ہے کہ قرن سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ پچاس میل ہے۔

باقی اہل یمن تہامہ یا جو ان کے ہاں سے گزر کر آئیں ان کی میقات یلملم ہے۔ وہ ایک پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ پہاڑ اس زمانے میں سعدیہ مشہور ہو گیا ہے۔ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ یلملم سے مکہ مکرمہ تک کا فاصلہ تیس میل ہے۔

اور اہل عراق، اہل بصرہ و کوفہ اور اہل خراسان وغیرہ کے لئے احرام کی میقات ذات عرق ہے (ع پر زیر ر پر جزم) وہ ایک مقام ہے جو فتح الباری میں شرح بخاری کی تصریح کے مطابق مکہ مکرمہ سے بیالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

امام نوویؒ نے اپنی ایضاح میں، علامہ ابن حجر مکیؒ نے اپنے تحفہ میں لکھا ہے کہ ذات عرق کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے دو منزل کا ہے۔ جیسا کہ یلملم اور قرن سے ہے۔

علامہ قلقشندی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ مکرمہ سے سب سے دور میقات ذوالحلیفہ ہے اور سب سے قریب بجانب مکہ قرن ہے۔ (بحوالہ نووی وغیرہ)۔

لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جو یہ کہا ہے کہ قرن کا فاصلہ مکہ مکرمہ تک بیالیس میل اور یلملم مکہ مکرمہ سے تیس (۳۰) میل ہے تو اس حساب سے تو یلملم سب سے قریب کی میقات ہوئی۔

اہل عراق وغیرہ کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ احتیاطاً وادی عقیق سے احرام باندھ

لیں کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ذات عرق زمانہ سابق میں چونکہ ایک قصبہ تھا جو ویران ہو گیا اور اسکی آبادی مکہ مکرمہ سے قریب ہی منتقل ہو گئی، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ وادی عقیق سے احرام باندھ لیا جائے، جو ذات عرق سے ایک منزل پہلے آتی ہے اور یہ وادی عقیق اس وادی عقیق کے علاوہ ہے جس کے بارے میں "العقیق واد مبارک" کے الفاظ آئے ہیں۔ کیونکہ یہ وادی مبارک مدینہ منورہ سے قریب چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کی تحقیق خلاصۃ الوفاء وغیرہ میں مذکور ہے۔

☆ مسئلہ: جو شخص ان پانچوں میقات سے گزرے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ میقات شروع ہونے کی جگہ سے ہی احرام باندھ لے تاکہ میقات کے تمام حصے سے اس کا گزرنا، احرام کے ساتھ ہو۔ ذوالحلیفہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ وہاں مسجد شجرہ سے احرام باندھنا افضل ہے جو ذوالحلیفہ کے اندر واقع ہے۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مسجد سے احرام باندھا تھا۔ اور وہ مسجد آج تک باقی ہے۔ (بحوالہ ابن حجر مکیؒ فی تحفہ)

☆ مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے راستہ کی میقات کو چھوڑ کر احرام باندھنے کے لئے دوسری میقات کی طرف جائے تو یہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اپنے شہر سے یا اپنے راستہ کی میقات سے احرام باندھنا مسنون ہے اور اس شخص نے یہ سنت ترک کر دی۔

☆ مسئلہ: جس شخص کے راستہ میں دو میقاتیں پڑتی ہوں جیسے اہل مدینہ کہ ان کے راستہ میں ذوالحلیفہ اور جحفہ دونوں میقاتیں پڑتی ہیں تو ان کے لئے جائز ہے کہ ذوالحلیفہ سے بغیر احرام گزر کر جحفہ سے احرام باندھ لیں۔ ان پر کوئی دم واجب نہ ہوگا۔ لیکن ارتکاب فعل مکروہ لازم آئے گا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تھا اس لئے اس کی مخالفت مکروہ ہوگی۔ اور یہ احناف کا مسلک

ہے،اور امام مالک،وشافعی واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک ایسا کرنے والے پر دم لازم آئے گا۔

☆ مسئلہ: جو شخص ایسے خشکی یا سمندری راستہ سے سفر کرے جس کے دوران ان پانچوں میقاتوں میں سے کوئی میقات نہ پڑتی ہو تو وہ اندازہ لگائے اور ان پانچوں مقامات میں سے کسی ایک کے محاذات سے احرام باندھ لے۔

مکہ مکرمہ کے قریب کی میقات کے محاذات سے اگر کوئی احرام باندھے تو چاروں اماموں کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن زیادہ افضل یہ ہے کہ جو میقات دور ہو اس کے محاذات سے احرام باندھے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ محاذات معلوم ہو جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو پھر مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر احرام باندھ لے۔ جیسا کہ سمندر سے براہ جدہ آنے والے احرام باندھتے ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی بھی میقات دو منزل سے کم فاصلہ کی نہیں۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مناسک پر اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی آفاقی بغیر احرام میقات عبور کرلے اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ یا ارض حرم میں داخل ہونے کا ہو تو اس پر حج وعمرہ کی دونوں عبادتوں میں سے ایک عبادت فرض ولازم ہوگئی اور اس کا احرام باندھنا اس پر واجب ہو گیا۔اب یہاں سے وہ آگے بڑھے گا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب اور ارتکاب فعل حرام کے۔ اس پر لازم ہے کہ یہاں سے کسی میقات پر جائے تاکہ احرام باندھ لے۔اس وقت اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے گزر کر آیا ہے خاص اسی میقات پر جائے۔ اگر وہ کسی میقات پر واپس نہیں گیا تو اس پر ایک دم ذبح کرنا واجب ہو گیا۔

بغیر احرام کے میقات سے عبور،حج وعمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض مثلاً

تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے، سب کا حکم برابر ہے۔ یہ احناف کا مسلک ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی نے میقات بغیر احرام عبور کی اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ ارض حرم میں حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور تجارتی یا ذاتی ضرورت کی خاطر داخل ہونے کا ہے تو اس کے لئے احرام ضروری نہیں۔

اور اگر کوئی میقات سے بغیر احرام گزر آیا۔ اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ یا ارض حرم میں داخلہ کا نہیں ہے بلکہ وہ ارض حل میں جانا چاہتا ہے تو پھر بالاتفاق (بین الاحناف و الشوافع) اس کے لئے احرام لازم نہیں۔

☆ مسئلہ: جب کوئی آفاقی میقات سے بغیر احرام کے گزر آیا، پھر اسی سال وہ کسی میقات پر گیا اور وہاں اس نے حج فرض ادا یا قضا، یا حج نفل یا حج نذر، یا عمرہ قضا، عمرہ ادا، عمرہ نذر، نفل سنت، عمرہ مستحب، میں سے کسی ایک کی نیت سے احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں، اس کے ذمہ دو عبادتوں میں کی ایک عبادت اور دم جو واجب ہو گیا تھا ساقط ہو جائے گا۔ چاہے اس نے احرام کے وقت اس کی نیت نہ بھی کی ہو۔ اس لئے کہ اصل مقصد تو اس مبارک خطہ کی تعظیم ہے اور وہ ان مذکورہ تمام صورتوں کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے۔

اور ہم نے جو ''اسی سال'' کی قید لگائی ہے وہ اس لئے ہے کہ جس سال گزرا تھا اسی سال میقات پر واپس نہ جائے گا بلکہ دوسرے سال جائے گا تو وہ سزا ساقط نہ ہو گی۔ یعنی دم بھی اور کسی ایک عبادت کی ادائیگی بھی اس کے ذمہ باقی رہے گی۔ ہاں جب احرام میں ان کی نیت کر لے گا تو ساقط ہو جائیں گی۔

اور میقات پر لوٹنے کی شرط اس لئے لگائی کہ میقات آفاقیہ پر لوٹ کر نہ جائے بلکہ حل یا حرم سے ہی احرام باندھ لے تو اس کے ذمہ سے نہ عبادت ساقط ہو گی نہ دم۔

(صحیح یہ ہے کہ یہاں یہ کہنا چاہئے تھا کہ اس سے دم ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ بغیر میقات تک لوٹے اگر حج و عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر دو عبادتوں میں ایک واجب شدہ عبادت ساقط ہو جاتی ہے چاہے وہ حج ہو یا عمرہ اور اب بجز احرام احد النسکین کے لئے میقات پر نہ لوٹنے کے اور کوئی بات نہ رہی اور یہ گناہ اور باعث دم ہے۔

(مخدوم محمد ابراہیم)

☆ مسئلہ: اگر کسی شخص نے کئی بار میقات کو بغیر احرام عبور کیا تو ہر مرتبہ میں اس پر ایک حج یا ایک عمرہ اور ایک قربانی واجب ہوگی۔ اگر اس نے اسی سال حج یا عمرہ فرض، نذر وغیرہ کا احرام باندھ لیا تو صرف آخری بار کی سزا معاف ہوگی۔ یعنی ایک قربانی اور سزا، ایک حج یا عمرہ معاف ہوگا۔ باقی مرتبہ کی خلاف ورزیوں کے مطابق حج یا عمرہ اور قربانی ساقط نہیں ہوں گی۔

اور اگر خلاف ورزی کے سال احرام نہیں باندھا بلکہ دوسرے سال کسی عبادت کا احرام باندھا تو جب تک اس احرام کے وقت نیت متعین نہ کرے تو نہ عبادت ساقط ہوگی نہ قربانی۔

☆ مسئلہ: اوپر جو بیان ہوا وہ تو آفاقی کے احرام کے میقات سے مؤخر کرنے کے بارے میں تھا۔ اب رہا میقات سے پہلے احرام باندھنے کا مسئلہ تو آفاقی کے لئے مواقیت مذکورہ سے پہلے احرام باندھنا بالکل جائز ہے۔ بلکہ جو ممنوعات احرام سے بچنے کی ہمت و طاقت رکھتا ہو اس کے لئے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی افضل ہے کہ وہ میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لے۔ اور جتنا پہلے احرام باندھے گا اتنا ہی اچھا ہے، اگر اپنے گھر کے دروازے سے ہی احرام باندھ کر نکلے تو یہ بہت ہی اعلیٰ و اکمل درجہ کا احرام ہوگا۔ اسی لئے بعض صحابہؓ نے عراق و خراسان تک سے احرام باندھا

ہے۔(بحوالہ صحیح بخاری)۔ ہاں اگر کسی میں برداشت کی ہمت نہ ہو تو اس کے لئے میقات سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے۔ قادر وغیر قادر کی جو تفصیل بیان ہوئی یہ احناف کا مسلک ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاہے اس میں برداشت کی قدرت ہی ہو تب بھی افضل یہی ہے کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھے۔یہی ان کا قول اصح ہے۔

میقاتی کے لئے احرام کی جگہ

واضح رہے کہ جو شخص بالکل میقات پر ہی رہتا ہے یا میقات و حرم کے درمیان رہتا ہے اسکے احرام کے لئے تمام حل جگہ ہے۔ چاہے حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا۔ ان کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں۔

اگر وہ حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور ارادہ سے مکہ مکرمہ یا ارض حرم میں داخل ہوں تو اس کے لئے احرام کی ضرورت نہیں۔ہاں حج و عمرہ کے ارادہ سے جائیں تو پھر ان کے لئے بھی احرام واجب ہے۔اگر وہ اس وقت احرام نہ باندھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حل واپس جائیں اور وہاں سے احرام باندھ کر آئیں۔اگر وہ واپس نہیں جائیں گے تو ان پر بھی دم کی قربانی واجب ہو گی۔

مکی کے لئے احرام کی جگہ

جس کی رہائش حرم کے اندر ہے، جیسے مکہ، منیٰ وغیرہ میں، ان حضرات کے حج و عمرہ کے احرام کے لئے علیحدہ علیحدہ مقام ہیں۔

حج کے احرام کے لئے ساری ارض حرم ان کے لئے میقات ہے۔ افضل یہ ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھیں۔اور یہی اہل مکہ کے لئے بھی افضل ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل مکہ کے لئے افضل مسجد حرام ہے اور مسجد حرام میں بھی حطیم کے پرنالہ

کے نیچے کا حصہ اکمل ہے۔

اور ان کے عمرہ کے احرام کی میقات حل کی تمام زمین ہے تاکہ عمرہ میں انہیں سفر کی کچھ مشقت حاصل ہو تاکہ اجر بڑھے۔ عمرہ کے لئے افضل مقام ان کے لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو تنعیم ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جعرانہ۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جعرانہ سے احرام باندھا تھا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے احرام باندھ کر آنے کا حکم فرمایا تھا۔ پس امام شافعیؒ کے نزدیک تو فعلی دلیل قول سے زیادہ قوی ہے اور ہمارے نزدیک قولی دلیل فعل سے زیادہ قوی ہے۔

نیز ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے احرام وہاں کا ارادہ کر کے نہیں باندھا تھا بلکہ طائف سے واپسی پر چونکہ آپ کا وہاں سے گزر ہوا اس لئے آپ نے وہاں سے احرام باندھ لیا۔ اس سے تنعیم پر اس کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز محمد ابن سیرینؒ سے بطریق مرسل ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے لئے تنعیم کو میقات مقرر فرمایا تھا (رواہ ابوداؤد فی المراسیل) پس اس سے بھی افضلیت تنعیم کی تقویت ثابت ہوتی ہے۔

تنعیم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستے پر تین میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے۔ اسکے نزدیک دو مسجدیں مساجد عائشہ کے نام سے مشہور ہیں۔ علماء کی آراء اس معاملہ میں مختلف ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تنعیم میں جو احرام باندھا تھا اسکی معین جگہ کونسی ہے۔ اس میں دو اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کے احرام کی جگہ وہ مسجد ہے جو حرم کی جانب سے قریب ہے۔ ابن جریج اور

مثنیٰ بن صباح سے یہی منقول ہے اور اہل مکہ میں یہی معروف ہے۔ جیسا کہ الفاکہی نے ذکر کیا ہے۔

اور بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ آپ کے احرام کی جگہ وہ مسجد ہے جو حرم سے دور ہے اور ایک اونچے ٹیلے کے نشیب کے قریب بنی ہوئی ہے۔

شیخ محب الدین طبری نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔ اور ان دونوں مسجدوں میں ایسے پرانے پتھر لگے ہوئے ہیں جن پر تحریر شدہ عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہیں سے احرام باندھا۔ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں اقوال کا تضاد یوں دور کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ یہاں سے احرام باندھا ہو اور دوسری مرتبہ وہاں سے۔ اور یہ مساجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو بنی نہیں۔ بعد میں کسی نے اس مقصد کے لئے بنائیں کہ تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احرام باندھنے کی جگہ کی نشانی باقی رہے۔ جیسا کہ ابن صباح نے اپنی منسک میں ذکر کیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریب و بعید کی ان دونوں مسجدوں کا درمیانی فاصلہ آٹھ سو بہتر گز ہے۔ (جدید گز مراد ہے)۔ اور ان دونوں مسجدوں کے درمیان ایک کنواں ہے، اور یہ دور والی مسجد اور یہ کنواں ۶۴۵ ہجری میں تعمیر ہوئے۔ قریب والی مسجد ان کے بعد دو مرتبہ تعمیر ہوئی ہے۔ جیسا کہ ملا رحمت اللہ سندھی کی منسک متوسط کے بعض شارحین نے بیان کیا ہے۔

اور جعرانہ (جس کا تلفظ قول اصح کے مطابق بکسر جیم، سکون عین و تخفیف را ہے، یا ج، ع کے زیر اور ر، پر تشدید کے ساتھ) وہ مکہ مکرمہ سے طائف کے راستہ میں اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

احرام باندھنے کی جگہ وہ مسجد ہے جو وادی کے پیچھے اس کنارہ پر ہے جو مکہ مکرمہ سے دور پڑتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وادی احرام کی حالت میں طے فرمائی تھی۔ یہاں ایک اور مسجد بھی ہے جو مکہ مکرمہ کی طرف سے قریب ہے، یہ مسجد ایک قریشی نے بنوائی تھی، اور اسکو مسجد ہی قرار دیا تھا۔ اور یہ مسجد وہ نہیں ہے جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تھا۔ جیسے بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔

تنعیم وجعرانہ بہرحال ارض حل میں داخل اور ارض حرم سے خارج ہیں۔

☆ مسئلہ : حرم کا رہنے والا اگر حج کا احرام حل سے یا عمرہ کا احرام، حرم سے باندھے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اس پر لازم ہے کہ وہ شرع کے مقرر کردہ مقام پر لوٹے اور صحیح جگہ سے احرام باندھے۔ ورنہ اس پر دم قربانی واجب ہوگی۔

فائدہ

ہم نے آفاقی، مکی، میقاتی کے لئے احرام کے مقامات کے متعلق جو مسائل ذکر کئے ہیں، ان میں ان حضرات کا موجود ہونا کافی ہے۔ ان کا وطن اصلی بنالینا مراد نہیں ہے۔ اس کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شرعی طریقہ کے مطابق کسی جگہ پہنچ جائے تو وہ وہاں کے اصل باشندوں کے حکم میں ہو جائے گا۔ مثلاً آفاقی یا میقاتی شرعی طریقہ کے مطابق مکہ مکرمہ یا حرم میں پہنچ جائے اس وقت احرام کے لئے اسکی بھی وہی میقات ہوگی جو اہل مکہ کی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مکی اپنی کسی ضرورت سے آفاق یا حل میں چلا جائے تو اسکے لئے بھی احرام کی وہی میقات ہوگی جو آفاقی یا حلی کے لئے ہے۔ اہل مکہ کی میقات اس وقت اسکی میقات نہ ہوگی۔

اور شرعی طریقہ کی مطابق پہنچنے کی شرط جو ہم نے لگائی ہے وہ اس لئے کہ اگر آفاقی مذکورہ مواقیت خمسہ سے بغیر احرام تجاوز کر جائے اور حل یا حرم میں داخل

ہو جائے، میقاتی احرام کے لئے حل سے گزر کر حرم میں داخل ہو جائے، یا مکی، وہاں سے احرام حج کے لئے آفاق کی طرف چلا جائے، اس وقت اس کے لئے ان لوگوں کا سا حکم نہ ہوگا جہاں وہ پہنچا ہے، بلکہ اس کے لئے لازم ہوگا کہ اپنی میقات کی طرف لوٹ کر جائے، کیونکہ ان کا آنا جانا شرعی طریقہ کے خلاف ہوا ہے۔(اور اگر نہیں لوٹیں گے تو گنہگار بھی ہوں گے اور دم بھی لازم ہوگا۔ (بحوالہ ملا علی قاریؒ علی اللباب)

اور حدود ارض حرم کی مقدار کے متعلق تیرہویں باب کی دسویں فصل میں انشاء اللہ ذکر آئے گا۔

دوسری قسم: احرام کی زمانی میقات کے بیان میں

واضح رہے کہ حج کے احرام کے لئے زمانہ، حج کے مہینے ہیں۔ اور وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔(۱۰ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک)۔ ہمارے نزدیک، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عید کا دن اشہر حج میں شامل نہیں۔

☆ مسئلہ: احرام حج کے لئے حج کے مہینوں کا وقت مقررہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان دنوں میں احرام باندھنا مسنون ہے۔ پس اگر کسی نے شوال سے پہلے احرام حج باندھ لیا تو بکراہت تنزیہی جائز ہو جائے گا۔(مگر بحر، اور دُر میں مکروہ تحریمی کہا ہے) چاہے اس میں ممنوعات احرام سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کی ہمت و قدرت ہو یا نہ ہو۔ یہ ہمارا مسلک ہے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوال سے پہلے حج کا احرام باندھنا قطعاً جائز نہیں۔

☆ مسئلہ: اپنے مسلک کے مطابق ہم نے شوال سے پہلے حج کے احرام باندھ لینے کا جو جواز ذکر کیا ہے، وہ صرف احرام کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ حج کے باقی تمام

افعال مثلاً طواف قدوم، وقوف عرفات و مزدلفہ، طواف زیارت، حج کی سعی، یہ ہمارے نزدیک بھی حج کے مہینوں سے پہلے ادا کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اس میں ہم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں متفق ہیں۔

اب رہا عمرہ کے احرام کا زمانہ، تو اگر کوئی غیر مکی ہے تو اسکے لئے پانچ دن یعنی ۹ تا ۱۳ ذی الحجہ چھوڑ کر پورا سال عمرہ کا زمانہ ہے۔ ان پانچ دنوں میں احرام کی ابتداء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے کراہت کی پرواہ نہ کر کے ان پانچ دنوں میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اسے عمرہ توڑنے کے لئے کہا جائے۔ اگر وہ مان لے تو اس عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ توڑنے کا ایک دم دے۔ اور اگر کوئی نہ مانے اور ان دنوں ہی میں عمرہ کر لے تو یہ عمرہ کراہیت (تحریمہ) کے ساتھ صحیح ہو جائے گا۔ اور اس پر کوئی دم لازم نہ آئے گا۔ اس طرح اس نے عمرہ توڑا تو نہیں، مگر ۱۳ ذی الحجہ تک توقف کیا اور اسکے بعد عمرہ کا طواف کیا تو اس پر بھی دم لازم نہ ہوگا۔

اور اگر کسی نے عمرہ کا احرام ان دنوں سے پہلے باندھا تھا، (اور عمرہ نہ کرپایا کہ) یہ ایام آگئے، اس وقت اس پر عمرہ توڑنا لازم نہیں، اگر وہ سابق احرام سے ان دنون میں عمرہ کرلے تو کوئی بات نہیں۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ ۱۳ ذی الحجہ تک انتظار کرلے۔

لیکن اگر عمرہ کرنے والا مکی حقیقی یا حکمی ہو۔۔ حقیقی تو ظاہر ہے، مکی حکمی وہ ہوتا ہے جو کسی میقات سے جائز طور پر مکہ میں آیا ہو۔۔ تو ان کے لئے حج کے مہینوں کے علاوہ دنوں میں عمرہ کرنا بالکل جائز ہے۔ مگر اسی سال اگر ان کا ارادہ حج کرنے کا ہو تو اشہر حج میں عمرہ ان کے لئے مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس سال حج کا ارادہ نہ ہو تو پھر اشہر حج کے دوران بھی عمرہ جائز ہے۔

☆ مسئلہ: عمرہ کے لئے افضل وقت رمضان شریف ہے کیونکہ سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے، اور ایک روایت میں فرمایا ہے کہ رمضان کا عمرہ میرے ہمراہ حج کرنے کے برابر ہے۔ (او کما قال) رواہ بخاری۔

تیسری فصل

احرام کے اقسام کا بیان

واضح رہے کہ جن عبادتوں میں احرام لازم ہے وہ دو ہیں۔ اول حج، دوم عمرہ۔ پھر ان دونوں عبادتوں کے لئے احرام کی قسمیں ہیں۔ بعض شرعاً درست ہیں بعض ممنوع۔

احرام کی مشروع صورتیں چار ہیں۔ اول قران کے لئے۔ دوم تمتع کے لئے۔ سوم حج مفرد کے لئے۔ چہارم عمرۂ مفرد کے لئے۔ ان چاروں قسموں میں اول یعنی قران افضل ہے۔ اسکے بعد دوسرا، یعنی تمتع، پھر تیسرا یعنی حج افراد۔ پھر چوتھا یعنی عمرہ۔ اور از روئے شرع یہ چاروں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن پہلی اور دوسری قسم صرف آفاقی کے لئے مشروع ہے۔ اور تیسری و چوتھی قسم سب لوگوں کے لئے مشروع ہے چاہے وہ آفاقی ہوں یا مکی و میقاتی۔ اور احرام کی ممنوع قسمیں چھ ہیں۔

۱) ایک ہی احرام سے دو یا تین یا زیادہ حج کرنا۔

۲) ایک احرام سے دو، تین بار یا زیادہ عمرے کرنا۔

۳) آفاقی وغیرہ کا حج کے احرام میں عمرہ بھی کرنا۔

۴) مکی کا عمرہ کے احرام میں حج بھی کرنا۔

۵) قران کا احرام مکی کے لئے۔

۶) تمتع کا احرام مکی کے لئے۔

احرام کی مشروع صورتوں کی تفصیل

۱)حج افراد۔۔وہ حج کہلاتا ہے کہ ایام حج میں صرف حج کرے،اس سال عمرہ نہ کرے اور اگر عمرہ کرے تو یا تو حج کے مہینوں سے پہلے کرے یاایام حج گزر جانے کے بعد کرے۔

۲)صرف عمرہ۔اس سال صرف عمرہ کرے حج نہ کرے۔یااگر حج کرے تو عمرہ اشہر حج سے پہلے کرے یاایام حج کے بعد کرے۔

۳)حج تمتع۔۔وہ کہلاتا ہے کہ اول عمرہ کرے۔اس سے فارغ ہو کر حج کر لے،مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ دونوں اشہر حج میں ہوں،ایک سفر میں ہوں۔سفر حقیقی ہو یا حکمی۔

حج تمتع کی کیفیت یوں ہے کہ اول اشہر حج میں عمرہ ادا کیا۔بعد میں اسی سال حج بھی کیا۔اور دونوں کے درمیان اپنے گھر صحیح طریقہ کے مطابق واپس بھی نہ گیا ہو۔رجوع صحیح،احرام سے فارغ ہو کر جانے کو کہتے ہیں۔اب اگر کسی شخص نے اشہر حج میں عمرہ کیا،اور عمرہ کا احرام کھول دیا۔پھر اپنے گھر (آفاق) چلا گیا۔کچھ عرصہ بعد اشہر حج ہی میں واپس لوٹ آیا اور نئے احرام سے حج کر لیا تو یہ حج تمتع نہ ہوگا۔بلکہ حج و عمرہ دونوں مفرد ہوں گے۔اور اگر رجوع فاسد کے طریقہ سے وطن گیا یعنی عمرہ کے احرام کو کھولے بغیر اسی احرام میں چلا گیا یا حج کا احرام باندھ کر گیا تو اس صورت میں وہ حج تمتع ہو جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ لوٹ کر گھر گیا ہی نہیں۔

اور عمرہ کا اشہر حج میں ہونا جو مشروط کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے طواف کے چار چکر اشہر حج میں ہونے لازمی ہیں۔چاہے احرام اشہر حج سے پہلے ہی کا بندھا ہوا ہو۔اور اگر عمرہ کے طواف کے چار چکر حج کے مہینوں سے پہلے کر لئے اور تین

چکر اشہر حج میں کئے تو وہ شخص متمتع نہ ہوگا بلکہ مفرد ہوگا۔

اور حج قران کی تعریف یہ ہے کہ حج و عمرہ کی دونوں عبادتوں کا اشہر حج میں ایک ہی احرام سے ادا کرنا۔ بیچ میں احرام نہ کھولنا۔

حج قران کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یا تو احرام باندھتے وقت حج و عمرہ ایک ساتھ ادا کرنے کی نیت کرے۔ یا اگر صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھا ہو تو طواف عمرہ کے چار چکر کرنے سے پہلے اسی احرام میں حج کی بھی نیت کرلے۔ بشرطیکہ عمرہ کے یہ چار چکر حج کے مہینوں میں کر رہا ہو، گو احرام اشہر حج سے پہلے کا بندھا ہوا ہو۔

یا صرف حج کا احرام باندھا ہو تو بعد میں اسی احرام میں عمرہ کی نیت کر کے داخل ہو جائے، بشرطیکہ یہ ادخال وقوف عرفات سے پہلے ہو۔

ان تینوں صورتوں میں قران شرعی ہو جائے گا۔ البتہ تیسری صورت میں خلاف سنت ہونے کی وجہ سے کچھ کراہت ہوگی۔ کیونکہ قران کا سنت طریقہ یہ ہے کہ حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھے یا عمرہ کا احرام پہلے باندھے اور حج کے احرام کو اس میں داخل کرے۔ اسکے برعکس خلاف سنت ہوگا۔

پھر اس کراہت کے درجات میں بھی تفصیل ہے۔

اگر اس نے عمرہ کا احرام حج کے احرام میں طواف قدوم شروع کرنے سے قبل داخل کیا تو کراہت معمولی ہوگی۔ اور اگر طواف قدوم شروع کرنے کے بعد حج کے احرام کے ساتھ عمرہ کے احرام کو شامل کیا تو چاہے طواف کا ایک ہی چکر کیا ہو، اس صورت میں پہلی صورت سے زیادہ کراہت ہوگی۔ اور اگر طواف قدوم کا اکثر حصہ کرنے کے بعد یا پورے طواف قدوم کے بعد ایسا کیا تو برائی اور کراہت دونوں صورتوں سے زیادہ ہوگی۔

اور اگر وقوف عرفات کے بعد ایسا کیا تو وہ قارن ہو گا ہی نہیں۔ اس پر لازم ہے کہ عمرہ توڑ دے۔ اور افعال حج سے فارغ ہو کر عمرہ کی قضا کرے۔ اور عمرہ توڑے یا نہ توڑے ہر صورت میں دم واجب ہو گا۔ کیونکہ اس نے ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے کہ حج کے احرام والے کے لئے حج کے افعال سے فارغ ہونے سے قبل عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے۔

وقوف عرفات کے بعد عمرہ کے احرام کو حج کے احرام میں داخل کرنے پر، عمرہ کے توڑنے اور دم واجب ہونے کا جو حکم ہے، وہ برابر ہے چاہے وہ ادخال حلق سے پہلے یا اسکے بعد طواف زیارت سے پہلے یا طواف زیارت کے بعد اور رمی جمار سے پہلے ہو۔ اور اگر حلق، طواف زیارت، اور رمی جمار کے بعد احرام باندھا تو جائز بلکہ مستحب ہے گو طواف وداع باقی ہو۔

☆ مسئلہ : تمتع اور قران کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ حج وعمرہ کی دونوں عبادتیں حج کے مہینوں میں ہوں۔ ان کے احرام کا اشہر حج میں ہونا ضروری نہیں۔

☆ مسئلہ : حج افراد اور دوسرے حجوں میں فرق یہ ہے کہ قران وتمتع میں ایک بکری کی قربانی واجب ہے، افراد میں واجب نہیں۔ گو مستحب اس کے لئے بھی ہے۔

اور قران اور دوسرے حجوں میں یہ فرق ہے کہ قارن اگر کسی ایسی بات کا ارتکاب کرے جو ممنوعات احرام میں سے ہو تو اس پر دوہرا کفارہ ہو گا۔ کیونکہ وہ دو احرام باندھے ہوئے ہے۔ البتہ چند مستثنیات ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ وہاں البتہ اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہو گا۔ بخلاف مفرد و متمتع کے کہ ان پر ایک جرم کی ایک ہی سزا لازم ہو گی۔ ہاں متمتع کے ساتھ اگر قربانی کا جانور بھی ہو، یا جانور تو نہ ہو مگر یہ عمرہ کرکے سر منڈا کر حلال نہ ہوا ہو اور ویسے ہی حج کا احرام باندھ لیا ہو اور پھر حج کے احرام

کے بعد ممنوعات احرام میں سے کسی کا ارتکاب کیا ہو تو اس وقت اس کا حکم بھی قارن کا سا ہو گا۔ کیونکہ اس نے دو احرام جمع کر لئے۔

اور قران و تمتع میں ایک فرق یہ ہے کہ متمتع اگر اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر نہ آیا ہو تو اس کے لئے جائز بلکہ مستحب یہ ہے کہ وہ حج وہ عمرہ کے درمیان احرام کھول دے۔ کیونکہ اسے متمتع اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حج و عمرہ کے درمیان ایسی باتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے جو ممنوعات احرام کہلاتی ہیں۔ بخلاف قارن کے کہ اس کے لئے دونوں عبادتوں کی تکمیل سے پہلے احرام سے نکلنا جائز نہیں۔ پس اگر قارن عمرہ سے فارغ ہو کر سر منڈا لے تو وہ احرام سے خارج نہیں ہو گا بلکہ اس پر دو دم لازم آئیں گے۔ کیونکہ یہ جنایت دو احراموں میں پائی گئی۔

☆ مسئلہ: صرف حج یا صرف عمرہ، آفاقی و مکی دونوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن تمتع و قران، حنفیہ کے نزدیک مکی کے لئے منع ہیں، آفاقی کے لئے جائز۔ اور پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت عدم جواز کی ہے۔ کہ اگر کرے تو حج صحیح اور منعقد ہو جائے گا۔ یا ایسی ممانعت ہے کہ اگر کرے تو حج صحیح ہی نہ ہو گا۔ تو صحیح صورت یہ ہے کہ مکی اگر قران کر لے تو منعقد ہو جائے گا۔ مگر اس پر جو دم واجب ہو گا وہ دم جنایت ہو گا۔ دم شکر نہیں ہو گا۔ جیسا کہ آفاقی کا ہوتا ہے۔

اور عمرہ کا یہ حکم ہے کہ اگر مکی عمرہ اور حج کے درمیان احرام سے حلال ہو گیا تو وہ عمرہ ہو گا ہی نہیں۔ کیونکہ تمتع کا مطلب ہے ایک سفر میں دو عبادتوں کا جمع کرنا، بغیر صحیح طریقہ پر اپنے گھر واپس آئے۔ گھر واپس جانے کا مطلب ہے احرام سے فارغ ہو کر جانا۔ اور مکی جب متمتع ہوا اور حج و عمرہ کے درمیان حلال ہو گیا۔ اور اپنے گھر صحیح طریقہ کے مطابق لوٹ آیا۔ تو تمتع کے صحیح ہونے کی شرط اس کے حق میں فوت ہو گئی۔

ایسی صورت میں وہ اس ممانعت میں داخل نہ ہوگا جو مکی کو تمتع نہ کرنے کے متعلق ہے۔ کیونکہ اس پر تمتع کی تعریف صادق ہی نہیں آئی۔ لہٰذا اس صورت میں اس پر دم بھی واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ دم تو لوازم تمتع سے ہے اور جب لزوم ہی اٹھ گیا تو لازم بھی نہیں رہا۔

بخلاف اس صورت کے کہ وہ حج و عمرہ کے درمیان حلال نہ ہو، اس صورت میں اسکا عمرہ منعقد ہو جائے گا اور اس پر تمتع کی تعریف صادق آجائے گی۔ اور مکی کے لئے تمتع کی یہی صورت ممنوع ہے۔ اسی لئے جنایت کا بدلہ پورا کرنے کے لئے اس پر دم واجب ہوگا۔

یہ حاصل ہے اس کا جو ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط کی شرح میں قاضی عبد المکی نے ذکر کیا۔

اور شیخ ملا علی قاریؒ نے شرح منسک متوسط میں کہا ہے کہ مکی کا تمتع مطلقاً منعقد ہو جائے گا گو وہ عمرہ و حج کے درمیان حلال ہو گیا ہو کیونکہ حلال ہونے کے بعد اس کا اپنے گھر آجانا گو نزول صحیح ہے پھر بھی اہل مکہ کے حق میں تمتع باطل کرنے میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ مشہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آفاقی متمتع اگر اپنے اہل و عیال کو ساتھ لائے تو اس کا تمتع صحیح ہوگا۔ اس کا حج و عمرہ کے درمیان اپنے اہل و عیال کے پاس آنا اسکے تمتع کو باطل نہ کرے گا۔ مگر اس وقت جب کہ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے ملک یا اپنے شہر، جیسے کوفہ، بصرہ وغیرہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس جائے۔ تو اس وقت اس کا تمتع اس نزول کے سبب باطل ہو جائے گا۔ (اللہ کی توفیق کے ساتھ یہی انتہائی تحقیق ہے)۔ پس ملا علی قاریؒ کے قول کے مطابق دونوں صورتیں مکی کے لئے تمتع کی ممانعت کے تحت داخل ہیں اور دونوں صورتوں میں دم جنایت لازم ہوگا۔ واللہ اعلم۔

☆ مسئلہ: جو شخص خاص میقات پر یا میقات کے اندر رہتا ہے گو خارج مکہ ہو وہ بھی تمتع و قران کی ممانعت کے معاملہ میں مکی کے حکم میں داخل ہے۔ ملا رحمت اللہ نے منسک متوسط میں اس کی صراحت بیان کی ہے۔

☆ مسئلہ: جو آفاقی مکہ مکرمہ میں اشہر حج میں داخل ہوا یا اشہر حج سے پہلے داخل ہوا مگر اشہر حج تک وہاں موجود رہا۔ تو وہ بھی مکی کے حکم میں ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لئے بھی تمتع و قران جائز نہیں۔ (بحوالہ ملا علی قاریؒ)

(غالبًا یہ حکم ایسے آفاقی کا ہے جو مکہ مکرمہ میں حج کے ارادہ سے داخل نہ ہوا ہو اور پھر حج کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ نعمانی)

چوتھی فصل

کیفیت احرام کا بیان

اور اس کی تمام شرائط، واجبات، سنن اور مستحبات کی تفصیل

جب حج، یا عمرہ، یا حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو احرام سے پہلے مستحب ہے کہ اپنی مونچھیں ترشوائے، ناخن کٹوائے، اور بغل کے بال، دوا سے یا استرے سے صاف کرے۔ یا برداشت ہو تو موچنے سے اکھاڑ دے، اور یہ افضل ہے۔ اور زیر ناف کے بال صاف کرے۔ سر کے بالوں کے بارے میں شیخ علی قاریؒ نے شرح مناسک اور شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ سر کے بالوں کا کٹانا مستحب نہیں بلکہ احرام کے وقت ان کا باقی رکھنا مستحب ہے۔ (سر کے بالوں کا باقی رکھنا مسنون ہے اور منڈوانا باح)۔ کیونکہ قیامت کے دن سر کے ان بالوں کا بھی میزان عمل میں وزن کیا جائے گا جو احرام سے فارغ ہونے کے وقت منڈوائے جائیں گے۔ اس لئے ان کا باقی رکھنا وزن

کے زیادہ ہونے کا موجب ہو گا۔ اور اس لئے بھی کہ حالت احرام کے علاوہ بالوں کا رکھنا مسنون ہے اور منڈوانا مباح۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، احرام سے فراغت کے وقت کے علاوہ کبھی سر نہ منڈواتے تھے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ سر منڈاتے تھے۔ (یہ فعل آپ جوانی کے زمانہ میں فرماتے تھے اور اس کے عذر کے لئے آپ کا قول **عادیت رأسی** منقول ہے۔ اور جب بوڑھے ہوئے تو بال رکھنے لگے جیسا کہ طبری نے اپنی "ریاض" میں اس کی تصریح بیان کی ہے۔ (۱۲ فقیر ابراہیم عفی عنہ)

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ کے خلاف ہے اس لئے لا محالہ اسے جواز پر محمول کیا جائے گا۔ سنت نہیں کہا جائے گا۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مکہ مکرمہ کے بعض لوگ اور دوسرے سب لوگ احرام سے قبل، گو کہ وہ احرام بہت تھوڑے دنوں کے لئے ہوتا ہے، جو سر منڈواتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (تمام شد قول قاریؒ)

☆ مسئلہ: احرام کا ارادہ کرنے والے کے لئے اگر بیوی ساتھ ہو تو اس سے ہمبستری بھی قبل احرام مستحب ہے تاکہ سکونِ قلب حاصل رہے اور خواہشاتِ شہوانی سے محفوظ رہے۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی عذر نہ ہو تو احرام سے پہلے غسل سنت موکدہ ہے ورنہ وضو کر لے۔ غسل کے وقت غسل احرام کی نیت کرے اور اگر غسل فرض ذمہ ہو تو اس کی نیت بھی احرام کی نیت میں شامل کر لے تاکہ پورا پورا ثواب حاصل ہو۔ ویسے بلا نیت یا مطلق نیت یا غسل جنابت کی نیت سے غسل کرے گا تو محض غسل کا عمل کر لینے سے ہی سنت ادا ہو جائے گی۔

☆ مسئلہ : اس غسل سے چونکہ بدن کا میل کچیل صاف کرنا مقصد ہے اس لئے یہ غسل ایسے پانی سے مستحب ہے جو میل کو اچھی طرح صاف کرے۔ جیسے بیری کے پتے، اشنان وغیرہ ملا ہوا پانی۔ یا گرم پانی۔ (یا آج کل صابن سے۔ نعمانی)

☆ مسئلہ : یہ غسل ہر احرام باندھنے والے کے لئے مسنون ہے۔ مرد ہو یا عورت ہو یا بچہ۔ عورت، حیض و نفاس کی حالت میں ہو تب بھی یہ غسل کرے۔ (کیونکہ یہ غسل بدن کی صفائی کے لئے مسنون ہیں، طہارت جسم کے لئے نہیں، اس لئے حائضہ و نفساء کو اس غسل کا حکم ہے۔ حیض و نفاس سے فارغ ہو کر طہارت کے لئے وہ دوسرا غسل کریں۔ مگر اس غسل میں بدن کا میل کچیل صاف کرنے کے لئے صابن وغیرہ استعمال نہ کریں۔ نعمانی)

☆ مسئلہ : اداء سنت کے لئے تو وضو اس غسل کا قائم مقام نہیں ہو گا جو احرام کے لئے مسنون ہے البتہ جواز ادائگی دو رکعت کے لئے قائم مقام ہو جائے گا۔ یعنی احرام کی جو دو رکعت پڑھنی ہیں وہ اس وضو سے جائز شمار ہوں گی۔

☆ مسئلہ : پانی ملنے سے عاجز ہونے کی بناء پر کیا ہوا تیمّم بھی اداء سنت کے لئے اس غسل کا قائم مقام نہ ہو گا۔ ہاں دو رکعت احرام کے جواز کا قائم مقام ہو جائے گا اس کے لئے جو نماز پڑھنے کا اہل ہو۔ (عورتیں چونکہ حیض و نفاس کی حالت میں یہ رکعات نہیں پڑھ سکتیں اس لئے ان کے حق میں جواز کا قائم مقام بھی نہ ہو گا۔ نعمانی) اور یہ ہمارے مسلک کے مطابق ہے۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمّم اداء سنت میں غسل کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ہمارے نزدیک پانی نہ ملنے کے عذر کی وجہ سے کیا ہوا تیمّم غسل جمعہ کا بھی قائم مقام نہ ہو گا۔ (بحق ادائے سنت۔ اگرچہ ایسے تیمّم سے جمعہ کی نماز پڑھی جائے

تو وہ جائز ہو گی۔ نعمانی) جیسا کہ بحر الرائق میں بیان کیا گیا۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس کا بھی وہی حکم ہے جو غسل احرام کا مذکور ہوا۔

☆ مسئلہ : اس غسل کی سنت اس وقت اس وقت واقع ہو گی جب احرام باندھتے وقت اس غسل کا وضو باقی ہو اور احرام باندھنے سے مراد احرام کی نیت اور تلبیہ ہے۔

اس لئے اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹ گیا، پھر دوسرا وضو کر کے احرام باندھا تو اسے غسل کی فضیلت حاصل نہ ہو گی۔ (بحوالہ قاضی خان) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں بھی فضیلت حاصل ہو گی۔ شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔

☆ مسئلہ : اگر بغیر غسل و وضو احرام باندھ لیا تو احرام جائز ہو جائے گا مگر مکروہ ہو گا کیونکہ خلاف سنت ہے۔

☆ مسئلہ : اس غسل میں بھی وہ تمام باتیں مستحب ہیں جو دوسرے تمام غسلوں میں ہیں۔ جیسے دونوں ہاتھ دھونا اور اعضائے مخصوصہ کا استنجا اور پورا وضو، پاؤں دھونے کے علاوہ۔ یہ سب باتیں غسل بدن سے پہلے کرنا مستحب ہے۔ (غسل کی تکمیل کے بعد پاؤں دھوئے جائیں۔ نعمانی)

☆ مسئلہ : تمام غسلوں کی طرح اس غسل میں بھی غسل سے پہلے مسواک کرنا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ : غسل سے فارغ ہو کر سر اور داڑھی میں کنگھا کرے۔ اگر تیل لگائے تو تیل لگانے کے بعد کنگھا کرے۔ ورنہ پہلے کر لے گو پانی کی تری بالوں میں باقی ہو۔

☆ مسئلہ : احرام کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے بالوں میں احرام سے قبل تیل لگائے اور بدن پر خوشبو ملے۔ ایسی خوشبو کا استعمال جائز ہے جس کا

کوئی جزاحرام کے بعد بھی باقی رہے، لیکن افضل یہ ہے کہ ایسی خوشبو استعمال کرے کہ اس کا جسم باقی نہ رہے تاکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے بھی اختلاف نہ ہو، کیونکہ وہ ایسی خوشبو کی اجازت نہیں دیتے جس کا جسم احرام کے بعد باقی رہ جائے۔

اور اچھا یہ ہے کہ خوشبو کے لئے مشک استعمال کرے۔ کہ وہ سب خوشبوؤں سے زیادہ اچھی ہے۔ اسے عرق گلاب، یا صاف پانی، یا اسی طرح کی کسی اور چیز میں حل کرلے تاکہ اس کا جسم باقی نہ رہے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے (احرام کے) کپڑوں میں ایسی خوشبو لگائے جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی باقی رہے۔ کیونکہ کپڑے کسی وقت بدن سے جدا بھی ہو جاتے ہیں۔ اب دوبارہ ان کا پہننا، احرام کے دوران خوشبو استعمال کرنے کے مشابہ ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ کی تحقیق اس باب کی پہلی فصل میں بھی گزر چکی ہے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے ضروری ہے کہ وہ سلے ہوئے یا کسم، زعفران، یا کسی اور خوشبو دار رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے اتار دے۔ اور عمامہ، ٹوپی وغیرہ بھی اتار دے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ احرام کی دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے سر ننگا نہ کرے۔ کیونکہ نماز کی حالت میں سر کا ننگا رکھنا مکروہ ہے خاص کر غیر محرم کے لئے۔ ہاں اگر مقصد ذلت وعاجزی ہو تو مکروہ نہیں۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے مسنون ہے کہ (بغیر سلے) دو کپڑے پہنے۔ ایک بطور تہبند ناف پر باندھ لے۔ دوسرا بطور چادر کندھوں پر ڈال کر اوڑھ لے۔ تاکہ کندھے ڈھکے رہیں، اس لئے کہ دونوں کندھے یا ایک کندھا کھول کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

اور اضطباع کا مسنون ہونا وہ صرف طواف کی حالت کے لئے مخصوص ہے، نہ کہ احرام کی ہر حالت اور وقت میں۔ جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔

☆ مسئلہ : مستحب ہے کہ تہبند اور چادر دونوں پاک ہوں۔ یہ بھی مستحب ہے کہ دونوں کپڑے نئے، ورنہ دھلے ہوئے ہوں۔ ممکن ہو تو نئے افضل ہیں۔ دونوں کپڑوں کا سفید ہونا بھی افضل ہے۔

☆ مسئلہ : مستحب ہے کہ دونوں کپڑوں میں سلائی بالکل نہ ہو۔ سلائی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو ایسے انداز کی کہ ویسی سلائی کے کپڑے پہننا حرام ہیں۔ اگر کوئی ان کو پہن لے تو اس پر کفارہ واجب ہو جائے۔

دوسری وہ کہ اس کی وجہ سے ان کپڑوں کا پہننا تو حرام نہیں اور نہ اس کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم آتا ہے۔ مگر اس کا ترک افضل ہے۔

اور ان دونوں کی تفصیل، علماء احناف میں سے ابن الہمامؒ، ابن نجیمؒ اور علی قاریؒ اور شوافع میں سے علامہ نوویؒ کے اقوال کے مطابق یہ ہے کہ محرم کے لئے وہ لباس حرام ہے جس کے پہننے کا معمول ہو اور جو پورے بدن، یا بدن کے کسی حصہ کے انداز پر سیا گیا ہو اور وہ بدن پر اس طرح فٹ ہو کہ کسی عمل میں مشغولی کے وقت اس کو بدن یا عضو پر رکھنے کے لئے تھامنے کی ضرورت نہ پڑے۔

لباس کے بدن یا عضو بدن کی ہیئت کے مطابق ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ اسے سی کر ایسا بنایا گیا ہو بلکہ اگر اس کی بناوٹ بھی ایسی ہو، یا اس کو چپکا کر ایسا کر لیا گیا ہو تب بھی حکم میں سب برابر ہیں۔

اور اگر اس لباس میں دو صفتوں، احاطہ و استمساک، میں سے کوئی صفت نہ پائی جائے تو ایسے لباس کا پہننا محرم کے لئے حرام نہ ہو گا۔

کلام بالا کے مطابق قسم اول میں، قمیص، شلوار۔ اس طرح پہننا جس طرح عام طور پر پہننے کا معمول ہے، شامل ہیں۔ اور اسی قسم میں، موزے، جبہ (کوٹ، شیروانی)۔ قبا، نمدہ کا جبہ، آہنی زرہ، جوشن، جس کی کڑیاں باہم ملی ہوئی ہوں، ٹوپی، خود اور اس طرح کی سب چیزیں داخل ہیں۔

اور دوسری قسم میں تہبند، چادر، جن کے دونوں پات ملا کر سیئے گئے ہوں کا پہننا اور قمیص وجبہ و شلوار کا چادر کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔ یا تہبند کی طرح باندھنا، داخل ہیں۔

☆ مسئلہ : اگر محرم ایسا تہبند یا چادر پہنے جو گدڑی کی طرز پر پیوند در پیوند سی کر تیار کی گئی ہو تو جائز ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ سلائی بالکل نہ ہو، جیسا اوپر مذکور ہوا۔

☆ مسئلہ : احرام ایک کپڑے کا بھی جائز ہے۔ اور دو سے زیادہ کا بھی۔ کہ ایک تہبند پر دوسرا تہبند باندھ لے یا دو چادریں ملا کر اوڑھ لے۔ یا پہلی چادر کے بدلے دوسری چادر اوڑھ لے۔

☆ مسئلہ : رنگین احرام بھی (دونوں کا ایک رنگ ہو یا دو مختلف رنگوں کے ہوں) جیسے سیاہ، زرد، سبز، نیلا بھی جائز ہے۔ لیکن ترک افضل ہے۔

☆ مسئلہ : محرم کو ایسا عربی یا غیر عربی جوتا پہننا جائز ہے۔ جس میں پاؤں کے پنجہ کی اوپر کی ہڈی کھلی رہے۔ لیکن مستحب نعلین کا استعمال ہے۔ اسکی تفصیل اسی باب کی چھٹی فصل میں انشاء اللہ آئے گی۔

جب تہبند باندھ لے، چادر اوڑھ لے اور خوشبو لگا چکے تو مسنون ہے کہ دو رکعت نماز پڑھے۔ اور اس وقت مستحب یہ ہے کہ ان رکعتوں کے لئے سنت احرام کی نیت کرے۔ تاکہ پورا ثواب پائے۔ ورنہ مطلق نیت بھی ادائے فعل سنت کے لئے

کافی ہوگی۔

مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اور ان دو سورتوں کے پڑھنے میں حکمت یہ ہے کہ سورۂ کافرون میں شرک سے برأت کا مضمون ہے اور سورۂ اخلاص میں اقرار توحید کا۔ اس لئے احرام کے شروع کے وقت ان دونوں کا پڑھنا مناسب ہوا۔

فتاویٰ ظہیریہ میں کہا گیا ہے کہ ہمارے بہت سے علماء پہلی رکعت میں سورۂ کافرون کے بعد آیت "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا" آخر تک پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص کے بعد آیت "رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رحمة۔ الخ" پڑھتے ہیں۔

☆ مسئلہ : جب احرام کی نماز سے فارغ ہو جائے تو سر ننگا کرلے اور احرام شروع کر دے۔ احرام نیت اور تلبیہ کہلاتا ہے۔ (یعنی جو عبادت ادا کرنی ہے اس کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھ لے) اور ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ جہاں نماز پڑھی تھی وہیں اٹھنے سے پہلے روئے قبلہ رہتے ہوئے احرام شروع کر دے۔ اور اگر وہاں سے اٹھ کر، یا روانگی کے وقت یا کچھ چلنے اور سوار ہو جانے کے بعد احرام باندھے تو بھی جائز ہو جائے گا۔ ہمارے نزدیک۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب روانہ ہونے لگے تب احرام باندھنا افضل ہے۔

جب احرام شروع کرنے لگے تو نیت کر کے تلبیہ کہہ لے۔ اور بہتر یہ ہے کہ نیت سے پہلے یہ پڑھے۔

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

اور نیت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان سے بحضور قلب یہ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْهِ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰی.

☆ مسئلہ: شیخ علی قاریؒ نے کہا ہے کہ اگر محرم نے پہلے کوئی حج نہیں کیا ہے تو بہتر ہے وہ نیت کے وقت اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ الْفَرْضَ کہے، گو وہ فقیر ہی ہو، تاکہ بعض علماء کے اختلاف سے بھی موافقت ہو جائے۔ اور مراد اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس لئے کہ اگر فقیر نے حج فرض کی نیت سے احرام باندھا اور اس کے بعد وہ مالدار ہو گیا تو اس حج کے حج فرض کے قائم مقام ہونے میں ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین اتفاق ہے۔ اور اگر فقیر نے مطلق حج کی نیت کی اور پھر مالدار ہو گیا تو ہمارے نزدیک تو یہ حج، فرض حج کے قائم مقام ہو جائے گا مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں ہوگا۔

☆ مسئلہ: فقیر کو احرام باندھتے وقت حج نفل کی نیت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اگر وہ اس کے بعد مالدار ہو گیا تو اس کا یہ حج ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے نزدیک حجِ فرض کے قائم مقام نہ ہوا۔

☆ مسئلہ: مذکورہ بالا نیت اس وقت کے لئے ہے جب کہ حج کا احرام باندھے اور اگر عمرہ کا احرام ہو تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْهَا وَ بَارِكْ لِیْ فِیْهَا. نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَ اَحْرَمْتُ بِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰی.

اور اگر حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے تو یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ. وَ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ. الخ۔ اوپر کی عبارت میں جہاں "ھا" آیا ہے وہاں "ھما" کہے۔ قران میں مستحب یہ ہے کہ نیت، دعا اور تلبیہ میں پہلے عمرہ کا لفظ کہے، بعد میں حج کا۔ اور اگر حج کا لفظ پہلے زکر کر دیا تب بھی جائز ہے۔

☆ مسئلہ: صرف دل سے نیت کر لینا کافی ہے اور اگر صرف زبان سے نیت کی دل حاضر نہیں تھا۔ دھیان کہیں اور پڑا ہوا تھا تو اس نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔۔ دل اور زبان دونوں سے نیت کرنا افضل ہے۔

اگر دل کی نیت کچھ اور تھی، زبان سے اس کے خلاف الفاظ نکل گئے، تو اعتبار اسی کا ہو گا جس کا قصد دل میں تھا۔ زبان سے جو نکلا وہ معتبر نہیں ہو گا۔

☆ مسئلہ: جب نیت سے فارغ ہو تو فوراً بلا توقف تلبیہ پڑھے۔ بلکہ نیت اور تلبیہ ساتھ ساتھ ہونا شرط ہے، اگر دونوں باہم پیوستہ اور ساتھ ساتھ نہ ہوں گے تو احرام صحیح نہیں ہو گا۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے۔

لیکن منسک کبیر میں کہا گیا ہے کہ ساتھ ساتھ ہونا افضل ہے۔

نیت کا تلبیہ پر مقدم ہونا اسی طرح جائز ہے جس طرح اور ساری عبادتوں میں نیت مقدم ہوتی ہے۔

☆ مسئلہ: تلبیہ ہمارے نزدیک صرف ایک مرتبہ جب احرام شروع کرے فرض ہے۔ اس کو مکرر سہ کرر پڑھنا سنت ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سرے سے ہی سنت ہے۔ ہمارے نزدیک یہ فرض یا بقول صحیح ہر اس ذکر سے ادا ہو جاتا ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت و پاکی بیان کرنا ہو۔ چاہے دعا کے معنوں سے مخلوط ہی ہو، پس اگر کوئی اس طرح کہے۔

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ یَا سُبْحَانَ اللہِ یَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَا اَللہُ اَکْبَرُ یَا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ یا ان کے علاوہ کوئی اور لفظ ایسا کہے۔ جس سے باری تعالیٰ کی حمد و ثناء ہوتی ہو تو فرض ادا ہو جائے گا۔ اور صرف لفظ اَللّٰهُمَّ کہنے میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح جواز ہی ہے۔ (بحوالہ المحیط)

فرض کی ادائیگی کے لئے تلبیہ کا کسی خاص زبان میں ادا کرنا ضروری نہیں۔ عربی، فارسی، ترکی، اردو وغیرہ کسی زبان میں بھی کہے کوئی فرق نہیں۔

اور صحیح قول کی بناء پر اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ (دوسری زبان میں پڑھنے والا) عربی زبان جانتا ہے یا نہیں جانتا۔

☆ مسئلہ: اوپر کے مسئلہ میں جو بیان ہوا وہ جائز ہونے سے متعلق تھا۔ تلبیہ میں مسنون یہ ہے کہ اس کے لئے جو الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہی الفاظ عربی زبان میں کہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ. لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ. اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ۔

تلبیہ میں "اِن" کا ہمزہ مکسور (زیر والا) پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے فتح (زبر) سے۔ کیونکہ زبر کے ساتھ پڑھنے میں علیت کا شبہ ہوتا ہے۔ اور الملك منصوب ہے، مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس تقدیر پر کہ اس کی خبر لك کو محذوف مانا جائے۔ اور لفظ الملك پر وقف کرنا بہتر ہے تاکہ یہ خیال ہی نہ آئے کہ اس کے بعد اس کی خبر ہے۔

☆ مسئلہ: احرام کے فرض نیت اور تلبیہ ہیں۔ جب یہ ادا کر لئے تو اب محرم ہو گیا اور احرام کے تمام ممنوعات کا ارتکاب اس کے لئے حرام ہو گیا۔ ممنوعات احرام کی تفصیل اس باب کی چھٹی فصل میں انشاء اللہ آئے گی۔

☆ مسئلہ : احرام باندھتے وقت اور پھر جب بھی تلبیہ پڑھے تو تلبیہ کا تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ : یہ بھی مستحب ہے کہ احرام باندھتے وقت جس عبادت کی نیت کرے یعنی صرف حج کی یا عمرہ کی یا دونوں کی تو اس وقت اپنے تلبیہ میں ان کا بھی نام لے اور اس طرح کہے۔

لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ. یا. لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ . یا. لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَ حَجَّةٍ۔

اور شیخ علی قاریؒ نے قران کے متعلق بیان کیا ہے کہ عبادت مذکورہ کا ذکر تلبیہ مسنونہ کے بعد کرے۔ اور اگر تلبیہ میں اس عبادت کا ذکر نہ کرے اور سابقہ نیت ہی پر اکتفا کرے تو بھی جائز ہے۔ اور قول اصح کے مطابق تلبیہ میں عبادت کا ذکر صرف پہلے تلبیہ میں مستحب ہے۔ بعد میں ہر دفعہ تلبیہ پڑھنے میں مستحب نہیں۔ (بحوالہ نوویؒ)۔

☆ مسئلہ : تلبیہ مسنونہ میں کسی لفظ یا حرکت کا کم کرنا درست نہیں البتہ تلبیہ کے ختم پر تلبیہ پڑھنے کے دوران کسی لفظ کے اضافہ میں کوئی حرج نہیں۔ وہ مستحب ہے۔ مثلاً یوں کہے۔

لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدَيْكَ وَالرَّغْبَآءُ اِلَيْكَ لَبَّيْكَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّيْكَ ذَا النَّعْمَآءِ وَالْفَضْلِ الْحَسَنِ لَبَّيْكَ مَرْغُوْبًا وَّمَرْهُوْبًا اِلَيْكَ. لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا۔

اور اگر عمرہ کا احرام ہو تو بحجة کی جگہ وبعمرة کہے اور اگر قران کا احرام ہو تو اس کی جگہ بعمرة و حجة کہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

نیز وہ الفاظ بھی کہے جو بزاز و بیہقی نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کئے ہیں۔ ابو حذیفہؓ راوی ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ وہاں سب خاموش ہوں گے۔ اور ان میں جو سب سے پہلے کلام فرمائیں گے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ آپ اس وقت فرمائیں گے۔

لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ. وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ. وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَبِكَ وَ اِلَيْكَ. لَا مَنْجَاً مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ. تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ. سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ۔

چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً﴾ میں یہی وقت مراد ہے۔ (جیسا کہ سیوطی کی البدور السافرہ میں بیان ہوا)

☆ مسئلہ: مردوں کے لئے یہ مستحب ہے کہ تلبیہ خوب زور زور سے بلند آواز سے پڑھیں۔ جن وانس، حجر و شجر، زمین، نباتات حیوانات، جو بھی اسکی آواز سنے گا قیامت میں اسکے تلبیہ پڑھنے کا گواہ ہوگا۔ لیکن اتنی بلند آواز سے بھی نہ پڑھے کہ لوگوں کو اس سے تکلیف ہو یا خود کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا منع ہے۔

اور شیخ علی قاریؒ کہتے ہیں کہ قابل اعتماد قول یہ ہے کہ مرد کے لئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا مستحب نہیں بلکہ سنت ہے۔ اگر کوئی آہستہ آواز سے پڑھے گا تو مکروہ ہوگا۔ مگر اس کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ مگر مسجد حرام میں تلبیہ زور سے (چلا کر) نہ پڑھے۔ کیونکہ مسجد میں آواز بلند کرنا نہیں چاہئے، خواہ ذکر و ورد ہی کیوں نہ ہو۔

اور عورت کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ زور سے تلبیہ نہ پڑھے بلکہ اتنی آواز سے پڑھے کہ صرف خود سن سکے، اس کے لئے زور سے پڑھنا ممنوع ہے۔ شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اجنبی وغیر محرم مرد اس

کے قریب ہوں۔

☆ مسئلہ : مذکورہ بالا حکم صرف تلبیہ کے لئے ہے۔ تلبیہ کے علاوہ تمام اذکار، مثلاً درود شریف، تسبیح و تہلیل میں افضل بست آواز سے پڑھنا ہے۔

☆ مسئلہ : تلبیہ سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور سب درودوں میں افضل درود شریف وہ ہے جو نماز میں التحیات کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ علامی نووی، علامہ سخاوی، علامہ سبکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کی یہی تحقیق ہے۔

محدث دہلوی موصوفؒ نے "جذب القلوب" میں کہا ہے کہ نماز والی درود شریف احادیث میں مختلف صیغوں کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ جس صیغے والی درود شریف بھی پڑھی جائے گی وہی کافی ہو گی۔ ویسے بہت مشہور و معروف صیغہ والی درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

شیخ علی قاریؒ نے حصن حصین کی شرح میں کہا ہے کہ تمام درودوں میں یہی زیادہ صحیح زیادہ افضل اور زیادہ کامل درود شریف ہے۔ لیکن انہوں نے "اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" دوبارذکر کیا ہے۔

اس درود شریف کے زیادہ صحیح ہونے کی وجوہ احقر نے اپنے ایک دوسرے رسالہ المسمی "بذریعۃ الوصول الٰی جناب الرسول" میں بیان کی ہیں۔

☆ مسئلہ : تلبیہ اور درود سے جب فارغ ہو جائے تو مستحب ہے کہ ماثورہ

دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھے۔ مثلاً یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ. وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَمِنَ النَّارِ۔

نیز یہ بھی پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اُحْرِمُ لَكَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ مِنَ النِّسَآءِ وَالطِّیْبِ وَكُلِّ شَیْءٍ حَرَّمْتَهٗ عَلَی الْمُحْرِمِ. اَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ وَجْهَكَ الْكَرِیْمَ

اور اچھا ہے کہ یہ بھی پڑھ لے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لَكَ وَلِرَسُوْلِكَ وَآمَنُوْا بِكَ وَوَفُوْا بِعَهْدِكَ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّفْدِكَ الَّذِیْ رَضِیْتَ عَنْهُمْ وَارْتَضَیْتَ وَقَبِلْتَ. اَللّٰهُمَّ یَسِّرْ لِیْ اَدَآءَ مَانَوَیْتُ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ یَا كَرِیْمُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

☆ مسئلہ: محرم کے لئے مستحب ہے کہ وہ ہر حال اور ہر وقت کثرت سے تلبیہ پڑھتا رہے اور جب پڑھے تین مرتبہ پڑھے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ کھڑا ہے، بیٹھا ہے، لیٹا ہے، سوار ہے، پیدل ہے، چل رہا ہے یا کھڑا ہے۔ پاک ہے، ناپاک ہے، عورت اپنے مخصوص حالات میں ہے، یا پاکی کے زمانہ میں ہے۔ لیکن پاکی کے ساتھ پڑھنا اکمل ہے۔ بجز رفع حاجت (پاخانہ پیشاب) کے وقت کہ اس وقت تلبیہ پڑھنا مکروہ ہے۔ حالات، مکان اور زمان کی تبدیلی کی صورت میں تلبیہ پڑھنے کی بہت تاکید ہے۔ اس لئے جب پستی سے بلندی پر چڑھے یا بلندی سے نیچے اترے، جب دن نکلے یا رات آئے۔ صبح صادق کے وقت، اور ہر نماز کے بعد چاہے وہ فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو یا نفل، جب سواری پر سوار ہو، یا اس سے اترے، کہیں سے نکلے یا داخل ہو، کہیں جاکر بیٹھے یا وہاں سے اٹھے، جب سونے لگے یا سو کر اٹھے، ایک راستہ کی جگہ

دوسرا راستہ بدلے۔ کوئی موڑ کاٹے، آپس میں جب دو آدمی ملیں۔ آندھی یا ہوا چلے جب ستارے نکلیں یاڈوبیں۔ غرضیکہ ہر وقت تلبیہ پڑھنا مستحب موکدہ ہے۔ کیونکہ یہ تمام صورتیں اختلاف زمان ومکان وحالات سے متعلق ہیں۔

شیخ علیؒ نے کہا ہے کہ جب اونچائی پر چڑھے تو مستحب ہے کہ تلبیہ کے ساتھ تکبیر بھی پڑھے۔ اور جب بلندی سے پستی پر آئے تو تلبیہ کے ساتھ تسبیح پڑھے۔

☆ مسئلہ: جب دنیاوی چیزوں میں سے کوئی دل کو پسند آئے تو تلبیہ کے بعد کہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ یا یوں کہے اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ۔

☆ مسئلہ: جب بھی تین مرتبہ تلبیہ سے فارغ ہو اس کے آخر میں درود شریف اور دعا پڑھنی چاہئے۔ صرف پہلی مرتبہ ہی تلبیہ کو درود و دعا پر ختم نہ کرے۔ علی قاریؒ نے شرح منسک متوسط وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ البتہ آواز بلند کرنا صرف تلبیہ میں مسنون ہے۔ درود و دعا میں آواز پست رکھے۔ جیسا پہلے بھی بیان ہوا۔

☆ مسئلہ: تلبیہ شروع کرنے کے بعد پورا کرنا مستحب ہے۔ اس کو سلام وکلام یا کھانے پینے سے منقطع نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرے شخص کے لئے تلبیہ کے دوران تلبیہ پڑھنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کر ہی دے تو قول اظہر کے مطابق جواب لازم ہو جاتا ہے۔ دوران تلبیہ بھی جواب دینا جائز ہے اور تلبیہ کے ختم تک جواب کو مؤخر کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ سلام کرنے والا اس وقت تک اس سے جدا نہ ہو جائے۔

مکی کے احرام حج کی ترتیب کے متعلق کچھ اجمالی باتیں پانچویں باب کی تیسری فصل میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔

فائدہ: تلبیہ کے وقت سے متعلق

☆ مسئلہ: جس کسی نے حج کے لئے احرام باندھا ہو وہ تمام حالات واوقات میں اس وقت تک تلبیہ پڑھتا رہے جب تک (۱۰ ذی الحجہ کو) جمرۂ عقبہ کی رمی نہ کرے رمی کی پہلی کنکری کے ساتھ تلبیہ موقوف کردے۔ ورنہ اس سے پہلے مسجد حرام میں طواف قدوم کے دوران، تلبیہ پڑھتا رہے (موقوف نہ کرے)۔ البتہ طواف کے دوران تلبیہ کی نسبت ماثورہ دعائیں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ حج کی سعی کے وقت بھی تلبیہ پڑھتا رہے بشرطیکہ یہ سعی طواف قدوم کے ساتھ کر رہا ہو۔ اسی طرح منیٰ ،عرفات اور مزدلفہ میں بھی تلبیہ پڑھتا رہے۔

طواف زیارت اور حج کی اس سعی میں تلبیہ نہ پڑھے جو طواف زیارت کے ساتھ کی جائے۔

☆ مسئلہ: اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو وہ عمرہ کا طواف شروع کرتے وقت تلبیہ موقوف کردے۔ اسے طواف وسعی میں تلبیہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

پانچویں فصل

عورت کے احرام نیز ان مسائل کا بیان جو مردوں کے مسائل سے مختلف ہیں۔

☆ مسئلہ: تمام کیفیات واحکام میں عورت کا احرام بھی مردوں ہی جیسا ہے مگر بارہ جگہ اختلاف ہے۔

۱) حالت احرام میں عورت کو سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے۔ مردوں کو حرام ہیں۔ البتہ یہ کپڑے ایسے رنگ سے نہ رنگے ہوں جو خوشبودار ہوتے ہیں جیسے کسم، زعفران وغیرہ۔ کیونکہ خوشبو کے معاملہ میں عورت و مرد برابر ہیں۔

۲)احرام کی حالت میں عورت کا سر چھپانا جائز ہے۔ مرد کے لئے ناجائز و حرام،البتہ احرام کے بعد چہرہ ڈھانکنا عورت کے لئے بھی اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مرد کے لئے۔ اگر کوئی عورت برقعہ سے اپنا چہرہ ڈھانک لے تو وہ گنہگار ہوگی اور اس پر کفارہ لازم آئے گا۔ ہاں اگر برقعہ اس طرح پہنے کہ اس کا نقاب چہرہ کو نہ لگے، کسی لکڑی، فریم وغیرہ سے وہ چہرہ سے دور رہے تو یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)۔ اور نہایہ میں ایسا کرنا واجب بتایا ہے اور کہا گیا ہے کہ کوئی ایسی چیز لگانا جو نقاب کو چہرہ پر سے رو کے عورت کے لئے واجب ہے۔ اس مسئلہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بلا ضرورت عورت کو اپنا چہرہ اجنبی وغیر محرم کو دکھانا ناجائز و ممنوع ہے۔

(حاصل مضمون نہایہ)

۳)عورت مرد کی طرح تلبیہ بلند آواز سے نہ پڑھے (فصل سابق میں بھی گزرا)۔

۵،۴)عورت طواف میں مردوں کی طرح رمل واضطباع نہ کرے۔ مرد کے حق میں ایسا کرنا مسنون ہے۔ رمل واضطباع کی تحقیق اور ان سے متعلق مسائل انشاء اللہ باب طواف کی تیسری فصل میں آئیں گے۔

۶)ہجوم کے وقت عورت حجر اسود کو بوسہ یا چھونے کو ترک کردے۔ رکن یمانی کے استلام کا بھی یہی حکم ہے۔

۷)ہجوم کے وقت عورت واجب طواف رکعات مقام ابراہیم کے نزدیک ادا نہ کرے بلکہ دوسری جگہ پڑھے۔

۸)سعی کے دوران میلین اخضرین کے درمیان عورت جھپٹ کر نہ چلے، جھپٹ کر چلنا مردوں ہی کے لئے مسنون ہے۔

۹)اگر لوگوں کا ہجوم ہو تو عورت صفا و مروہ پر نہ چڑھے۔ بخلاف مرد کہ اسکے لئے صفا و مروہ پر چڑھنا سنت ہے۔

۱۰)احرام سے حلال ہونے کے لئے عورت سر نہ منڈائے، بلکہ قصر کرائے بخلاف مرد کے کہ اسکے لئے سر منڈوانا مسنون ہے۔ گو قصر اسکے لئے بھی جائز ہے۔

۱۱)طواف زیارت کرنے سے پہلے ایام نحر میں عورت نسوانی حالات میں مبتلا ہو جائے یا بیمار و پاگل ہو جائے اور ایسی عورت کا طواف زیارت ایام نحر سے مؤخر ہو جائے تو اس تاخیر کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہ تاخیر عذر کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ ایام نحر میں اسکو اتنا وقفہ نہ ملا ہو جس میں طواف کے چار چکر کر سکے۔ اور اگر اتنا وقت اسکو مل گیا تھا (کہ چاہتی تو غسل سے فارغ ہو کر حرم آکر طواف کے چار چکر کر لیتی) اس کے باوجود اس نے تاخیر کر دی تو اس پر کفارہ لازم ہو گا۔ جیسا کہ بحر زاخر اور منسک کبیر وغیرہ میں اسکی تصریح بیان کی گئی ہے۔

۱۲)طواف وداع سے قبل عورت حائضہ ہو جائے اور پاک ہونے سے پہلے ہی اس کے ساتھی اپنے وطن روانہ ہو جائیں۔ اس کی پاکی کا بھی انتظار نہ کریں تو اس حالت میں طواف وداع عورت کی طرف سے ساقط ہو جائے گا اور اس پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہ ائے گا۔ لیکن اگر وہ مکہ مکرمہ کی آبادی سے نکلنے سے پہلے پاک ہو جائے تو طواف وداع کی ادائیگی اس پر واجب ہو گی اور اگر ترک کر دیا تو دم واجب ہو گا۔ ہاں مکہ کی آبادی سے نکلنے کے بعد پاک ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب اس کا واپس لوٹ کر آنا لازم نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم ہو گا۔

☆ مسئلہ : حائضہ عورت کو حج و عمرہ کے تمام افعال مثلاً، احرام، وقوف

عرفات، سعی وغیرہ سب کرنے جائز ہیں بجز طواف کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں۔ اور عدم جواز کا مطلب یہ ہے کہ حائضہ کے لئے اس کا کرنا حرام ہے۔ نہ یہ کہ (اگر کوئی ایسی حالت میں کرے تو) سرے سے ادا ہی نہ ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابن امیر الحاج نے اپنی منسک میں لکھا ہے کہ طواف زیارت کی ادائیگی سے قبل کوئی عورت حائضہ ہو جائے اور اسکے ساتھ والے اس کی طہارت سے پہلے ہی وطن روانہ ہونے لگیں۔ وہ عورت اگر کسی عالم کے پاس آکر مسئلہ پوچھے کہ ایسی حالت میں طواف کروں یا نہ کروں اور اگر کرلوں تو میرا حج صحیح ہو جائے گا یا نہ ہوگا؟ تو اسے جواب میں بتانا چاہئے کہ تمہارا مسجد حرام میں داخل ہونا اور طواف کرنا جائز نہیں۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو گناہ کیا۔ اور گنہگار ہوئیں۔ لیکن تمہارا حج صحیح ہو گیا۔ اور تم پر ایک گائے یا اونٹ کی قربانی لازم ہو گی۔ یہ مسئلہ اکثر در پیش آتا ہے اور عورتوں کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

اور مولانا علی قاریؒ نے منسک متوسط میں لکھا ہے کہ اگر حائضہ عورت طواف زیارت کرلے تو فرضیت ساقط ہونے کے لئے یہ طواف صحیح ہو جائے گا۔ مگر ایک اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہو گی۔ اور مسجد میں بغیر طہارت داخل ہونے اور ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے کا گناہ ہوگا۔ اور پاکی کی حالت میں اس طواف کا اعادہ کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اگر اس نے اعادہ کر لیا تو وہ قربانی معاف ہو جائے گی۔ اور قربانی دینے کے باوجود اس گناہ سے توبہ واستغفار اس پر لازم ہوگا۔

☆ مسئلہ: نفاس کے عارضہ والی عورت کا حکم بھی تمام مسائل میں حائضہ کی طرح ہے۔

☆ مسئلہ: بطور احتیاط خنثیٰ مشکل (جس کا عورت یا مرد ہونا متعین نہ ہو) کا حکم بھی حج واحرام کے تمام مسائل میں عورت جیسا ہے۔

☆ مسئلہ: عورت کے لئے احرام کی حالت میں ریشم اور سونا پہننا جائز ہے، وہ ہر وہ زیور پہن سکتی ہے جو احرام کی حالت کے علاوہ میں پہنتی تھی۔

چھٹی فصل

احرام کے محرمات کا بیان

محرمات احرام کے علاوہ ان ممنوعات کا بھی بیان ہے جس سے محرم کا بچنا واجب ہے اور اگر کوئی ان کا ارتکاب کرے تو ان کی وجہ سے گناہ اور کفارہ لازم آئے۔

محرمات احرام کے سلسلے میں اجمالی طور پر ایک چیز حرام ہے یعنی واجب کا ترک کرنا۔

واجبات احرام کے ذکر میں پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ احرام میں دو چیزیں واجب ہیں۔

۱) میقات سے احرام کا باندھنا

۲) ممنوعات احرام کے ارتکاب سے بچنا

احرام کے میقات سے باندھنے کے متعلق مسائل کی تحقیق اس باب کی دوسری فصل میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی۔ ممنوعات احرام کی ضروری تفصیل، اختصار کی رعایت اور مقصد کے لئے کافی ہونے کے لحاظ سے اس فصل میں بیان کی جاتی ہے۔

☆ مسئلہ: جب احرام باندھ لیا تو بیہودہ گوئی، فحش کلام و حرکت اور لڑائی جھگڑے سے بچنا اس کے لئے لازم ہو گیا۔ بفرمان خداوندی فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔

رفث کے معنی میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک اس کے معنی

جماع کے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جماع یا جماع کی حرکات کا تذکرہ ہے۔ چاہے مردوں کے سامنے ہو یا عورتوں کے۔ اور اسی قول کو اصح کہا گیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ جماع یا حرکات جماع کا عورتوں کے سامنے ذکر کرنا مراد ہے۔

اور فسوق سے مراد تمام گناہ ہیں۔ اس کا خاص احرام کی حالت میں ذکر کرنا اس لئے ہے کہ گناہوں کا ارتکاب احرام کی حالت میں بہت ہی برا ہے۔ غیر احرامی حالت کی نسبت۔ اسی لئے خصوصیت کے ساتھ اس سے منع کرنا زیادہ مناسب تھا۔

اور جدال سے مراد لوگوں کی باہمی بحث و کٹ حجتی ہے اور یہ اس وقت ہے جب یہ جدال کسی دنیاوی عصبیت یا حمایت کی وجہ سے ہو۔ اور اگر شرعی ضرورت اور دینی امور میں کسی مسئلہ کی تحقیق وغیرہ کے سلسلہ میں ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اور شرعی اصول و قواعد کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احرام و غیر احرام ہر حالت میں واجب ہے۔

شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ محرم نے اگر فسوق یا جدال کا ارتکاب کیا تو وہ گنہگار تو ہوگا مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ئے گا۔

☆ مسئلہ : محرم پر واجب ہے کہ جماع ہر دو مقامات مخصوصہ سے پرہیز کرے۔ اور جماع پر ابھارنے والی حرکات، بوسہ بازی یا بدن کا چھونا، یا لپٹنا، یا رانوں کو سہلانا سے بھی اجتناب کرے۔ اور دواعی جماع کی حرمت اس وقت ہے جب یہ حرکات شہوت کی حالت میں ہوں ورنہ حرام نہیں۔ اور جن سے یہ حرکت ہو وہ اسکے لئے حلال ہوں جیسے بیوی یا باندی۔ لیکن اجنبی اور غیر عورت ہو تو اس کے ساتھ یہ حرکات مطلقاً حرام ہیں چاہے شہوت سے ہوں یا بلا شہوت۔ احرام کی حالت میں ہو یا غیر احرامی حالت میں۔ کیونکہ یہ فسوق میں داخل ہے۔ اجنبی عورت کی طرف شہوت

سے دیکھنے کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ مسئلہ: محرم کو اپنے بدن سے بال دور کرنے سے بھی احتراز واجب ہے، بال دور کرنے کی کوئی صورت ہو، سب برابر ہیں۔ چاہے مونڈے یا اکھاڑے۔ یا چونہ و ہڑتال سے صاف کرے یا جلائے۔ اور بال سر کے ہوں، مونچھیں ہوں، بغل کے ہوں، زیرناف ہوں یا گردن کے، یا پچھنے لگانے کے لئے کسی حصہ بدن کے، حرمت میں سب برابر ہیں۔ اور پھر چاہے خود ایسا کرے یا کسی دوسرے سے کرائے کوئی فرق نہیں۔ ان میں صرف پڑبال (آنکھوں کے اندرونی حصہ میں اگ آنے والے بال) نکالنے کی اجازت ہے کہ ان کو تکلیف سے بچنے کے لئے کاٹنا جائز ہے۔

☆ مسئلہ: محرم پر واجب ہے کہ اپنا سر مونڈنے نیز دوسرے کا مونڈنے سے پرہیز کرے وہ دوسرا خواہ محرم ہو خواہ حلال۔

☆ مسئلہ: بالوں کا کترنا بھی محرم کے لئے اسی طرح ممنوع ہے جس طرح ان کا مونڈنا۔ اسی طرح داڑھی، مونچھ کی اصلاح اور ناخن کترنا بھی جائز نہیں چاہے ایک ہی ناخن ہو۔

☆ مسئلہ: محرم نے اپنا سر یا داڑھی کھجائی یا ان پر ہاتھ پھیرا۔ یا داڑھی میں وضو کے وقت یا ویسے ہی خلال کیا اور اس سے بال گرے تو اگر بال تین تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دے دے۔ اور اگر تین سے زائد بال گریں تو نصف صاع گندم صدقہ دے۔ یہ مقدار جب تک چوتھائی سر یا داڑھی کے بالوں کے بقدر نہ ہو نصف صاع گندم ہی دیا جائے گا۔ چوتھائی کی مقدار تک پہنچنے پر ایک بکری ذبح کرنی ہوگی۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ محرم کے لئے وضو کے وقت داڑھی میں خلال مستحب نہیں ہے۔

☆ مسئلہ : بدن کی ہیئت پر سلایا بنا ہوا لباس محرم کے لئے جائز نہیں۔ اس سے وہ لباس مراد ہوتا ہے جس کو سلائی یا بنائی کے ذریعہ ایسا بنایا جائے کہ وہ پورے بدن یا اس کے کسی حصہ کا احاطہ کرے۔ اور بغیر کسی سہارے اور تھامنے والے کے بدن پر قائم رہے۔ جیسا کہ اس باب کی چوتھی فصل میں بیان کیا گیا۔ اس بناء پر شلوار، قمیص (بنیان)، جبہ، (کوٹ، شیر وانی) عبا و قبا۔ عام طریقہ استعمال کے مطابق پہننا جائز نہیں۔ ہاں ان کپڑوں کو (جو بدن کی ہیئت پر سلے یا بنے ہوئے ہوں) بطور چادر اوڑھا جائے یا تہبند کے طریقہ پر باندھا جائے تو جائز ہے۔ لیکن ان کا استعمال ترک کرنا ہی افضل ہے۔ (جیسا کہ شیخ علیؒ نے شرح مناسک میں کہا ہے۔) نیز شیخ علیؒ نے کتاب مذکور میں ایک اور جگہ یہ لکھا ہے کہ قبا و عبا اگر چادر کی طرح کندھوں پر ڈال لی جائے اور تسمے نہ باندھے جائیں اور نہ آستینوں میں ہاتھ ڈالے جائیں تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔ لیکن خلاف سنت ہونے کی بناء پر مکروہ ہے۔ اس عبارت اور اس سے پہلے کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ یہ کراہت تنزیہی اور ترک افضل باہم ایک جیسے اور ملتے جلتے ہیں۔

☆ مسئلہ : محرم کے لئے موزے، جرابیں اور ایسی چیز پہننا جائز نہیں جس سے کعب قدم ڈھک جائے۔ چاہے ایک ہی پاؤں میں پہنے۔ احرام کے معاملہ میں کعب سے مراد پشت قدم کی ابھری ہوئی درمیانی ہڈی ہے نہ کہ ٹخنہ، جو وضو میں پاؤں دھونے کی حد ہے۔ اور مداس (عربی جوتی) اور مکعب ہندی (دیسی جوتا) جو ابھری ہوئی ہڈی تک نہیں پہنچتے، ہمارے نزدیک ان کا پہننا جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک اتباع سنت اور بعض ائمہ کے اختلاف سے بچنے کی خاطر یہ جوتے نہ پہنے بلکہ نعلین (چپل) پہنے۔

☆ مسئلہ : اگر کسی کے پاس موزے ہی ہوں (یہاں موزوں سے چمڑے کے موزے مراد ہیں عام جرابیں نہیں۔ نعمانی) چپل نہ ہوں تو اسے چاہئے کہ موزوں کو ہڈی کی جگہ سے پرے کاٹ لے اور انہیں پہن لے۔ اس کے بعد اگر چپل میسر آجائیں تو ضروری نہیں کہ موزے نکال کر چپل پہنے۔ اور اگر چپل ہوتے ہوئے کٹے ہوئے موزے پہنے تو یہ جائز تو ہے مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔

☆ مسئلہ : محرم مرد کے لئے تمام سر یا سر کے کچھ حصہ کو ڈھانکنا جائز نہیں۔ چاہے وہ عمامہ ہو یا قلنسوہ (عام ٹوپی) سے یا برنس سے۔ برنس، ب اور ن کے ضمہ کے ساتھ اونچی ٹوپی کو کہتے ہیں۔ بحوالہ قاموس۔ یا کسی بھی کپڑے سے جو سر پر باندھا جاسکے۔ اور عورت کے لئے سر کھولنا نہیں بلکہ ڈھکنا واجب ہے۔ بحوالہ محیط وغیرہ۔

☆ مسئلہ : مرد محرم کے لئے سر چھپانے کی حرمت ایسی صورت میں ہے جب کہ کسی ایسی چیز سے سر چھپائے جس سے عام طور پر بطور عادت چھپایا جاتا ہو۔ جیسے رومال وغیرہ۔ مٹی یا کٹی پسی مہندی وغیرہ۔ اور اگر سر پر کوئی ایسی چیز اٹھالی جو بطور معمول اوڑھی نہیں جاتی اور اس سے سر چھپانے کا کام نہیں لیا جاتا۔ جیسے سر پر طشت یا ٹوکری، یا گونی، پتھر، ڈھیلا، لوہا، لکڑی، شیشہ وغیرہ رکھ لیا تو کوئی حرج نہیں۔ مگر چونکہ بظاہر خلاف سنت ہے اس لئے ترک افضل ہے۔

☆ مسئلہ : محرم کا تکیہ پر رخسار و سر رکھنا مباح ہے۔ اس میں بھی گو سر اور چہرہ کے کچھ حصہ کا ستر ہوتا ہے لیکن رفع حرج کی وجہ سے اس کی اجازت ہے کیونکہ سونے کی یہی عادت و صورت جاری ہے، بلکہ اس حالت میں سونا مستحب ہے۔ ہاں اگر کوئی اوندھا لیٹ کر اپنا منہ تکیہ پر رکھے تو مکروہ ہے (بشرطیکہ کسی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے نہ ہو۔ نعمانی) کیونکہ سونے کی یہ صورت عام اور عادی نہین ہے، بلکہ اس طرح

سوناشرعاً ناپسندیدہ ہے۔

☆ مسئلہ : محرم عورت ہویامرد۔ ساراچہرہ یا کچھ حصہ ڈھانکنا جائز نہیں۔

☆ مسئلہ : احرام کے بعد بدن، تہبند، چادر، بستر وغیرہ کو خوشبو لگانا جائز نہیں۔ ہر طرح کے کپڑے اس میں داخل ہیں۔ خوشبو کے معاملے میں احرام کے بعد مرد عورت برابر ہیں، اور خوشبو وہ خود لگائے یا دوسرا کوئی لگائے، اور اس سے مراد اپنے بدن یا کپڑے پر خوشبو ملنا ہے۔ ویسے خوشبو سونگھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی خوشبو کو چھوا اور وہ خوشبو بدن کو نہ چمٹی، یا صرف اس کی بو آنے لگی تو یہ فعل مکروہ ہے۔ لیکن اس سے کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔

☆ مسئلہ : محرم کو اپنے کپڑے کے پلو میں ایسی خوشبو باندھنے سے احتراز لازم ہے جس کی خوشبو خود بخود مہکتی ہو، مگر عود یا صندل یا کوئی ایسی چیز باندھنا جائز ہے جس کی خوشبو از خود نہ مہکے تا آنکہ اس کے مہکانے کی صورت نہ نکالی جائے۔ جیسے آگ میں ڈالنا یا اس کے مانند۔

☆ مسئلہ : نیز خوشبودار سرمہ لگانے سے احتراز بھی واجب ہے۔ اگر خوشبودار نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ گو بلا ضرورت ہی ہو۔ مگر بلا ضرورت لگانے سے بچنا افضل ہے۔ کیونکہ سرمہ ایک آرائشی چیز ہے اور محرم کو زیب و زینت کی چیزوں سے بچنا چاہئے۔

☆ مسئلہ : محرم پر واجب ہے کہ کچی اور اکیلی خوشبو کھانے سے بھی احتراز کرے۔

کلام شیخ علی قاریؒ سے معلوم ہوتا ہے۔ لونگ، سونٹھ، دار چینی اور الائچی سب خوشبو میں داخل ہیں۔ ہاں اگر خوشبو کسی کھانے میں مخلوط کر دی جائے یا کھانے کے

علاوہ کسی اور سخت جمی ہوئی چیز میں ملادی جائے اور مخلوط کرنے کے بعد اس کو پکایا جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مخلوط کرنے کے بعد پکایا نہ جائے۔ یا اس کو باعتبار اصل کسی پتلی اور بہنے والی چیز میں ملایا جائے تو غلبہ کا اعتبار ہوگا۔ اگر خوشبو کے اجزاء غالب ہوں تو اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر دوسری چیز کے اجزاء غالب ہوں تو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ مسئلہ: اگر محرم کے بدن پر خوشبو لگ جائے تو خود نہ دھوئے بلکہ کسی غیر محرم سے دھلوائے کیونکہ دھونے کی حالت میں خوشبو کا استعمال لازم آجاتا ہے اس لئے اس کے استعمال کے سبب گناہ گار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ خوشبو صرف پانی بہانے سے زائل ہو جائے ہاتھ لگانے کی ضرورت پیش نہ آئے تو پانی بہا دے۔

اور اگر محرم کے کپڑے کو خوشبو لگ گئی اور اس نے اس کو ایک گھڑی کے اندر اندر دھو دیا تو کوئی بات نہیں اور اگر گھڑی بھر کی دیر کر دی تو وہ گنہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی لازم ہوگا۔ بدن و کپڑے کے مسئلوں کا یہ فرق المنتقی میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ کپڑوں کو خوشبو سے بچانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، مختلف مقامات، مکانات اور دیواروں پر یا دکانوں میں خوشبو لگی ہوتی ہے اور بغیر ارادہ واختیار کے بھی کپڑا اس سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ بخلاف بدن کے کہ اس کا اس طرح آلودہ ہونا شاذ ونادر ہوتا ہے۔ اس لئے کپڑے کے معاملہ میں تو کچھ دیر چھوٹ دی گئی، اور بدن کے معاملہ میں نہیں۔ واللہ اعلم۔

☆ مسئلہ: محرم کے کسی عضو پر خوشبو لگ گئی اور وہ از خود، پتلی ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے دوسرے عضو تک پھیل گئی، محرم نے اس کو نہیں پھیلایا تو ایک

ہی کفارہ ہو گا۔ اور اگر محرم نے ایک عضو سے دوسرے عضو تک منتقل کیا تو اس پر متعدد کفارے (باعتبار اعضا) لازم آئیں گے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے ایسا کپڑا پہننا جائز نہیں جو کسم، زعفران، یا ورس (ایک گھاس جو رنگائی کے کام آتی تھی) سے رنگا گیا ہو۔ یا ان جیسی کسی خوشبودار چیز سے رنگا ہو۔ اس معاملہ میں سلا اور بے سلا دونوں برابر ہیں۔

لیکن اگر وہ اتنا دھلا ہوا ہے کہ اس میں خوشبو کی مہک بالکل نہیں رہی اس وقت محرم کے لئے اس کا پہننا جائز ہے۔ اور اگر ایسی چیز سے رنگا گیا ہے جس میں کوئی خوشبو ہی نہیں، جیسے مٹی (گیرو) یا اس کے مانند۔ تو محرم کو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں چاہے وہ دھویا نہ گیا ہو۔ لیکن اس کے باوجود اس کا ترک افضل ہے کیونکہ رنگین کپڑے میں ایک طرح کی آرائش ہوتی ہے اور محرم کے لئے زینت کا ترک اولیٰ ہے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے بدن پر تیل ملنا جائز نہیں۔ چاہے وہ تیل خوشبودار ہو یا بلا خوشبو۔ جیسے زیتون اور تلوں کا خالص تیل۔ اور تیل بالوں میں لگائے یا بدن پر دونوں برابر ہیں۔ کپڑوں کو تیل لگانا ممنوع نہیں۔ بشرطیکہ خوشبودار نہ ہو۔ اسی طرح اگر تیل خوشبودار نہ ہو تو اس کا کھانا بھی ممنوع نہیں۔

☆ مسئلہ: اوپر جو تیل کے بدن پر مالش کی ممانعت بیان کی گئی ہے یہ تیل کے ساتھ مخصوص ہے۔ گھی اور چربی یا دنبہ کی چکی اگر بدن پر ملے یا کھانے مین استعمال کرے تو کوئی ممانعت نہیں۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے نہ خود خشکی کا جانور شکار کرنا جائز ہے نہ کسی دوسرے کو اس کے قتل کرنے کے لئے اشارہ ودلالت کرنا جائز ہے۔ اشارہ اور دلالت میں یہ فرق ہے کہ اشارہ موجود شکار کی طرف ہوتا ہے اور دلالت غیر موجود شکار کے لئے۔

☆ مسئلہ: دوسرے شخص کو شکار کے مارنے کے حکم اور اس کی طرف اشارہ کرنے یا اس پر دلالت کرنے کی حرمت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس شخص نے وہ شکار مارا یا نہ مارا۔ البتہ آمر و مشیر پر کفارہ اسی وقت لازم آئے گا جب وہ شخص وہ شکار مارے، ورنہ نہیں۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے یہ جائز نہیں کہ خشکی کے شکار پکڑنے یا مارنے کے لئے شکاری کی کسی بھی طرح کی مدد کرے حتیٰ کہ شکاری کو کہیں اور سے آلات شکار، تیر کمان، چھری، نیزہ وغیرہ عاریتاً مل سکتے ہوں تو اس وقت محرم کے لئے اپنے آلات بھی شکاری کو عاریتاً دینا جائز نہیں۔ ہاں کہیں اور سے نہ ملیں تو عاریتاً دینا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ خشکی کے شکار کو اس کی جگہ سے بھگائے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے خشکی کے شکار کو زخمی کرنا، ان کے انڈے توڑنا، پر نوچنا، یا ٹانگیں توڑنا یا ان کا گوشت اور انڈے بھوننا بھی جائز نہیں۔

☆ مسئلہ: ہم نے تمام مسائل میں شکار کو "خشکی" کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کیونکہ بحری شکار جائز ہے۔ محرم کا تری کے شکار کو پکڑنا، مارنا اور اگر کھانے کے قابل ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ بفرمان خدائے عزوجل ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾.

☆ مسئلہ: شکار سے مراد وہ جانور ہے جو اپنی ٹانگوں یا بازوؤں کی وجہ سے اپنا بچاؤ کرتا اور باعتبار اپنی خلقت لوگوں سے وحشت رکھتا ہو، اس میں عارضی توحش کا اعتبار نہیں۔ اس کی بناء پر ہرن، ہاتھی اور کبوتر کا پکڑنا گو وہ مانوس ہی ہوں جائز نہیں۔ کیونکہ

یہ شکار میں داخل ہیں۔ اور اونٹ، گائے، بکری کا ذبح کرنا محرم کے لئے جائز ہے گو وہ وحشی ہوں، کیونکہ وہ شکار نہیں ہیں۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے اس میں کوئی فرق نہیں کہ شکار حرم کا ہے یا حل کا۔ اس کے لئے دونوں ناجائز ہیں۔ اسی طرح حرم کا شکار پکڑنا کسی کے لئے جائز نہیں چاہے وہ محرم ہو یا حلال۔ البتہ محرم کا حرم کے شکار سے تعرض کرنا باعتبار حرمت زیادہ شدید اور باعتبار گناہ بہت زیادہ برا ہے۔

☆ مسئلہ: جانوروں کے مارنے کے حکم عدم جواز سے چند جانور مستثنیٰ کئے گئے ہیں کہ ان کا مار ڈالنا جائز ہے۔ چاہے حرم میں ہوں یا حرم سے باہر، مارنے والا محرم ہو یا حلال۔ اور ان کے قتل سے کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔ ان جانوروں میں بھیڑیا اور کتا ہیں۔ یہ جنگلی ہوں یا پالتو، پاگل ہوں یا ٹھیک۔ البتہ غیر پاگل (کتے) کا مارنا گناہ ہے۔ اگرچہ کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔ اور چیل و مردار خور کوا بھی ان میں شامل ہیں۔

☆ مسئلہ: ایک روایت کے مطابق شیر، چیتے، گلدار (یوز) بندر، خنزیر کا مارنا بھی جائز ہے۔ مگر دوسری روایت کی رو سے جائز نہیں اور اس سے کفارہ لازم آجاتا ہے۔ (یہ ظاہر روایت ہے۔ بحوالہ فتح القدیر وغیرہ)

☆ مسئلہ: حشرات الارض میں سے موذی جانوروں کے مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جیسے سانپ، بچھو، چوہا، بھڑ، گرگٹ، مچھر، کھٹمل، کچھوا، چھپکلی، نیولا وغیرہ۔

☆ مسئلہ: جنگلی بلی کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کی رو سے وہ شکار کے حکم میں ہے اور اس کے مارنے سے جزاء لازم ہوگی۔ اور دوسری روایت کی بناء پر جزاء لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ موذی ہے۔ اور پالتو بلی کے مارنے پر کوئی جزاء بالکل نہ ہوگی کیونکہ وہ شکار بالکل نہیں ہے۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے اپنے بدن اور کپڑے کی جوں مارنا بالکل جائز نہیں۔

اسی طرح ان کو اپنے بدن و کپڑے سے پکڑ کر دور ڈالنا چاہے دھوپ میں ہو یا سایہ میں یہ بھی جائز نہیں۔ اور ان کو دوسرے آدمی پر ڈالنا۔ یا دوسروں سے ان کو مروانا۔ یا ان کی طرف اشارہ و دلالت کرنا بھی جائز نہیں۔ اس کی حرمت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ غیر شخص نے وہ جوں ماری یا نہیں جو اس نے چھوڑی یا بتائی تھی۔ ہاں اس کی جزا اس وقت واجب ہو گی جب وہ دوسرا شخص جوں کو مار دے ورنہ نہیں۔

جوں کی جزا یہ ہے کہ ایک جوں ماری یا اپنے سے جدا کر کے پھینک دی تو اس کے عوض روٹی کا ٹکڑا صدقہ کر دے۔ دو یا تین ہوں تو مٹھی بھر گیہوں صدقہ دے۔ تین سے زیادہ کتنی ہی ہوں نصف صاع گندم صدقہ لازم ہو گا۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے جوں مارنے کی نیت سے کپڑا اتار کر دھوپ میں ڈالنا جائز نہیں، اسی طرح جوں مارنے کی نیت سے اس کو دھونا بھی جائز نہیں۔ اگر کسی نے دھوپ میں کپڑا ڈال دیا۔ یا جوں مارنے کی نیت سے کپڑا دھو ڈالا تو اگر اس میں چار یا چار سے زیادہ جوئیں ہوں گی تو نصف صاع گندم لازم ہے۔ ہاں کسی اور مقصد سے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنے یا دھونے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ مسئلہ: اگر محرم کسی دوسرے کے کپڑے کی جوئیں مارے تو اس پر کوئی جزء لازم نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر اپنے بدن اور کپڑے کے علاوہ کی جوں مارے جیسے زمین وغیرہ پر کوئی جوں ہوں اس کو مار دے تو اس پر کوئی جزا لازم نہ ہو گی۔

☆ مسئلہ: یہ مسائل تو جوں سے متعلق تھے، مگر مچھر، پسو، مکھی، شہد کی مکھی، بھڑ، ان کا مارنا محرم و حلال کے لئے حرم و غیر حرم سب جگہ جائز ہے۔ اسی طرح حلال کے لئے حرم میں جوں مارنا بھی جائز ہے۔

☆ مسئلہ: محرم کو مہندی اور وسمہ کا خضاب، سر، داڑھی یا اپنے کسی اور عضو پر

لگانا جائز نہیں۔ اسی طرح اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونا بھی جائز نہیں۔

☆ مسئلہ: محرم کے لئے جائز نہیں کہ اپنے سر پر کسی نہ بہنے والی چیز کا گہرا لیپ کرے جیسے گوند یا کوئی اور چیز۔ چاہے وہ خوشبو نہ ہو۔ کیونکہ اس سے سر کا چھپانا لازم آتا ہے۔

☆ مسئلہ: جائز نہیں ہے کہ محرم حرم کے درخت یا گھاس کاٹے، یا اکھاڑے جڑ سے یا جانوروں کو چرائے۔ اور یہ عدم جواز محرم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس میں محرم اور حلال دونوں برابر ہیں۔ البتہ محرم کے لئے اس میں برائی زیادہ ہے۔ جیسا حرم کے شکار کے دوران گزرا۔ اور تیرھویں باب کی دسویں فصل کے بعد انشاء اللہ بیان کیا جائے گا کہ حرم کے درخت اور نباتات چار قسم کی ہیں۔ اور ان میں صرف چوتھی قسم کا کاٹنا، اکھاڑنا حرام ہے۔

فائدہ:

اس فصل میں جو ممنوعات احرام بیان کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر میں ارتکاب کے سبب جزء لازم آتی ہے۔ فسوق و جدال کے متعلق گزر رہی چکا اور کم چیزیں جن کی تصریح گزر چکی ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی۔

ساتویں فصل

احرام کے مکروہات تنزیہیہ کا بیان

جن کے ارتکاب سے کفارہ لازم نہیں آتا۔

واضح رہے کہ مکروہات احرام دو طرح کے ہیں۔ ایک تو نفس احرام کے مکروہات ہیں دوسرے وہ ہیں کہ تحقیق احرام کے بعد ان کا کرنا مکروہ ہے۔

نفس احرام کے مکروہات یہ ہیں۔

۱) حج کا احرام میقات زمانی یعنی حج کے مہینوں سے پہلے باندھنا۔ چاہے بدن کی ہمت ہو یا نہ ہو۔

۲) اپنے آپ میں ممنوعات احرام سے بچنے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں میقات مکانی سے پہلے احرام باندھنا۔ ہاں اگر قدرت ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ مواقیت سے جتنی دور پہلے احرام باندھ سکتا ہو باندھے۔ جیسا کہ اس باب کی دوسری فصل میں مذکور ہوا۔

۳) بغیر غسل احرام باندھنا، چاہے حیض و نفاس میں مبتلا عورت ہی کیوں نہ ہو۔ (ان کو بھی احرام سے پہلے غسل کرنا چاہئے کیونکہ یہ غسل صفائی بدن کے لئے ہوتا ہے پاکی کے لئے نہیں۔ پاکی حاصل کرنے کے لئے غسل ایام سے فراغت کے بعد کرے۔ نعمانی)۔

۴) احرام کی سنتوں میں سے جو بیان ہو چکیں، کسی سنت کو ترک کرکے احرام باندھنا۔ ہاں یہ ترک کسی عذر یا عدم قدرت کی وجہ سے ہو تو ترک سنت، مکروہ نہ ہوگا۔

۵) قارن کا حج کا احرام عمرہ سے پہلے باندھ لینا۔ اس لئے کہ قارن کے لئے سنت یہ ہے کہ عمرہ و حج کا احرام ایک ساتھ باندھے۔ یا عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم باندھے۔ اور وہ افعال کہ ان کا کرنا احرام باندھنے کے بعد مکروہ ہے یہ ہیں۔

۱) احرام باندھنے کے بعد بدن سے میل کچیل دور کرنا۔ حالانکہ کے محرم کے حال کے مناسب یہ ہے کہ وہ احرام میں میلا کچیلا رہے۔

۲) احرام کے بعد سر، داڑھی یا بدن کو بیری کے پتوں، یا صابن واشنان سے دھونا۔

۳) کپڑوں کو زیب و آرائش کی نیت سے دھونا۔ البتہ پاکی اور صفائی کی نیت سے

دھونا مباح ہے۔ اور کپڑوں کو جوئیں مارنے کی نیت سے دھونا تو اس کا حکم اسے پہلی فصل میں گزر چکا۔

۴)احرام کے بعد سر یا داڑھی میں کنگھا کرنا۔ کیونکہ یہ آرائش میں داخل ہے اور بالوں کے ٹوٹنے کا بھی احتمال ہے۔

۵)سر یا داڑھی یا تمام بدن کو زور زور سے کھجانا۔ کیونکہ اس میں بالوں کے ٹوٹنے اور جوؤں کے مرنے کا اندیشہ ہے۔ ہاں آہستہ کھجانا یا ایسے حصہ کو زور سے کھجانا جہاں بال ٹوٹنے اور جوں مرنے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور ایسا کرنا اس وقت تک ہے جب تک یہ کھجانا بال ٹوٹنے اور جوں مرنے کا سبب نہ بنے۔ اور جب سبب بننے لگے تو پھر یہ محرمات کی قسم میں داخل ہو جائے گا چاہے آہستہ کھجائے یا زور سے۔

۶)چادر کی گرہ اپنی گردن میں باندھنا۔ یا چادر کو گھنڈی کے ذریعہ گردن میں باندھنا لیکن اگر بغیر گرہ اور گھنڈی کے چادر اوڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

۷)عبا و قبا و جبہ، قمیص و شلوار یا ایسا ہی کوئی کپڑا چادر کی طرح کندھوں پر ڈالنا، آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بغیر باندھے یا گھنڈی لگائے۔ اور اگر اس کی آستینوں میں ہاتھ ڈال دیئے یا گھنڈی لگالی تو یہ صورت محرمات میں داخل ہو جائیں گی اور اس طرح احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننا سمجھا جائے گا۔

شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہاتھ کے داخل کرنے کا حکم دونوں ہاتھوں کے داخل کرنے جیسا ہے۔ اور بعض جاہل جو یہ حرکت کرتے ہیں کہ قمیص پہن کر ایک ہاتھ آستین سے باہر نکال لیتے ہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم اس پر صادق آتا ہے۔

۸)شلوار و قمیص کو ازار کی طرح باندھنا۔ اور قمیص کا توشح بھی مکروہ ہے۔ توشح

کی صورت یہ ہوتی ہے کہ قمیص کا کچھ حصہ تہبند کی طرح باندھ کر باقی حصہ کو ایک یا دونوں کندھوں پر ڈال لے۔

۹) تہبند یا چادر کو گرہ لگانا۔ شیخ علیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کنارے کو دوسرے کنارے سے ملا کر گرہ لگانا۔

۱۰) تہبند یا چادر کے کناروں میں پن وغیرہ لگانا۔

۱۱) تہبند یا چادر کو، رسی، ڈوری، یا دھاگے، ٹیکے وغیرہ سے باندھنا۔

۱۲) احرام کے بعد عود، یا صندل وغیرہ کی دھونی دیا ہوا کوئی کپڑا پہننا۔ اس لئے کہ اس سے خوشبو کے کسی جز کا استعمال تو نہیں ہوتا البتہ صرف بو کا استعمال ضرور ہوتا ہے۔

۱۳) خوشبو کو یا خوشبو دار پھل کو، یا کسی خوشبو دار نبات کو سونگھنا۔ اس میں کراہت اس وقت ہے جب قصد وارادہ سے جان بوجھ کر سونگھے۔ ہاں اگر بغیر قصد وارادہ کے دماغ میں خوشبو پہنچ جائے تو کوئی بات نہیں۔

۱۴) خوشبو کو چھونا، جب کہ خوشبو کا کوئی جز بدن کو نہ چمٹ جائے، یا صرف بدن کو بو لگے خوشبو کا جسم نہ لگے۔

۱۵) عطار کی دکان پر، یا عطار کے نزدیک خوشبو سونگھنے کی غرض سے بیٹھنا۔

۱۶) محرم کا اپنے بدن کی آرائش کرنا۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "الحاج الشعث التفل" یعنی کامل حاجی وہ ہے کہ جس کے بال الجھے اور میلے کچیلے ہوں۔

۱۷) سر اور چہرہ کے علاوہ محرم کا اپنے بدن کے کسی بھی عضو پر پٹی باندھنا۔ ہاں اگر عذر کی وجہ سے ہو جیسے کوئی عضو زخمی ہو یا ٹوٹ گیا ہو اس وقت پٹی باندھنا مباح

ہوگا۔ اور سر و چہرہ پر پٹی باندھنا محرمات میں داخل ہے اور اس کی وجہ سے جزا لازم آئے گی۔ چاہے عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عذر کی بناء پر گنہگار نہ ہوگا۔

۱۸) کعبہ کے پردہ کے اندر داخل ہو جانا۔ اگر پردہ اس کے سر اور چہرہ پر لگتا ہو۔

۱۹) منہ، ناک، ٹھوڑی یا اپنے رخسار کو کپڑے سے ڈھانکنا۔ ہاں ان جگہوں کو اپنے ہاتھ سے چھپانے میں کوئی حرج نہیں۔ شیخ علی قاریؒ نے بھی یہی فرمایا ہے، مگر "منح الغفار" کے مصنف فرماتے ہیں کہ منہ، ناک، ٹھوڑی اور رخسار کا کپڑے سے چھپانا محرمات میں شمار کیا گیا ہے۔

۲۰) خوشبو پڑا بغیر پکا کھانا کھانا۔ اور اگر پکے ہوئے کھانے میں سے خوشبو آتی ہو تب بھی اس کا کھانا مکروہ نہیں۔ اسی طرح بغیر پکے کھانے کو جس میں خوشبو ملائی گئی ہو مگر خوشبو نہ آتی ہو کھانا مکروہ نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ خوشبو مغلوب اور ختم ہوگئی۔ شیخ علی قاریؒ نے یہی فرمایا ہے۔

اور یہ بندۂ ضعیف (مصنف حیات القلوب) اللہ تعالیٰ اس کی حالت درست فرمائے، کہتا ہے کہ جب بغیر پکے کھانے میں خوشبو آتی ہو اس کا کھانا محرمات میں داخل ہے۔ اور اس پر جزا واجب ہونے کی تصریح مذکور ہے۔ اس لئے شیخ علی کا اس کو مکروہات کی فصل میں بیان کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ انہوں نے فصل محرمات سے فصل مکروہات کو جدا کر کے بیان کیا ہے۔

۲۱) اوندھے منہ ہو کر منہ کو تکیہ پر رکھنا۔ ہاں سر اور رخسار کا تکیہ پر رکھنا درست ہے جیسا کہ اس باب کی چھٹی فصل میں مفصل گزر چکا۔

☆☆☆

آٹھویں فصل

مباحات احرام کا بیان

۱۔ خالص پانی سے غسل کرنا۔ گو وہ پانی گرم ہو۔ اور بیری کے پتے، یا صابن، اشنان ملے پانی سے غسل مکروہ ہے جیسے پہلے گزرا۔ خالص پانی سے غسل کر رہا ہو تب بھی مستحب یہ ہے کہ میل دور کرنے کی نیت نہ کرے۔ بلکہ پاکی یا ٹھنڈک کی نیت رکھے۔

۲۔ پانی میں غوطہ لگانا کیونکہ اس معاملہ میں غسل میں اور غوطہ لگانے میں کوئی فرق نہیں۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ حالت احرام میں پانی میں سر چھپانے میں کوئی نقصان نہیں۔ ظاہر ہے اس میں چھپاؤ نہیں پایا جاتا۔

۳۔ حمام میں داخل ہونا۔

۴۔ پاکی اور ستھرائی کے قصد سے کپڑے دھونا۔ نہ کہ آرائش اور جوؤں کو مارنے کے لئے دھونا۔

۵۔ انگوٹھی پہننا۔ کیونکہ جس شخص کو انگوٹھی کی ضرورت پڑتی ہو (بطور مہر وغیرہ) اس کے لئے انگوٹھی پہننا سنت ہے۔ اور جسے ضرورت نہ ہو اس کے لئے احرام وغیر احرام ہر حال میں نہ پہننا اولیٰ ہے۔

۶۔ تلوار یا کوئی اور ہتھیار باندھنا۔

۷۔ کمر میں پٹکا باندھنا۔ بشرطیکہ ریشمی نہ ہو۔ کیونکہ اس کا باندھنا مکروہ ہے۔

۸۔ رقم کے لئے ہمیانی یا پیٹی باندھنا (چاہے تہبند کے اوپر ہو یا نیچے۔ کیونکہ اس

سے تہبند کی حفاظت مقصود نہیں ہوتی۔ غنیۃ الناسک)اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اس ہمیانی میں اس کی اپنی رقم ہے یا کسی دوسرے کی۔

۹۔ گھر، دیوار، خیمہ، محمل، عماری، کے سایہ میں بیٹھنا۔ یا لکڑی کے ذریعہ یا ہاتھوں سے پکڑ کر کپڑا اپنے سر پر تان لے۔ بشرطیکہ ان چیزوں کی چھت سے اس کا سر نہ لگے۔ (موٹر وغیرہ کی سواری کا بھی یہی حکم ہے۔ نعمانی)۔

۱۰)بغیر خوشبو کا سرمہ سنت کی پیروی کی نیت سے یا بینائی کی تقویت کے مقصد سے لگانا۔ ہاں زینت و خوبصورتی کی نیت سے لگانا مکروہ ہے۔

۱۱۔ آئینہ دیکھنا۔

۱۲۔ مسواک کرنا۔ بلکہ یہ غیر احرامی حالت کی طرح احرام کی حالت میں بھی سنت ہے۔

۱۳۔ دانتوں کا جڑ سے اکھاڑنا۔ چاہے وہ پہلے سے کچھ ٹوٹے ہوئے ہوں یا بالکل سالم۔

۱۴۔ اکھڑے یا ٹوٹے ہوئے ناخن کا کاٹنا۔ صحیح سالم کا کاٹنا مطابق تفصیل گزشتہ داخل محرمات ہے۔

۱۵۔ فصد کھلوانا اور پچھنے لگوانا۔ بشرطیکہ دونوں کے لئے ان کی جگہوں کے بال صاف نہ کرنے پڑیں۔

۱۶۔ آنکھوں کے پڑبال نکالنا۔ (یہ بال پلکوں کے آنکھ کی طرف والے حصہ میں اگ آتے ہیں اور بہت تکلیف دیتے ہیں۔ نعمانی)۔

۱۷۔ ختنہ کرنا۔ بدن کی کوئی رگ کاٹنا۔ بغل یا سر یا پھوڑے پھنسی میں چیرا لگانا۔

۱۸۔ ٹوٹے ہوئے عضو پر لکڑی یا کپڑے کی پٹی باندھنا۔ جب کہ سر اور چہرہ پر نہ

باندھی جائے۔

۱۹۔ ہر قسم اور ہر ملک کے بنے ہوئے کپڑے استعمال کرنا۔ جب کہ وہ سلے ہوئے نہ ہوں۔ خوشبودار رنگ سے رنگے ہوئے نہ ہوں۔ اور ریشمی نہ ہوں (عورت کے لئے ریشمی اور سلے ہوئے کی شرط نہیں ہے۔ وہ پہن سکتی ہے۔ نعمانی)۔

۲۰۔ بغیر خوشبودار رنگ کے رنگے ہوئے کپڑے پہننا۔ جیسے بردِ عدنی وغیرہ۔ مگر سرخ اور زرد رنگ کے نہ ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں رنگ ہمارے مسلک کے قول اصح کے مطابق مکروہ ہیں۔ محرم کے لئے بھی، حلال کے لئے بھی۔

۲۱۔ تکیہ پر رخسار رکھنا۔ اس میں کسی امام کا اختلاف نہیں، جیسا کہ گزرا۔

۲۲۔ اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر اور ناک پر رکھنا۔ کیونکہ عرف عام میں اس کو نہ سر چھپانا کہتے ہیں نہ منہ چھپانا۔

۲۳۔ مداس (عربی جوتا) اور مکعب (ہندی جوتا) پہننا بشرطیکہ قدم کی ابھری ہوئی ہڈی نہ چھپے لیکن اتباع سنت میں نعلین (چپل) پہننا افضل ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق اور کعب کے معنی، اس باب کی چھٹی فصل میں گزر چکے۔

۲۴۔ ٹھوڑی سے نیچے کی داڑھی کو چھپانا۔ اس لئے کہ یہ چہرہ کا حصہ نہیں ہے، اور کانوں کو چھپانا بھی مباح ہے، گردن کا چھپانا بھی مستحب ہے۔

۲۵۔ ہاتھوں کو رومال وغیرہ سے ڈھک لینا۔ البتہ ہاتھوں کے انداز پر سلے یا بنے ہوئے کپڑے یا چمڑے سے ڈھکنا محرم کے لئے چاروں اماموں کے نزدیک حرام ہے، جیسے چمڑے کے دستانے وغیرہ۔

۲۶۔ سر پر گونی، یا طباق، پیالہ، دیگ، تختہ یا ان کے مانند کوئی چیز اٹھانا۔ البتہ کپڑے سر پر اٹھانا چاہے گٹھڑی میں ہوں، مباح نہیں۔ ایسا ہی ملا سندھی رحمۃ اللہ علیہ

نے منسک کے باب مباحات میں کہا ہے۔ نیز ملا مذکور نے ابواب جنایات میں کہا ہے کہ ان تمام اشیاء کا سر پر نہ اٹھانا افضل ہے۔

۲۷۔ محرم کا شکار کا گوشت کھانا۔ جب کہ اسے حلال نے شکار اور ذبح کیا ہو، حرم سے باہر شکار کیا ہو۔ اور اس کو شکار کرنے میں کسی محرم نے کسی بھی طریقہ سے کوئی مدد نہ کی ہو۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ کسی محرم نے کسی بھی طرح کی کوئی مدد شکار کرنے میں کی ہے تو اس شکار کا کھانا حرام ہے۔

۲۸۔ خوشبو ملا ہوا کھانا کھانا۔ جب کہ خوشبو ملانے کے بعد اس کو پکایا گیا ہو یا اس کو پکایا نہ گیا ہو مگر خوشبو اس میں مغلوب ہو۔

۲۹۔ گھی کھانا یا پینا۔ زیتون، تل اور بے خوشبو تیل کھانا۔ چربی کھانے کا بھی یہی حکم ہے البتہ بدن پر صرف گھی اور چربی کی مالش جائز ہے۔ کسی تیل کی نہیں (گو بے خوشبو ہو) جیسا کہ محرمات کی فصل میں گزرا۔ مگر زخم پر یا پاؤں کی پھٹن پر تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ بوجہ ضرورت کے۔

۳۰۔ حل کے درختوں میں سے کسی درخت کا کاٹنا۔ یا وہاں کی گھاس کاٹنا یا اکھاڑنا۔ تر ہو یا خشک۔

۳۱۔ شعر پڑھنا یا لکھنا۔ بشرطیکہ اس میں ایسا مضمون نہ ہو جس کا پڑھنا لکھنا گناہ ہو۔ اور برے مضامین پر مشتمل شعر پڑھنا و لکھنا ہر حال میں قطعاً مذموم ہے۔ اور احرام کی حالت میں اس کی ممانعت اور شدید ہے۔ البتہ اس کی وجہ سے کوئی جزا لازم نہ ہوگی، فسوق میں داخل ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار کرے۔

۳۲۔ اپنا نکاح کرنا یا دوسرے کا نکاح اصالتہً یا نیابتہً کرنا۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک احرام باقی رہنے تک اپنا یا دوسرے کا نکاح کرنا جائز

نہیں۔

۳۳۔ محرم ہوتے ہوئے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، مرغ، پالتو بطخ ذبح کرنا البتہ چونکہ جنگلی بطخ شکار میں شامل ہے اس لئے اسے ذبح نہ کرے۔

۳۴۔ حشرات الارض۔ سانپ، بچھو، نیولا، مکھی، مچھر، پسو، کھٹل وغیرہ کا مارنا۔

۳۵۔ اگر بالوں کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو محرم سر، داڑھی اور بدن کو آہستہ کھجائے۔ زور سے کھجانا مکروہ ہے۔ ہاں جہاں بال گرنے کا اندیشہ نہ ہو وہاں زور سے کھجانے میں کوئی حرج نہیں چاہے خون کیوں نہ نکل آئے۔ اس لئے کہ محرم کے لئے خون نکالنا ممنوع نہیں ہے اس لئے فصد کھلوانا اور پچھنے لگوانا جائز ہے۔

۳۶۔ عطار کی دکان میں یا اسکے قریب بیٹھنا۔ یا ایسے آدمی کے قریب بیٹھنا جس کے پاس خوشبو ہو۔ بشرطیکہ خوشبو سونگھنا مقصد نہ ہو۔ ورنہ مکروہ ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

نویں فصل

احرام کے مفسدات کا بیان

واضح رہے کہ مفسد احرام صرف ایک چیز ہے، اور وہی حج و عمرہ کے لئے بھی مفسد ہے۔ اور وہ دونوں مخصوص جگہوں میں سے کسی ایک میں جماع ہے۔

حج میں وقوف عرفات سے قبل، اور عمرہ میں طواف عمرہ کے چار چکروں سے پہلے۔

☆ مسئلہ: حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی نے کسی بھی راستہ سے جماع کر لیا تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

۱)یاتو وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا۔

۲)یاوقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت کے چار چکر پورے کرنے سے پہلے۔

۳)یاطواف زیارت کااکثر حصہ کرنے کے بعد کیا۔

پہلی صورت میں اس کاحج فاسد ہو جائے گا۔اور حج فاسد ہونے کا حکم یہ ہے کہ اس پر تین چیزیں واجب ہو گئیں۔

۱)ایک بکری ذبح کرے۔ ۲) حج کے بقیہ افعال اسی طرح پورے کرے جس طرح حج صحیح کرتا۔ مثلاً وقوف عرفات،وقوف مزدلفہ،رمی جمار، حلق،طواف زیارت وسعی وغیرہ۔اور صرف ارکان کی ادائیگی پر اکتفانہ کرے بلکہ واجبات حج بھی اداکرے۔ اور ممنوعات سے بھی اسی طرح پرہیز کرے جس طرح حج صحیح میں بچتا۔اگراس دوران کسی ممنوع کاارتکاب کرلیاتواس میں بھی وہی کفارہ لازم آئے گاجوحج صحیح میں ارتکاب کے وقت ہے بغیر کسی فرق کے۔

۳)اس حج کی آئندہ سال نئے احرام کے ساتھ قضاکرے۔

اور دوسری صورت یعنی وقوف عرفہ کے بعد۔ گویہ وقوف گھڑی بھر کا ہو۔ طواف زیارت کے اکثر حصے کی ادائیگی سے قبل۔اس صورت میں اس کاحج تو فاسد نہیں ہوگامگراس پرایک بدنہ ذبح کرنالازم ہوگا۔کیونکہ یہ بہت بڑی خطاہے۔چاہے یہ جماع حلق سے قبل ہوا ہویابعد۔ ظاہر روایت کی بناء پر۔اور بدنہ سے مراد اونٹ یاگائے تو ہمارے نزدیک ہے مگرامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدنہ سے اونٹ ہی مراد ہے گائے نہیں۔

اور تیسری صورت میں۔یعنی طواف زیارت کااکثر حصہ اداکرنے کے بعد جماع کیاتواس پر کوئی چیز واجب نہیں۔اگرچہ سعی سے قبل کیا ہو۔کیونکہ ارکان میں سے

کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اور اگر حلق میں تاخیر ہو گئی۔ یعنی طواف زیارت کے بعد حلق سے پہلے جماع کیا تو اس وقت صرف ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہو گا۔

☆ مسئلہ: اور اگر عمرہ کے احرام کے بعد اسی طرح جماع کیا تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔

۱) عمرہ کے طواف کے زیادہ چکر ادا کرنے سے پہلے کیا۔

۲) یا اس کے بعد حلق سے پہلے کیا۔

۳) یا طواف اور حلق کے بعد کیا۔

پس پہلی صورت میں عمرہ فاسد ہو جائے گا اور ایک بکری ذبح کرنا لازم ہو گی اور عمرہ کے بقیہ افعال بھی پورے کرے گا۔ اور نئے احرام کے ساتھ اس عمرہ کی قضا بھی کرے گا۔

دوسری صورت میں عمرہ تو فاسد نہیں ہو گا مگر ایک بکری ذبح کرنی ہو گی۔ چاہے یہ جماع سعی سے پہلے ہو یا بعد۔

تیسری صورت میں نہ عمرہ فاسد ہو گا نہ کوئی کفارہ لازم ہو گا۔

اور جماع پر ابھارنے والی باتیں جیسے بوسہ بازی۔ بدن کا چھونا۔ لپٹنا چمٹنا۔ یا فحش حرکات کرنا تو ان سے نہ حج فاسد ہوتا ہے نہ عمرہ۔ چاہے وقوف عرفہ سے قبل ہو یا بعد، ہاں اگر ان حرکتوں میں سے کوئی حرکت شہوت کے ساتھ کی تو ایک بکری ذبح کرنی ہو گی چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور اگر بغیر شہوت کے ہو تو کوئی کفارہ واجب نہیں ہو گا۔

☆☆☆

دسویں فصل

احرام سے نکلنے کی حالت کا بیان

جب احرام صحیح بندھ جائے تو اس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے، اب جس عبادت کے لئے احرام باندھا ہے جب تک اس کے اعمال پورے نہ کر لے احرام سے باہر نکلنا ناممکن ہے، چاہے اس نے فعل جماع سے احرام کو فاسد ہی کیوں نہ کر لیا ہو۔ البتہ تین صورتوں میں بغیر اعمال پورے کئے بھی احرام سے نکل سکتا ہے۔

اول۔ وقوف عرفات نہ کر سکنے کی وجہ سے حج فوت ہو گیا ہو، اس وقت گو احرام حج کا ہو مگر عمرہ کے افعال کر کے احرام سے باہر نکل سکتا ہے۔

دوم۔ یہ کہ محرم کو احرام حج، یا عمرہ کے بعد بادشاہ کے قید کر دینے، یا بیماری کے لاحق ہو جانے یا راستہ پر خطر ہو جانے کے سبب احصار پیش آجائے۔ اس صورت میں احرام سے باہر تب ہی ہو سکتا ہے کہ کسی کو وکیل کر کے حرم میں جانور کی قربانی کرائے۔ یعنی کوئی شخص وکیل بن کر ایک جانور لے کر حرم جائے اور اس کے نائب کی حیثیت سے حرم میں جا کر اسے ذبح کرے۔ (حرم میں رہنے والے کسی شخص کو وکیل بنادے اور وہ وہیں سے جانور خرید کر اس محصر کا نائب بن کر حرم میں جانور ذبح کر دے تو بھی ٹھیک ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کی نیابت میں کوئی شخص حرم میں ایک جانور قربانی کرے تب یہ احرام سے نکل سکے گا۔ نعمانی) اور غیر حرم میں ذبح کرنے کا ہمارے مسلک کے اعتبار سے کوئی فائدہ نہیں۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ (کہ ان کے نزدیک غیر حرم میں ذبح کر دینا بھی کافی ہو گا۔ نعمانی)۔

سوم۔ایک ہی احرام میں ایک سی دو عبادتیں کو جمع کرلے مثلاً دو حج یا دو عمرہ کا ایک ساتھ ہی احرام باندھے۔یا دو مختلف عبادتوں،حج وعمرہ کا غیر مشروع طور پر احرام باندھے۔ جیسے مکی یا میقاتی۔حج وعمرہ کا ایک ہی احرام باندھ لیں۔ توان صورتوں میں محرم پر واجب ہے کہ وہ ایک عبادت کا احرام توڑ دے۔اور بعض صورتوں میں تو احرام توڑنے کی نیت کرتے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اور بعض صورتوں میں اعمال شروع کرنے پر احرام سے نکل جائے گا۔ ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔(مطلب یہ ہے کہ اگر ایک احرام میں دو حجوں یا دو عمرہ کی نیت کی ہے،تو ایک حج یا ایک عمرہ کا احرام توڑنے کی نیت کرے گا تو ایک حج یا ایک عمرہ کے احرام سے باہر ہو جائے گا۔اور ایک حج یا ایک عمرہ کا احرام باقی رہے گا۔ان کے احرام سے اسی وقت باہر نکلے گا جب ان کے اعمال ادا کرلے گا۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ : ان تینوں مذکورہ بالا صورتوں میں،بغیر اعمال عبادت پورا کئے احرام سے تو باہر نکل آئے گا مگر محرم پر ان تینوں صورتوں میں ان عبادتوں کی قضا لازم ہو گی،جن کے احرام سے باہر ہوا ہے۔ جس طرح کسی عبادت کو فاسد کرنے کی صورت میں اس پر قضا لازم ہوتی ہے۔

☆ مسئلہ : حج یا عمرہ کے احرام سے نکلنے کی شرط حلق کے مقررہ وقت کے اندر چوتھائی سر کا منڈوانا یا قصر کرانا ہے۔اگر کسی نے نہ سر منڈوایا نہ قصر کرایا تو وہ احرام سے نہیں نکلے گا چاہے سالہا سال گزر جائیں۔اس دوران جب بھی کسی ممنوع احرام بات کا ارتکاب کرے گا تو ہر ہر ارتکاب کی علیحدہ علیحدہ جزا ہو گی۔ البتہ اگر کئی ممنوعات کا ارتکاب ترک احرام کی نیت سے کیا تو ایک ہی جزا لازم ہو گی۔ جیسا کہ عنقریب مذکور ہو گا۔اور ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ میں ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا

چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد ہو تا ہے اور عمرہ کے لئے طواف عمرہ کے چار چکر کرنے کے بعد شروع ہو تا ہے۔ لیکن حلق و قصر واجب ہونے کا آخری وقت کوئی مقرر نہیں، ساری عمر اس کا وقت ہے۔ جب بھی سر منڈائے یا قصر کرائے گا، احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگرچہ حج میں رمی جمار عقبہ کے بعد ایام نحر میں حلق کرالینا واجب ہے۔ اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

☆ مسئلہ: ہم نے جو یہ کہا ہے کہ احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا قصر شرط ہے تو اس میں تین صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ ان میں حلق یا قصر شرط نہیں۔ ان صورتوں میں بغیر حلق و قصر بھی احرام سے نکل آئے گا۔

پہلی صورت تو یہ ہے، سر میں زخم وغیرہ ایسا ہے کہ حلق و قصر نہیں ہو سکتا تو اس وقت صرف احرام سے نکلنے کی نیت کے ساتھ ہی احرام سے خارج ہو جائے گا۔ بغیر کسی دوسری چیز کے۔ اور ایسی صورت میں اس پر نہ دم لازم ہو گا نہ صدقہ۔

دوسری صورت یہ کہ دو یکساں عبادتوں کو ایک احرام میں جمع کرنے کی صورت میں جب ایک کا احرام توڑے گا تو اس وقت بھی بغیر حلق و قصر کے احرام سے نکل آئے گا۔ اس میں بھی حلق و قصر، شرط نہیں۔

تیسری صورت یہ کہ کسی شخص کی بیوی نے احرام باندھا تھا، اور اس شخص نے ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع فعل کا ارتکاب کر کے اس کا احرام توڑ دیا۔ مثلاً بیوی یا لونڈی سے جماع کر لیا یا اپنی بیوی یا غلام کے خوشبو لگا دی۔ تو اس صورت میں اسکی بیوی یا غلام فعل ممنوع کے ارتکاب کے بعد بغیر حلق و قصر کا احرام سے نکل جائیں گے۔

☆☆☆

تنبیہ:

اگر محرم نے احرام کے بعد احرام توڑنے کا ارادہ کیا اور اس نے ایسے ممنوعات کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر محرم کرتا ہے مثلاً سلا ہوا لباس پہننے لگا یا خوشبو لگائی۔ یا حلق کرالیا یا جماع کر لیا، یا شکار کو قتل کر دیا یا کوئی اور ایسا ہی فعل کیا تو ان افعال کے کرنے کے باوجود باجماع علماء احرام سے نہیں نکلے گا۔ اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ بدستور سابق احرام ہی میں رہے۔ اور اگرچہ حج میں قبل وقوف اور عمرہ میں چار چکروں سے پہلے جماع کرنے سے احرام فاسد ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود اس پر لازم ہے کہ وہ حسب سابق احرام ہی میں رہے اس لئے کہ احرام کے فاسد کرنے سے بھی بقیہ اعمال ادا کرنے سے پہلے احرام سے نہیں نکل سکتا۔ پس اسی طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا۔ اور تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی کفارہ، ایک دم قربانی واجب ہوگا چاہے تمام ممنوعات کا مرتکب ہوا ہو، اور احرام توڑنے کی نیت سے متعدد جنایات پر متعدد کفارے اس لئے واجب نہ ہوں گے کہ ان ممنوعات کا ارتکاب اس نے اس تاویل سے کیا ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اس لئے یہ ممنوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے۔ اور تاویل گو فاسد ہو مگر وہ معتبر ہوتی ہے۔ دینی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں۔ پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئیں، اس لئے کفارے بھی اس پر متعدد واجب نہ ہوں گے، یہ ہمارا مسلک ہے۔ مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر ممنوع پر الگ الگ کفارہ ہوگا۔ اور یہ اختلاف بھی اس وقت ہے کہ جب اس شخص نے احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے یہ سمجھ لیا ہو کہ نیت کرنے سے میں احرام سے نکل گیا۔

لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہو کہ میں محض نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص کی نیت معتبر نہیں۔ اور اس پر بالاتفاق ہر جنایت کی علیحدہ علیحدہ جزا واجب ہو گی۔ جیسا کہ باتفاق احناف و شوافع، اس شخص پر متعدد کفارے ہوں گے جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

اور شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ احرام توڑنے کی نیت اس شخص کی بھی معتبر نہ ہونی چاہئے جسے مسئلہ میں کوئی شک ہو یا اس کے حکم کو وہ بھول گیا ہو۔

فائدہ:

واضح رہے کہ جب محرم کا احرام، تمام شرائط و واجبات اور سنن و مستحبات احرام ادا ہونے کے بعد اور تمام مفسدات و ممنوعات اور اس کے مکروہات سے بچنے سے پورا ہو گیا۔ پس اگر وہ آفاقی یا میقاتی ہے تو اسے چاہئے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور باب آئندہ میں مذکور تمام آداب کا لحاظ رکھے۔

دوسرا باب

دخول مکہ مکرمہ کی کیفیت اور اس کی سنن و مستحبات کا ذکر

واضح رہے کہ حج کے لئے آنے والے پر وقوف عرفہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سنت موکدہ ہے۔ اگر کوئی وقوف عرفہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں نہیں آیا بلکہ بالا بالا ہی عرفات چلا گیا تو یہ اس وجہ سے بھی مکروہ ہے کہ خلاف سنت ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ ایسا کرنے سے بہت سی سنتوں کا ترک ہو گیا۔ جن کا بیان آگے آئے گا۔ مثلاً ۷ ذی الحجہ کا خطبۂ امام، طواف قدوم، مکہ سے منیٰ میں ۹ ذی الحجہ کی رات گزارنا۔ منیٰ میں پانچ نمازیں ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے ۹ کی فجر تک پڑھنا۔ یہ ساری سنتیں ترک ہو گئیں۔

اور یہ کراہت اس وقت ہے جب بلا ضرورت ایسا کرے اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا ہے جیسے تنگی وقت یا کوئی اور مجبوری تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

☆ مسئلہ : جب محرم کسی بھی جانب حدود حرم شروع ہونے کی جگہ پر پہنچے۔ ان حدود کی تفصیل تیرھویں باب کی دسویں فصل میں آئے گی۔ تو اطمینان اور وقار اختیار کرے۔ اور اپنی ضروریات اور مطالب بر آوری کے لئے دعا کرے۔ اور خطاؤں اور گناہوں کی معافی کے لئے خوب خوب توبہ واستغفار کرے۔ افضل یہ ہے کہ سرزمین حرم میں داخلہ کے وقت سواری سے اتر جائے، پاپیادہ ہو جائے اور جوتے اتار کر ننگے پاؤں چلے، جیسا مجرم کو بادشاہ کے دربار میں لے جایا جاتا ہے۔ اور اگر حدود حرم

پر ایسا نہ کر سکے تو ذی طوی، مقام پر سواری سے اتر کر پیدل اور ننگے پاؤں چلے۔ وہاں بھی نہ ہو تو مکہ میں داخلہ کے وقت ایسا کرے۔ اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ انبیائے سابقین صلوات اللہ علیہم اجمعین سرزمین حرم میں پیدل اور ننگے پاؤں داخل ہوئے ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک ہزار نبیوں نے حج کیا اور انہوں نے مقام ذی طوی میں جب تک اپنی سواریاں نہ باندھ دیں مکہ میں داخل نہیں ہوئے۔

اب رہا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری پر مکہ مکرمہ میں داخلہ تو وہ ہر خاص و عام کی نظر میں شوکت اسلام کے اظہار کی خاطر تھا۔ اور اس طرح داخل ہونے کا جواز بتانا نیز امت سے دقت دور کرنے کی خاطر تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے۔

☆ مسئلہ: سرزمین حرم میں قدم رکھتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ. اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَائِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اس کے بعد تلبیہ پڑھے جیسا پہلے پڑھتا رہا ہے۔ خدا کی حمد و ثناء، تحمید و تقدیس تکبیر و تمجید کرے پھر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر اپنے لئے، اپنے والدین، اپنے بزرگوں، اپنے عزیزوں اور امت کے بزرگوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

☆ مسئلہ: اور جب مکہ مکرمہ کے قریب کسی پانی کی جگہ پر پہنچے تو دخول مکہ کے

لئے غسل کرے اور یہ غسل ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مکہ میں داخل ہو، چاہے محرم ہو یا حلال، یا حائضہ یا نفاس والی عورت ہو۔

جو مدینہ منورہ کی طرف سے آئے اس کے لئے غسل کا افضل مقام ذی طویٰ ہے۔

اور جو عراق کی طرف سے آئے اس کے لئے غسل کا افضل مقام بیر میمون ہے۔

اور جو ان دونوں راستوں کے علاوہ کسی اور راستے سے آئے تو وہ مکہ مکرمہ کے قریب جہاں موقع ملے غسل کرلے۔

اور ذی طویٰ۔ مکہ مکرمہ کے قریب جانب شام از مکہ مکرمہ، عمرہ تنعیم کے راستہ میں پتھروں سے بنا ہوا ایک پختہ کنواں ہے۔ اس پوری وادی کا نام بھی ذی طویٰ ہی رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو رات کو وادی ذی طویٰ میں قیام فرمایا، صبح کے وقت چاہ ذی طویٰ کے پانی سے غسل فرمایا اور دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اور علامہ ابن حجر مکی نے اپنی تحفہ نامی تصنیف میں فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں عمرہ والے راستہ میں کئی کنویں بن گئے ہیں، اور قرین قیاس یہ ہے کہ چاہ ذی طویٰ وہ کنواں ہے جو باب شبیکہ کے قریب ہے۔

اور شیخ عبداللہ بن سالم نے بخاری کی شرح میں فرمایا ہے کہ آجکل ذی طویٰ، بیر زاہر کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اس کنویں پر ایک بڑا قبہ بنایا گیا ہے۔

اور بیر میمون۔ وہ کنواں ہے جو مکہ مکرمہ کی وادی بطحا میں جبل حرا کے مقابل واقع ہے۔ جبل حرا اب جبل نور مشہور ہو گیا ہے۔

☆ مسئلہ: مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہونا افضل ہے۔ اگر کوئی رات کو داخل ہو تو بھی جائز ہے۔

☆ مسئلہ: چاروں اماموں کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ مکہ مکرمہ میں ثنیہ کدائی سے داخل ہو چاہے اس کے آنے کا راستہ کوئی دوسرا ہی ہو جیسے اہل یمن و عراق۔ کدائی کاف و دال کے زیر کے ساتھ۔ فراز مکہ کی طرف بلند گھاٹی ہے جو معلاۃ کے قبرستان کے نزدیک ہے۔ (آج کل آبادی کی وجہ سے ان مقامات کا پتہ ملنا مشکل ہے۔ نعمانی) ثنیہ کدائی سے داخل ہونا مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا کہ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ثنیہ علیا سے داخل ہوئے، نیز تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لئے پکارو۔ مطابق قول وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ......الخ تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جس طرح مقام ابراہیم کے پتھر پر کھڑے ہو کر آواز دی تھی اسی طرح ثنیہ علیا کے اوپر کھڑے ہو کر لوگوں کو پکارا۔ پس اس لئے ثنیہ مذکورہ سے داخل ہونا مستحب قرار پایا۔ نیز اہل مکہ کے لئے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ثنیہ پر کھڑے ہو کر دعا کی تھی۔ آپ کی دعا یہ تھی وَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ۔

نیز یہ گھاٹی باب کعبہ کے مقابل ہے۔ اور گھر میں داخلہ دروازہ ہی سے ہوتا ہے (اسلئے بھی یہاں سے داخلہ مستحب ہے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ اور مستحب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ باب کعبہ کی سمت چاروں سمتوں سے افضل ہے۔ جیسا عبد السلام نے کہا۔ اور ثنیہ محل استحباب اس وقت ہے جب کہ وہاں تنگی اور ازدحام نہ ہو۔ ورنہ جہاں سے چاہے داخل ہو جائے۔

☆ مسئلہ: میں نے مکہ مکرمہ میں ثنیہ علیا سے داخلہ کا جو استحباب بیان کیا ہے تو اس میں حج و عمرہ کی کوئی تفریق نہیں۔ دونوں صورتوں میں یہی مستحب ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو ثنیہ سفلی سے داخل ہو۔ بحوالہ منسک متوسط۔ اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے قائل غالباً اس کو ان لوگوں کے لئے مخصوص کررہے ہیں جو مکہ مکرمہ سے عمرہ کا احرام تنعیم سے باندھنے کے ارادہ سے باہر جائیں۔ اگر یہ مقصد نہیں تو پھر یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ طرز عمل کے مخالف ہے۔

☆ مسئلہ: داخل ہونے کی شرط میں نے اس لئے ذکر کی ہے کہ مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ثنیہ کدیٰ سے باہر آنا مستحب ہے۔ کدیٰ "کاف" کے پیش اور "دال" کے زیر اور آخر میں الف مقصورہ کے ساتھ۔ وہ مکہ کے نشیبی حصہ کی طرف نشیبی گھاٹی ہے جو جبل قعیقعان کے قریب وادی ذی طویٰ کی سمت میں ہے۔ اور مستحب ہونے کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔

☆ مسئلہ: جب مکہ مکرمہ نظر آنے لگے تو اس وقت اچھی اور بہترین دعاؤں میں سے جو دل چاہے، دعا مانگنی مستحب ہے۔ یہ حضرت جعفر صادق نے اپنے والد حضرت محمد باقر سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ الْبَلَدُ بَلَدُكَ وَالْبَيْتُ بَيْتُكَ جِئْتُكَ اَطْلُبُ رَحْمَتَكَ وَ اَؤُمُّ طَاعَتَكَ. مُتَّبِعاً لِاَمْرِكَ، رَاضِياً بِقَدَرِكَ، مُسْلِماً لِاَمْرِكَ، اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّ اِلَيْكَ الْمُشْفِقِ مِنْ عَذَابِكَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِيْ بِعَفْوِكَ وَاَنْ تَتَجَاوَزَ عَنِّيْ بِرَحْمَتِكَ، وَاَنْ

تُدْخِلَنِیْ جَنَّتَکَ۔

نیز بہتر ہے کہ زعفرانی سے منقول یہ الفاظ بھی اضافہ کر لے یعنی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَقْدَمَنِیْھَا سَالِماً مُعَافاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَمْداً کَثِیْراً عَلٰی تَیْسِیْرِہٖ وَحُسْنِ بَلَائِہٖ۔

اور یہ بھی بہتر ہے کہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر وہ دعا بھی پڑھ لے جو حرم شریف میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَ حَرَمُ رَسُوْلِکَ (آخر تک) اور یہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد یہ بھی پڑھنا چاہئے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ وَالْحَرَمُ حَرَمُکَ وَالْاَمْنُ اَمْنُکَ جِئْتُکَ ھَارِباً وَعَنِ الذُّنُوْبِ مُقْلِعاً وَّلِفَضْلِکَ رَاجِیاً، وَّلِرَحْمَتِکَ طَالِباً، وَّلِرِضَاکَ مُتَّبِعاً وَّلِعَفْوِکَ سَائِلاً فَلَا تَرُدَّنِیْ خَائِباً وَّاَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِکَ الْوَاسِعَۃِ، اَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ وَجُنْدِہٖ وَشَرِّ اَوْلِیَائِہٖ وَ حِزْبِہٖ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اٰمین. اور آخر میں یہ کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِمَکَّۃَ قَرَاراً وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقاً حَلَالاً۔

☆ مسئلہ: اور مکہ مکرمہ کے مقام مدعیٰ پر جب پہنچے تو مستحب ہے کہ وہاں کھڑا ہو اور دعاؤں میں سے جو دعا دل چاہے مانگے۔ اور مدعیٰ، مسجد حرام اور جنت المعلیٰ کے درمیان مشہور جگہ ہے۔ زمانہ سابق میں جنت معلیٰ سے حرم کی طرف جو بھی آتا تھا جب اس مقام پر پہنچتا تھا تو یہاں سے خانہ کعبہ نظر آجاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مقام مدعیٰ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین سے اونچا کیا تھا تاکہ وہاں سے خانہ کعبہ نظر آجائے، پس اس روایت کی تعبیر میں کہ "رویت کعبہ کے وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے" لوگ وہاں دعا کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ نویں صدی ہجری کے وسط تک مقام مدعیٰ سے بیت اللہ کی سطح نظر آتی تھی۔ اور اب اگرچہ بہت سی عمارات

بن جانے کے سبب مدعیٰ سے بیت اللہ نظر نہیں آتا لیکن وہاں دعا کرنے کے استحباب اب بھی باقی ہے۔ اس سبب سے بھی کہ وہاں بہت سے صلحاء اور سلف صالحین کے قیام کی برکت بھی شامل ہے۔ اور اس مقام اور دیگر تمام مقامات کے لئے بہتر دعا یہ ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔

☆ مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد سے حرم شریف پہنچنے تک تلبیہ اور دعاؤں میں مشغول رہے۔

☆ مسئلہ: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لئے مستحب ہے کہ سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہو کیونکہ اس میں بیت اللہ کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی اتباع ہے۔ اور مسجد حرام میں داخل ہونے اور طواف کرنے میں، کپڑے تبدیل کرنے یا مکان وغیرہ کرایہ پر حاصل کرنے یا کھانا کھانے یا کسی اور کام کی وجہ سے بالکل تاخیر نہ کرے۔ البتہ کوئی عذر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے بیوی بچے یا مال ساتھ ہو اور ان کو چھوڑ کر جانے میں نقصان یا فتنہ کا اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں مال کی حفاظت اور ان کو محفوظ جگہ ٹھیرانے کا انتظام کر کے مسجد میں آئے۔ اور اگر چند ساتھی ہوں تو کچھ رہائش وغیرہ کے انتظام میں لگ جائیں اور کچھ ادائیگی افعال میں مصروف ہو جائیں۔

☆ مسئلہ: جو عورت باہر نکلنے اور لوگوں کے درمیان چلنے پھرنے کی عادی نہ ہو اسکے لئے مستحب ہے کہ وہ مسجد حرام میں داخلہ اور طواف کو رات تک موخر کر دے۔ وہ عورت چاہے خوبصورت ہو یا بدصورت۔ اس لئے کہ رات میں اسکے لئے پردہ کی

بہتر صورت ہو سکتی ہے۔

☆ مسئلہ: مسجد حرام میں اس دروازہ سے جو کعبہ سے بجانب مشرق آجکل باب السلام جدید کے نام سے مشہور ہے، داخل ہونا مستحب ہے۔ چاہے مکہ میں کسی اور سمت سے داخل ہوا ہو۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے تھے۔ باب بنی شیبہ باب السلام قدیم کے نام سے مشہور تھا۔ اور اس دروازہ سے داخل ہونے کا مقصد یہ تھا کہ مسجد حرام میں داخلہ کعبہ کے چہرہ (دروزاہ) کی طرف سے ہو۔

اور جب باب السلام قدیم مسجد میں شامل کر لیا گیا تو باب السلام جدید استحباب دخول کے لئے اس کا قائم مقام ہو گیا۔ کیونکہ اس دروازہ سے داخلہ کے وقت بھی کعبہ کا چہرہ سامنے پڑتا ہے۔ (مسجد حرام کی موجودہ شاندار عمارت میں اسی سمت نہایت عظیم الشان دروازہ بنایا گیا ہے جو باب السلام کے نام ہی سے موسوم ہے۔ اور اب وہی دروازہ باب السلام جدید کا جواب شامل مسجد ہو گیا ہے، قائم مقام ہے۔ اور اسی سے داخلہ مستحب ہے۔ نعمانی)

☆ مسئلہ: باب السلام سے داخلہ حاجی اور معتمر دونوں کے لئے مستحب ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ معتمر اگر باب عمرہ سے داخل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہی زیادہ قرین قیاس ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔

☆ مسئلہ: مسجد میں داخلہ کے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا مستحب ہے، اسی طرح تمام مساجد میں بھی ایسا کرنا مستحب ہے۔ اور ننگے پاؤں داخل ہونا چاہئے، جیسا کہ تمام مساجد کے بارے میں یہی حکم مسنون ہے۔ ہاں کوئی عذر، یا ضرورت ہو تو جوتے کے ساتھ بھی داخل ہو سکتا ہے۔ (مگر یہ ضرور دیکھ لے کہ جوتا نجس نہ ہو، اور کوئی تر

نجاست فی الوقت لگی ہوئی نہ ہو۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: مسجد حرام میں داخلہ کے وقت یہ مستحب ہے کہ کوئی دعا پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔ اور یہ دعا پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ جَمِيْعَ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِيْ جَنَّتَكَ۔

اور یہی الفاظ مسجد سے نکلتے وقت کہنا بھی مستحب ہیں۔ اور اس وقت ابواب رحمتک کی جگہ ابواب فضلک کہے۔

☆ مسئلہ: کنز العباد میں کہا گیا ہے کہ مسجد حرام میں داخلہ کے وقت اس کی چوکھٹ کو بوسہ دے۔

☆ مسئلہ: اور جب خانہ کعبہ پر نظر پڑے تو تین تین مرتبہ تکبیر و تہلیل کہے اور یہ پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

نیز وہ الفاظ بھی کہ جو بروایت بیہقی از مکحول مرسلا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو دیکھنے کے وقت فرمائے تھے یعنی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔

اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ بعد لفظ وَمِنْكَ السَّلَامُ کے یہ الفاظ بڑھائے۔

وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ تَبَارَكْتَ

وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

طبری نے اپنی معجم میں اور واقدی نے اپنے مغازی میں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جب کعبہ شریف پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفاً وَّ تَعْظِيْماً وَّ تَكْرِيْماً وَّ بِرّاً وَّمَهَابَةً وَّ زِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَ عَظَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفاً وَّتَكْرِيْماً وَّ تَعْظِيْماً وَّبِرّاً۔

اور عطاء سے بطریق مرسل روایت بیان کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت کعبہ شریف کے وقت یہ الفاظ ادا فرمائے۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الْكُفْرِ وَ مِنَ الدَّيْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

اور ابن الجوزی کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی رویت کے وقت یہ الفاظ کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ كَثِيْراً كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَ كَمَا يَنْبَغِىْ تَكَرَّمَ وَ جْهُهٗ وَعَزَّ جَلَالُهٗ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بَلَّغَنِىْ بَيْتَهٗ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ. اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ دَعَوْتَ اِلٰى حَجِّ بَيْتِكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ لِذٰلِكَ تَقَبَّلْ مِنِّىْ وَاعْفُ عَنِّىْ وَاَصْلِحْ لِىْ شَاْنِىْ كُلَّهٗ. لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔

☆ مسئلہ: بیت اللہ شریف پر نظر پڑنے کے وقت چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر جو دل چاہے دعا مانگے کیونکہ کعبہ شریف دیکھنے کے وقت کی مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اہم دعا یہ ہے کہ حصول جنت بلا حساب کا سوال کرے کیونکہ یہ دعا حسن خاتمہ اور عذاب آخرت سے نجات کو مستلزم ہے۔ اور طلب مغفرت اور خوشنودی خداوندی کی دعا بھی اہم ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتایئے جو خانہ کعبہ کی رویت کے وقت میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے مستجاب الدعا ہونے کی دعا مانگو۔ کیونکہ اگر یہ دعا قبول ہو گئی تو پھر جب بھی تم کوئی دعا مانگو گے وہ قبول ہو گی۔

☆ مسئلہ : بیت اللہ شریف پر نظر پڑتے وقت، اور اس وقت دعا مانگتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے۔ کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیز صاحبین کے نزدیک اس وقت ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے۔ مطابق تصریح طحاوی۔ کیونکہ اس وقت ہاتھ اٹھانے کی کوئی روایت نہیں۔ بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے تو یہ منقول ہے کہ یہ یہودیوں کا فعل تھا۔ اسی لئے علامہ سروجیؒ نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے کہ مسلک اس کا ترک کرنا ہی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کرمانیؒ نے اپنی منسک میں جو اس وقت ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے وہ خلاف مذہب ہے۔

☆ مسئلہ : جب مسجد حرام میں داخل ہو چکے تو سب سے پہلے حجر اسود پر آئے اور طواف شروع کر دے۔ چاہے طواف قدوم ہو، یا کوئی اور طواف۔ طواف سے پہلے نہ تحیۃ المسجد پڑھے نہ کوئی اور نفل۔ کیونکہ مسجد حرام کا تحیہ تو طواف ہے۔ ہاں اگر کسی فرض نماز، یا وتر یا سنت موکدہ، چاہے وہ فرضوں سے پہلے کی ہوں یا بعد کی یا کسی فرض نماز کی جماعت یا نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو، تو پہلے انہیں ادا کرے۔ ہاں سنت غیر موکدہ، مثلاً چاشت، اشراق، تہجد وغیرہ سے طواف کو مقدم رکھے، (طواف کی وجہ سے سنت غیر موکدہ کا وقت نکل جائے تو کوئی حرج نہیں۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ : یہ جو کہا گیا ہے کہ مسجد حرام کا تحیہ طواف ہے۔ یہ اس شخص کے

لئے ہے جس پر یا تو کوئی طواف لازم ہو یا وہ مسجد حرام میں طواف کے ارادہ سے داخل ہو اور جو شخص مسجد حرام میں بیٹھنے کی نیت سے آئے اسے چاہئے جب تک دو رکعت تحیۃ المسجد نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔

☆☆☆

تیسرا باب

طواف اور اس کی قسموں اور اس سے متعلق مسائل کا بیان

یہ بیان آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل۔ طواف کی قسمیں

طواف کی سات قسمیں ہیں۔ ان میں سے تین تو حج کے ساتھ مخصوص ہیں اور ایک عمرہ کے ساتھ۔ بقیہ تین نہ حج کے ساتھ مخصوص نہ عمرہ کے۔

حج کے ساتھ مخصوص طواف یہ ہیں۔

۱۔ پہلا طواف قدوم ہے، اسے طواف تحیہ بھی کہتے ہیں اور وہ حج افراد یا قران والے کے لئے سنت موکدہ ہے اگر وہ آفاقی ہو۔ صرف عمرہ والے یا متمتع کے لئے نیز مکی و میقاتی کے لئے سنت موکدہ نہیں ہے چاہے یہ حج افراد ہی کریں۔

طواف قدوم ایک تو وقت صحت ہے، ایک وقت فضیلت۔

پس وقت صحت تو وہ اول وقت ہے جب ہو حج کے مہینوں میں احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو۔ اور اس کا آخری وقت وقوف عرفات سے پہلے پہلے ہے۔ اگر حاجی نے وقوف عرفات کرلیا تو طواف قدوم صحیح ہونے کا وقت نکل گیا۔ اب اگر طواف قدوم کی نیت سے طواف کیا تو طواف قدوم صحیح نہ ہوگا۔

اور اس کا افضل وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے فوراً بعد ہے۔

۲۔ دوسرا طواف زیارت ہے۔ اسے طواف رکن اور طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔
یہ طواف حج کا رکن ہے۔ حج اسکے ادا کرنے کے بعد ہی صحیح ہوتا ہے۔
طواف زیارت کے لئے ایک تو وقت جواز ہے اور ایک وقت وجوب۔ وقت جواز کی ابتداء تو ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد ہے۔ اور آخری وقت جواز اس کے لئے کوئی نہیں بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے۔ جب بھی کرے گا جائز ہوگا۔ اور اس کا وقت واجب ایام نحر (۱۰،۱۱،۱۲ ذی الحجہ) ہیں۔ اگر ایام نحر میں طواف زیارت نہ کیا تو ترک واجب کے سبب گنہگار بھی ہوگا اور ایک دم (قربانی) بھی دینا ہوگا۔

۳۔ تیسرا طواف وداع ہے۔ کہ اسے طواف صدر بھی کہتے ہیں۔ صدر کا تلفظ بفتحتین ہے۔ جسکے معنی لوٹنے کے ہیں۔ یہ آفاقی حاجی پر واجب ہے مفرد ہو یا قارن ہو یا متمتع صرف عمرہ والے پر اور مکی و میقاتی پر واجب نہیں۔

اس کے جواز کا ابتدائی وقت تو طواف زیارت کے بعد ہے۔ اور جواز کا آخری وقت کوئی متعین نہیں بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ جب وطن لوٹنے کے خیال سے سفر کا ارادہ کرے اسی وقت طواف وداع کرے۔

اور جو طواف عمرہ کے لئے مخصوص ہے وہ عمرہ کا طواف ہے۔ اور وہ عمرہ کا رکن ہے۔ اس کی صحت کا اول وقت عمرہ کے احرام کے بعد ہے۔ اور صحیح ہونے کا آخری وقت کوئی نہیں تمام عمر میں جب کرے گا صحیح ہوگا۔

اور وہ تین دوسرے طواف جو حج یا عمرہ کے ساتھ مخصوص نہیں ان میں سے

۱۔ پہلا طواف نذر ہے۔ اور وہ واجب ہے اس کے لئے کوئی معین وقت مخصوص نہیں۔ ہاں اگر نذر ماننے والا اس کے لئے کوئی خاص وقت معین کرلے تو اس کے لئے وہی وقت مخصوص ہوا۔

۲۔اور دوسرا طواف تحیۃ المسجد ہے۔اور یہ ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو۔ کیونکہ اس مسجد شریف کا تحیہ طواف ہی ہے۔ لیکن اگر مسجد میں داخل ہونے والے پر کوئی فرض طواف جیسے عمرہ کا یا مسنون طواف مثلاً طواف قدوم وغیرہ لازم ہو تو اس طواف کے ادا کرنے سے ہی تحیہ مسجد کا طواف بھی ادا ہو جائے گا۔(علیحدہ طواف کی ضرورت نہیں رہے گی۔ نعمانی)۔

۳۔ تیسرا نفلی طواف۔ علاوہ طواف تحیہ کے۔ ایسے طواف کے لئے کوئی خاص وقت نہیں۔ ہر وقت کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ نماز کے مکروہ اوقات میں بھی طواف نفل جائز ہے۔

☆ مسئلہ : غیر واجب طواف، جیسے طواف قدوم، طواف تحیہ، نفلی طواف، شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتے ہیں جیسے نفل نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے۔ (اگر کسی وجہ سے ایسی نماز یا طواف شروع کر کے ادھورا چھوڑ دے تو اس کی قضا لازم ہوتی ہے۔ نعمانی) ہاں اگر یہ گمان کر کے کہ یہ طواف واجب ہے طواف شروع کیا تھا پھر درمیان میں معلوم ہوا کہ یہ واجب نہیں تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

دوسری فصل

طواف صحیح ہونے کی شرائط کا بیان

اور اس سے متعلق واجبات، سنن اور مستحبات کا ذکر

طواف صحیح ہونے کی چار شرطیں ہیں۔

ا۔اسلام۔ چنانچہ کافر کا طواف صحیح نہیں ہوتا گو نفلی ہو۔

۲۔ طواف کی نیت۔ ہر طواف میں، طواف زیارت و قدوم ہو یا طواف صدر یا نفلی۔ طواف میں مشروع مطلق طواف کی نیت ہے۔ فرض، واجب، سنت و مستحب کا ذکر، یا طواف کا نام نیت میں شرط نہیں البتہ تعین مستحب ہے۔

☆ مسئلہ : اگر کعبہ شریف کے گرد بغیر نیت طواف چکر کاٹے، جیسے کسی قرضدار وغیرہ کو ڈھونڈنے یا دشمن سے بچنے کی خاطر چکر لگائے، تو ایسے طواف کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں اس طواف کی نیت کرلی تو صحیح ہوگا۔

۳۔ طواف صحیح ہونے کے لئے اس کا اکثر حصہ یعنی کم از کم چار چکر پورے کرنا شرط ہے۔ کیونکہ طواف کی یہی مقدار فرض ہے اور باقی کے چکر واجب ہیں۔

۴۔ چوتھی شرط صحت طواف کی جگہ کا ہونا ہے۔ اور طواف کی جگہ کعبہ شریف کے اردگرد کا حصہ ہے جو مسجد حرام کے اندر ہے۔ اس لئے کعبہ کے اندر طواف جائز نہ ہوگا۔ اور مسجد حرام کے پورے حصہ میں جائز ہوگا چاہے کعبہ سے قریب ہو یا دور اور بیچ میں کوئی حائل ہو یا جگہ صاف ہو۔ چنانچہ دروں، ستونوں، زمزم، مقام ابراہیم، وغیرہ کی آڑ بھی ہو اور ان سے پرے پرے طواف کرے تب بھی جائز ہوگا حتیٰ کہ مسجد حرام کی چھت پر طواف کرنا بھی جائز ہوگا گو وہ چھت کعبہ سے اونچی ہی ہو۔

☆ مسئلہ : مسجد حرام سے باہر طواف جائز نہ ہوگا۔ چاہے طواف فرض ہو یا نفل۔ ہاں اگر مسجد حرام سابق کے مقابلہ میں وسیع ہو جائے تو مسجد حرام کے تمام حصہ میں طواف جائز ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد جتنی جگہ میں تھی اس میں کافی توسیع ہو چکی ہے۔ آج کل (بزمانہ مصنف یعنی ۱۳۲۵ھ) جتنی جگہ میں مطاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد حرام کی یہی حد تھی۔ (اور اب تو اس مطاف میں بھی توسیع ہو چکی ہے اور سعودی دور حکومت میں تو

اب خود مسجد بے انتہا وسیع ہو چکی ہے۔ اب اصل مسجد حرام بزمانہ بنوی صلی اللہ علیہ و سلم کے علاوہ ساری توسیع شدہ جگہ مسجد حرام کے حکم میں ہے۔ نعمانی)۔

فائدہ: مذکورہ بالا چاروں شرائط مطاف طواف کے صحیح ہونے کی شرطیں ہیں۔ لیکن حج کے تینوں طواف اور عمرہ کے طواف کے لئے مزید شرط "زمانہ" بھی ہے۔ زمانہ کے شرط ہونے کا مطلب اور تفصیل یہ ہے کہ حج و عمرہ کے طواف کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ احرام کے بعد ادا کئے جائیں، اگر چہ طواف زیارت و طواف وداع کے وقت تک احرام کا باقی رہنا شرط نہیں ہے۔ اور طواف زیارت کے لئے مزید شرط یہ ہے کہ وہ وقوف عرفات کے بعد کیا جائے اور ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد کیا جائے۔

اور طواف وداع کے لئے مزید شرط یہ بھی ہے کہ وہ طواف زیارت کے بعد کیا جائے۔

فائدہ: نیت طواف کے مسائل سے متعلق

واضح رہے کہ جب طواف میں تعین نیت شرط نہیں ہے تو اگر کسی شخص کے ذمہ کوئی فرض، واجب یا مسنون طواف ہو اور وہ مطلق نیت کے ساتھ طواف کرلے تو جو طواف اسکے ذمہ لازم تھا وہی ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے کوئی گول مول نیت کر کے بھی طواف کرلیا تب بھی وہی طواف ادا ہو جائے گا جو اس کے ذمہ لازم تھا۔ البتہ اگر ذمہ والا طواف نیت والے طواف سے باعتبار رتبہ بڑا ہو تو پھر وہ (نیت والا) ادا نہیں ہوگا۔ (جیسے ذمہ طواف فرض ہو اور نیت طواف نفل کی کرے۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی شخص عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور طواف میں مطلق نیت کرے، یا طواف تحیہ مسجد، یا طواف قدوم کی نیت کرے تب بھی طواف عمرہ ہی ادا ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی قران کا احرام باندھ کر آئے اور بلا تعین دو

طواف کرلے تو پہلے طواف عمرہ کا شمار ہوگا اور دوسرا طواف قدوم۔

اسی طرح اگر کوئی یوم نحر میں مطلق طواف کی، یا نذر کے طواف کی، یا طواف وداع کی یا نفلی طواف کی نیت کر کے کوئی طواف کرلے گا تب بھی وہ طواف زیارت سمجھا جائے گا۔

اگر آفاقی نے طواف وداع ترک کر دیا اور حرم سے باہر آگیا پھر عمرہ کا احرام باندھ کر واپس گیا اور مطلق طواف یا طواف وداع کی نیت سے طواف کیا تو وہ طواف عمرہ ہی کا ہوگا۔ کیونکہ عمرہ کا طواف، طواف وداع سے زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ عمرہ کا طواف فرض ہے اور طواف وداع واجب ہے۔ اس شخص کو وداع کے لئے دوسرا طواف کرنا چاہئے

☆ مسئلہ: اگر عمرہ کے طواف کے چند چکر کئے اور باقی چھوڑ دیئے، اس کے بعد طواف زیارت سات چکروں کے ساتھ پورا ادا کیا تو یہی طواف زیارت عمرہ کے طواف کی تکمیل کردے گا۔ چاہے طواف عمرہ کا تھوڑا حصہ چھوٹا تھا یا زائد (ا۔ یہ مسئلہ شرح اللباب سے ماخوذ ہے۔ اس پر صاحب حباب رقم طراز ہیں۔ قولہ ولا فرق الخ۔ میں کہتا ہوں کہ قران صحیح ہونے کی شرائط میں یہ مسئلہ آئے گا کہ اگر عمرہ کے طواف کا کم حصہ ادا کیا تھا پھر وقوف عرفہ کرلیا۔ تو عمرہ ناقص رہ گیا۔ اس ناقص طواف کو طواف زیارت مکمل نہ کرسکے گا جب کہ زیادہ حصہ چھوٹا ہو بلکہ وہ بالکل ہی چھوٹ گیا۔ واللہ اعلم۔ پھر میں نے دیکھا کہ شیخ حنیف الدین المرشدی نے بطور شارح وہی بات بیان کی جو میں نے ذکر کی ہے۔ فالحمد للہ۔ حباب۔ ارشاد الساری علیٰ علی القاری۔ صفحہ ۱۰۰-ناقل عفی عنہ ۱۳۷۸ھ) اس لئے کہ طواف عمرہ پہلے لازم ہو چکا تھا اس لئے وہ طواف زیارت سے اس حیثیت میں قوی ہے۔ گو باعتبار کیفیت دونوں برابر ہیں۔

اسی طرح اگر طواف زیارت کے بعض چکر چھوڑ دیئے۔ اسکے بعد طواف وداع کر لیا تو طواف وداع سے طواف زیارت کی تکمیل ہو جائے گی۔

اور یہ مسئلہ طواف ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بخلاف سعی کے، اس لئے کہ اگر کسی نے حج کی سعی چھوڑ دی۔ پھر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کی سعی کی، تو عمرہ کی یہ سعی حج کی سعی میں منتقل نہیں ہو گی (پس اگر قارن نے عمرہ کی سعی ترک کر دی اس کے بعد حج کی سعی کی تو یہ سعی منتقل ہو جائے گی عمرہ کی سعی کی طرف۔ فی الکبیر۔ اگر قارن نے عمرہ کا طواف کیا مگر اس کی سعی نہیں کی پھر یوم النحر میں حج کی سعی کر لی تو یہ سعی عمرہ کی سعی ہو جائے گی۔ غنیۃ الناسک ص۵۸-ناقل عفی عنہ ۱۳۷۸ھ - (یعنی مولانا شیر محمد سندھی)۔

طواف کے واجبات اور ان کے چھوڑ دینے کا حکم

واضح رہے کہ طواف کے واجبات ترک کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب ترک کیا تو گنہگار ہو گا۔ اور اس پر پورا طواف دوبارہ کرنا واجب ہو گا۔ اگر نہ لوٹائے گا تو دم واجب ہو گا۔ لیکن اگر طواف زیارت کا زیادہ حصہ غسل فرض ہونے کی حالت میں کیا تو ایک اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہو گی۔ اور باقی تمام واجبات کے ترک پر ایک بکری کی قربانی بطور دم واجب ہو گی۔

طواف کے واجبات سات ہیں

۱۔ بدن نجاست حکمیہ یعنی حدث اصغر سے پاک ہو۔ (یعنی نہ بے وضو ہو نہ غسل کی حاجت ہو) اور طواف چاہے فرض ہو یا غیر فرض، اگرچہ طواف فرض و غیر فرض کو ناپاکی کی حالت میں ادا کرنے پر کفارے میں فرق ہو گا۔

اور بدن، کپڑے جو بدن پر ہوں۔ اور طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ (ظاہری

نجاست) سے پاک ہونا ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ سنت موکدہ ہے اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ اس لئے اس کو ہم سنن طواف میں ذکر کریں گے۔

۲۔ طواف کا دوسرا واجب پردہ کے لائق جسم کا چھپانا ہے۔ گو ستر عورت بنفسہ فرض ہے۔ مرد و عورت اور باندی کے چھپانے کے لائق اعضاء میں سے کوئی عضو چوتھائی کے برابر ننگا ہوگا تو ترک واجب میں شمار ہو جائے گا جیسا کہ نماز کے معاملہ میں ہے۔ (یعنی جتنی بے پردگی نماز میں ممنوع ہے یہاں بھی اسی کے قدر ممنوع ہے۔ نعمانی) پس اگر کسی نے چوتھائی عضو قابل ستر، کھلے ہونے کی حالت میں طواف کیا تو ستر کے ساتھ طواف کا اعادہ اس پر واجب ہے، اگر طواف کا اعادہ نہ کیا تو ایک دم لازم ہوگا۔ مگر کسی عذر کی بناء پر ایسا ہوا تو دم واجب نہ ہوگا۔

☆ مسئلہ: اگر چند اعضاء ننگے ہوں مگر ہر ایک چوتھائی سے کم ہے، تو سب کو ملا کر دیکھا جائے گا۔ جس طرح نماز کے معاملہ میں دیکھا جاتا ہے۔ (مجموعہ چوتھائی عضو سے زائد ہو تو جو حکم اوپر بیان ہوا وہی یہاں بھی جاری ہوگا۔ نعمانی)۔

۳۔ طواف کا تیسرا واجب اس کے آخر کے تین چکروں کا ادا کرنا ہے۔ اور پہلے کے چار چکر کرنا طواف میں فرض ہے کہ ان کے بغیر طواف بالکل صحیح ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ جو شخص پیدل چلنے پر قادر ہو اس کے لئے پیدل طواف کرنا واجب ہے۔ اگرچہ طواف نفلی ہی ہو۔ پس اگر کسی نے سواری پر یا آدمی کے کندھے پر چڑھ کر طواف کیا یا سانپ کی طرح پیٹ کے بل رینگ کر یا پیٹھ کے بل یا کروٹ پر یا کسی اور ہیئت میں طواف کیا اور ایسا کسی عذر کی وجہ سے نہیں کیا تو اس پر طواف کا اعادہ کرنا واجب ہے۔ اعادہ نہ کرے گا تو دم واجب ہوگا۔

۵۔پانچواں واجب دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے۔ دائیں طرف سے شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف کرنے میں چلنا اپنے دائیں طرف سے شروع کرے۔ حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اور باب کعبہ و حطیم کی طرف طواف کے لئے چلے۔ یا کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر کر کے منہ کی سیدھ میں چلے۔

اگر کوئی اس کے خلاف طواف کرے گا مثلاً اپنے بائیں طرف کرے، یا کعبہ کو بائیں ہاتھ رکھ کر پیٹھ کی طرف الٹا چلے یا کعبہ کی طرف منہ کر کے اپنے بائیں طرف چلے یا کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف چلے۔ ان تمام صورتوں میں فعل حرام کا مرتکب ہو گا۔ اور طواف کا اعادہ واجب ہو گا۔ اگر اعادہ نہ کرے گا تو ایک دم اس پر واجب ہو گا۔

۶۔ طواف کا چھٹا واجب یہ ہے کہ حطیم کے باہر باہر طواف کرے۔ اگر حطیم کے اندر سے ہو کر گزرا تو طواف کا اعادہ واجب ہے۔ اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہو گا۔

اس صورت میں دم ساقط ہونے کے لئے اتنا اعادہ کافی ہے کہ صرف حطیم کا اس کے باہر سے چکر لگا لے۔ مگر افضل یہ ہے کہ کعبہ و حطیم کا پورا چکر لگائے۔ تاکہ امام شافعیؒ کے مسلک کے بھی خلاف نہ ہو، کیونکہ ان کے نزدیک طواف میں حطیم کے اندر سے نکلنے میں طواف بالکل جائز ہی نہیں ہوتا۔

اور صرف حطیم ہی کے اعادہ کے وقت صورت یہ ہو گی کہ حطیم کے پہلے کنارہ کے مقابل کھڑا ہو۔ خانہ کعبہ بائیں طرف رہے پھر حطیم کا باہر سے چکر لگائے، جب اس کے دوسرے کنارے تک پہنچ جائے تو پھر پہلے کنارے کی طرف لوٹ آئے۔ اور اسی طرح حطیم کا دوسرا چکر کرے۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے۔ اگر تمام

چکروں میں حطیم کے اندر سے گزرا ہو، ورنہ جتنے چکروں میں گزرا ہو اتنے چکروں کا اعادہ کرے۔ اور اس اعادہ میں بھی طواف کے تمام واجبات و سنن، مثلاً طہارت، ستر، رمل، اضطباع وغیرہ کی پابندی ضروری ہے۔

حطیم کے دوسرے کنارے پہنچ کر جب واپس لوٹے، تو اس لوٹنے کو چکروں میں شمار نہ کرے۔ کیونکہ یہ الٹا چکر ہے اور اس کی وجہ سے ایک اور واجب کا ترک لازم آئے گا اس لئے صرف حطیم کے اعادہ کے وقت یہ جائز ہے کہ دوسرے کنارے پر پہنچ کر حطیم کے اندر سے پہلے کنارے پر آجائے۔ گو ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ حطیم خانہ کعبہ کا حصہ ہے اور اسے اپنے مقصد اور کام کے لئے راستہ بنانا خلاف اولیٰ ہے، ہاں ہر دفعہ حطیم سے گزرنے کے وقت ترک کی نیت کر لے تو ٹھیک ہے۔

فائدہ: حطیم وہ جگہ ہے جو کعبہ کی شمالی دیوار سے جس میں میزاب رحمت لگا ہوا ہے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر ابراہیمی میں حطیم کعبہ ہی میں داخل تھا۔ لیکن جس وقت قریش مکہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو اس کے لئے جو مال حلال وطیب جمع کیا تھا وہ پورے بیت اللہ کی تعمیر کے لئے کافی نہ تھا اس لئے کعبہ کا رقبہ کم کر کے حطیم کو کعبہ کے شمالی جانب کعبہ سے باہر بغیر تعمیر کے چھوڑ دیا۔ اب لوگوں نے حطیم کے گرد دیوار کھینچ دی۔ لیکن دیوار کے اندر کا سارا حصہ خانہ کعبہ کا جز نہیں۔ بلکہ تقریباً چھ ہاتھ اور ایک بالشت کے بقدر زمین حطیم جزو کعبہ ہے۔ یا محققین حنفیہ کی تحقیق کے مطابق سات ہاتھ کے بقدر۔ لیکن باقی زائد حصہ جو دیوار بنائی گئی وہ اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیوار تک کا حصہ جزو کعبہ ہے۔ اور دیوار اصل بنیاد کعبہ کی جگہ پر قائم ہے۔ واللہ اعلم۔ اور حطیم کے طول وعرض کی پوری تفصیل تیرھویں باب میں آئے گی۔

☆ مسئلہ: اگر حطیم کی دیوار پر طواف کرے تو جائز ہے کیونکہ ہمارے نزدیک

سارا حطیم بجز چھ یا سات ہاتھ کے کعبہ کا جزو نہیں ہے اور دیوار جزو کعبہ سے خارج ہے۔ البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے دیوار کے باہر سے طواف کرنا مستحب ہے۔

۷۔ طواف کا ساتواں واجب، دوگانہ طواف ہے جو طواف سے فارغ ہو کر پڑھنا چاہئے۔ چاہے طواف فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو یا نفل۔ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ دوگانہ سنت ہے واجب نہیں۔ اور ان دو رکعتوں کے تفصیلی مسائل انشاءاللہ اسی باب کی ساتویں فصل میں بیان کئے جائیں گے۔

طواف کی سنتیں

طواف میں نو سنتیں ہیں۔

۱۔ طواف شروع کرتے اور ختم کرتے وقت حجر اسود کا استلام کرنا۔ طواف حج کا ہو یا عمرہ کا۔ اور ہر چکر میں حجر اسود کا استلام مستحب ہے۔ اور بعض نے ہر چکر میں بھی اسے سنت بتایا ہے۔ استلام سے مراد صرف حجر اسود کو چومنا ہے، یا ممکن ہو تو چومنے کے ساتھ اس پر سجدہ بھی کرنا ہے۔ اس کی تفصیل اسی باب میں انشاءاللہ آئے گی۔

۲۔ سعی کا ارادہ کرتے وقت حجر اسود کا استلام۔

۳۔ اس طواف کے تمام چکروں میں اضطباع کرنا جس کے بعد سعی کرنی ہو۔ وہ طواف حج کا ہو یا عمرہ کا۔

۴۔ سات چکروں میں سے شروع کے تین چکروں میں رمل کرنا۔ اور باقی کے چار چکروں میں سکون و وقار سے چلنا۔ چاہے طواف حج کا ہو یا عمرہ کا، اور رمل کا سنت ہونا بھی اسی طواف کے ساتھ مخصوص ہے جس کے بعد سعی ہو۔ تمام طوافوں میں رمل مسنون نہیں ہے۔ اور اضطباع و رمل کے معنی بھی بالتفصیل اسی باب میں آئیں گے۔

۵۔ طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کے مقابل تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھانا۔

اور اثنائے طواف میں حجر اسود کے سامنے آتے وقت رفع یدین کرنے میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ اسی باب میں آئے گا۔

۶۔ طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرنا۔ کہ یہ قول صحیح کے مطابق سنت ہے اور کہا یہ بھی گیا ہے کہ یہ فرض ہے۔ اور ابن ہمامؒ نے اسے واجب بتایا ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک سنت ہی ہے۔ اس لئے طواف کی ابتداء حجر اسود کے علاوہ کہیں اور سے کرنا۔ چاہے وہ جگہ حجر اسود سے پہلے ہو، مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ مقدار قبلیت معمولی ہو، صرف اتنی کہ پورے بدن کا حجر کے مقابل سے گزر جانا متحقق ہو تو اتنی قبلیت مستحب ہے۔ اس کا بیان آئے گا۔

فائدہ:

حجر اسود ایک پتھر ہے جو بیت اللہ کے دروازہ کے قریب والے کونے (رکن کعبہ) میں گڑا ہوا ہے۔ حجر اسود کا اصل طول تین ہاتھ تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا طول ایک ہاتھ میں چار انگل کم تھا۔ لیکن دیکھنے میں اس کی مقدار ایک بالشت و چار انگل (ملی ہوئی انگلیاں) ہے۔ یہ پتھر فرشتے جنت سے لائے تھے۔ اس وقت اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ اور ایسا چمکتا تھا کہ اس کی روشنی سے مشرق و مغرب منور تھے۔ مشرکین و گنہگاروں کے چھونے اور بوسوں سے سیاہ پڑ گیا۔ اور یہ سیاہی بھی صرف اتنے حصہ پر ہے جو ظاہر ہے، باقی جو حصہ دیوار کے اندر گڑا ہوا ہے وہ انتہائی سفید ہے۔ (ممکن ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں حجر اسود کی مذکورہ مقدار موجود ہو۔ آجکل تو رکن کعبہ میں چاندی کے حلقہ کے اندر پوری سطح پر لاکھ چڑھا ہوا

ہے اور اس کے اندر غالباً پانچ ٹکڑے کبوتر کے انڈے کے برابر جڑے ہوئے ہیں۔ تین ہاتھ، یا چار انگل کم ایک ہاتھ، یا ایک بالشت چار انگل میں سے باقی حصے اور ٹکڑے کہاں گئے، کب گئے اور کس طرح گئے، ممکن ہے تاریخ کی کسی کتاب سے اس پر روشنی پڑتی ہو۔ نعمانی) جب قریش مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اس وقت حجر اسود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے دیوار کعبہ کے کونہ میں نصب فرمایا تھا اس وقت سے لے کر اب تک اسی جگہ پر قائم ہے، اگرچہ کعبہ کی عمارت اس دوران تین مرتبہ از سر نو بنائی گئی۔ زمین سے حجر اسود کی اونچائی سات انگل کم تین ہاتھ ہے۔

۷۔ طواف کی ابتداء میں حجر اسود کی طرف منہ کرنا۔ اور دوران طواف اس کے محاذات میں پہنچ کر اس کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔

۸۔ طواف کے چکر درمیان میں وقفہ کے بغیر کرنا۔ اسی طرح کسی چکر کے درمیان بھی وقفہ نہ کرنا۔ اسی طرح سعی کے چکروں میں بھی موالات (پے درپے بغیر وقفہ) سنت ہے، اور خود طواف و سعی کے درمیان بھی موالات سنت ہے۔ (یعنی طواف کرتے ہی سعی شروع کردے) وہ سعی چاہے حج کی ہو یا عمرہ کی۔ البتہ حج کی سعی میں یہ اختیار ہے کہ وہ طواف قدوم کے بعد کرے یا طواف زیارت کے بعد۔ مگر جب بھی کرے موالات سنت ہو گی۔

موالات (عدم وقفہ) سے مراد ایسی موالات ہے جو عرف عام میں موالات سمجھی جاتی ہو پس معمولی سا وقفہ، جیسے اثنائے طواف پانی پی لینا وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۹۔ بدن اور پہنے ہوئے کپڑوں نیز طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ (ظاہری نجاست) سے پاک ہونا۔ کہ یہ اکثر علماء کے نزدیک سنت ہے۔ اگرچہ بعض نے واجب

بھی کہا ہے۔

مستحبات طواف

طواف میں ۱۳ مستحب ہیں۔

۱۔ رکن یمانی پر بغیر بوسہ دیئے اور سجدہ کئے، صرف ہاتھ پھیر لینا۔

۲۔ حجر اسود سے اتنے پہلے طواف شروع کرنا کہ پورا بدن اس کے سامنے سے گزر جائے۔

۳۔ حجر اسود کو تین بار بوسہ دینا۔

۴۔ حجر اسود پر تین بار سجدہ کرنا۔

۵۔ طواف کے وقت ماثورہ وغیر ماثورہ دعائیں پڑھنا اور ذکر و اذکار کا ورد کرنا۔

۶۔ مردوں کے لئے خانہ کعبہ کے بالکل نزدیک ہو کر طواف کرنا۔ بشرطیکہ ایسا کرنے میں دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ تکلیف ہونے کی صورت میں ممنوع ہے۔

۷۔ مردوں کے ہجوم کے وقت عورتوں کا خانہ کعبہ سے دور رہ کر طواف کرنا۔ عورتوں کا طواف مردوں سے جدا نہ ہو۔

۸۔ پردہ نشین عورتوں کو چاہے وہ بوڑھی ہوں رات کو طواف کرنا مستحب ہے کیونکہ اس میں پردہ کی زیادہ رعایت ہے۔

۹۔ شاذرواں (پشتہ دیوار) سے باہر طواف کرنا۔

فائدہ: شاذرواں۔ ذال کے زبر کے ساتھ۔ دیوار کعبہ کے عرض کا وہ بیرونی حصہ ہے جسے قریش مکہ نے بناء کعبہ کے وقت دیوار کعبہ سے باہر چھوڑ دیا تھا۔ اس کی چوڑائی ایک ہاتھ۔ یعنی ۲۴ انگل تھی (بقول ارزقی) یہ بھی ایک قول ہے کہ اس کی چوڑائی دو تہائی ہاتھ تھی۔ اور یہ جگہ حطیم کی جانب کو چھوڑ کر تینوں جانب تھی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شاذرواں۔ بیت اللہ میں داخل ہے۔ اگر اس پر سے بدن کا کچھ حصہ، بلکہ لباس کا کوئی حصہ بھی گزر جائے تو ان کے نزدیک طواف صحیح نہیں ہوتا۔ پہلے زمانہ میں شاذرواں۔ سطح زمین کے برابر تھا۔ اور عام زمین اور اس میں امتیاز نہ ہونے کے سبب مسلک شوافع کے مطابق مشکل پیش آتی تھی۔ محب الدین طبری شافعی کے زمانہ میں مطاف کے پورے حصہ میں شاذرواں کا حصہ اونچا کیا گیا۔ اس کی اونچائی سولہ انگل۔ اور چوڑائی ایک ہاتھ رکھی گئی۔ جو آج تک (بزمانہ مصنف) باقی ہے۔ (اب اس جگہ پر سفید پتھروں کا ڈھلوان پشتہ بنا ہوا ہے۔ نعمانی) لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شاذرواں داخل بیت اللہ نہیں ہے، اس کی دلیل ایک تو وہ بہت سی روایات ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی تمام دیواروں کو سطح زمین تک منہدم کر کے ابراہیمی نیو ظاہر کر کے انہیں پر کعبہ کی بنیاد صحابہ کرام اور بڑے بڑے تابعین رضوان اللہ علہیم اجمعین کی موجودگی میں رکھی اور اس کو تعمیر کیا تو حجاج نے بھی کعبہ کی تعمیر میں اس کو نہیں توڑا۔ صرف حطیم کی جانب کا حصہ توڑا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس پر امت مرحومہ کا اجتماع ہے کہ رکن حجر اسود اور رکن یمانی ابراہیمی بنیاد ہی پر قائم ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہیں دو رکنوں کا استلام فرمایا۔ اگر شاذرواں داخل بیت اللہ ہوتا تو یہ دونوں رکن بھی داخل بیت اللہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں رکنوں کا بھی استلام نہ فرماتے جیسا کہ باقی دو رکنوں کا داخل بیت اللہ ہونے کے سبب استلام نہیں فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ شاذرواں، بیت اللہ میں شامل نہیں، بلکہ وہ ایسی تعمیر ہے جو خانہ کعبہ کو سیلابوں سے بچانے کے لئے قائم کی گئی۔ جیسا کہ علامہ ابن عبد ربہؒ اور علامہ

ابن تیمیہؒ نے اس کی تصریح بیان فرمائی ہے۔

ہاں اس سب کے باوجود ہمارے نزدیک بھی اختلاف سے بچنے کے لئے مستحب یہی ہے کہ طواف اس کے باہر سے کیا جائے۔

۱۰۔ مستحبات طواف میں سے دسواں مستحب یہ ہے کہ طواف اگر بیچ میں قطع ہو جائے عذر سے ہو یا بلا عذر، یا پورا یا ادھورا طواف مکروہ طریقے سے کیا ہو تو اسے شروع سے از سر نو کیا جائے۔ کیونکہ ہر وہ طواف جو مکروہ طریقہ پر کیا گیا ہو اس کو غیر مکروہ طریقے پر لوٹانا مستحب ہے۔

۱۱۔ جو بات بھی خشوع کے خلاف ہو اس کا ترک کرنا بھی مستحب ہے۔ جیسا کہ مباح بات چیت، یا بلا ضرورت اپنے کو دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ کرنا۔ یا اپنے ہاتھ، کمر، گدی، یا منہ پر رکھنا۔ یا انگلیوں کو آپس میں پھنسانا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ طواف میں دونوں ہاتھ نماز کی طرح باندھنے چاہئیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، نہ ائمہ کرام رحمہم اللہ سے، پس یہ کسی طرح بھی مستحب نہیں۔ ہاں ادب و تعظیم اور دل کی یکسوئی کی نیت سے ہاتھ باندھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور شیخ علی قاریؒ نے ایسا کرنے کو جو مطلق مکروہ بتایا ہے تو وہ کچھ ٹھیک نہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۲۔ طواف کے دوران جو اذکار یا دعائیں پڑھے وہ آہستہ پڑھے کیونکہ دکھلاوے اور ریا سے بچنے کے لئے اذکار کی اصل، اخفا ہے۔

۱۳۔ سکون قلب اور خاطر جمعی میں جو بات خلل ڈالے اس کی طرف دیکھنے سے بچے۔ اور جن کی طرف دیکھنا جائز ہی نہ ہو جیسے اجنبی عورت کو یا شہوت کے ساتھ نو عمر

لڑکے کو دیکھنا تو ان کی طرف دیکھنے سے بچنا ہر حال میں اور طواف کے وقت خاص طور پر واجب ہے۔

تیسری فصل

طواف ادا کرنے کی کیفیت کا بیان

طواف میں اول سے آخر تک تمام شرائط، واجبات، سنن اور مستحبات کی رعایت کرنا چاہئے۔ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب مسجد حرام میں داخل ہو تو پہلا کام طواف کرنا ہے۔ اس فصل میں اسی کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ جب کوئی ایسا طواف شروع کرے جس کے بعد سعی بھی کرنی ہے تو سنت ہے کہ طواف شروع کرنے سے پہلے اضطباع کرلے۔ اور اگر اس طواف کے بعد سعی نہیں کرنی تو پھر اضطباع مسنون نہیں۔

طواف عمرہ میں تو اضطباع مطلقاً مسنون ہے۔ اور طواف قدوم میں اس وقت مسنون ہے جب حج کی سعی کو بھی اس کے ساتھ ملائے۔ اس لئے کہ حج کی سعی میں یہ اختیار ہے کہ چاہے طواف قدوم کے بعد کرے، یا طواف زیارت کے بعد۔ پس اگر طواف قدوم کے بعد حج کی سعی کرنی ہے تو اس طواف میں بھی اضطباع مسنون ہوگا ورنہ نہیں۔

اور طواف زیارت میں اضطباع -- تو اگر کوئی سر منڈوا کر حلال ہونے کے بعد طواف زیارت کرے۔ اور اسی وقت سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت ہونے کے سبب قمیص، جبہ، کوٹ، شیروانی وغیرہ قسم کا لباس پہن لے تو ان میں تو اضطباع ممکن ہی نہیں۔ ہاں بے سلا چادر کی طرح کا کپڑا پہنے ہو اور طواف قدوم کے ساتھ حج کی سعی نہ

کرچکا ہو تو پھر اس وقت طواف زیارت میں بھی اضطباع مسنون ہوگا۔ اور اگر طواف قدوم میں سعی کر چکا ہے تو اب اضطباع مسنون نہیں۔ اور طواف وداع، طواف نذر، طواف نفل میں اضطباع مطلقاً مسنون نہیں کیونکہ ان کے بعد سعی نہیں ہے۔

☆ مسئلہ: طواف کے سب چکروں میں اضطباع سنت ہے۔ کسی چکر میں اضطباع ترک کر دیا تو یہ مکروہ ہے۔

☆ مسئلہ: اضطباع کا سنت ہونا صرف طواف کے لئے مخصوص ہے۔ عوام جو سمجھتے ہیں کہ احرام کی حالت میں اضطباع سنت ہے یہ غلط ہے۔ اس لئے اضطباع نہ سعی میں مسنون ہے نہ وقوف ورمی جمار کے وقت اور نہ احرام میں ہر وقت۔ بلکہ طواف سے فارغ ہوتے ہی اضطباع ترک کر دینا چاہئے، حتیٰ کہ دوگانہ طواف بھی اضطباع کی حالت میں پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔ اس لئے کہ نماز میں مونڈھوں کا ڈھانپنا سنت ہے۔ اس لئے ایک کندھا کھلا ہونے کی صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔ جیسا کہ (امدادالفتاح) وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔

☆ مسئلہ: اضطباع سے مراد یہ صورت ہے کہ اوڑھی ہوئی چادر کا ایک سرا دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اسے بائیں کندھے پر ڈال لے، اور دایاں کندھا ننگا کر لے۔ اضطباع میں حکمت یہ ہے کہ یہ صورت میدان مقابلہ میں شجاع اور دلیر لوگوں کی ہوتی تھی، اس لئے میدان عبادت میں بھی دلیری اور چستی کے اظہار کے لئے یہ ہیئت پسند کی گئی۔

☆ مسئلہ: جب اضطباع کر چکے تو حجر اسود کی طرف منہ کر کے رکن یمانی کی سمت ہٹا ہوا اس طرح کھڑا ہو کہ پورا حجر اسود اس کے دائیں طرف ہو اور اس کا دایاں

کھڑا حجر اسود کے کنارے کے مقابل ہو۔ اس وقت طواف کی نیت کرے اس میں نیت تو خود فرض ہے اور باقی سب باتیں مستحب ہیں تاکہ جو شخص تمام بدن کے حجر اسود کے سامنے سے گزرنے کو فرض کہتا ہے اس کے خلاف بھی نہ ہو۔ ابتدائے طواف کے وقت حجر اسود کی طرف منہ کرنا ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہیں۔ (شرح لباب)

☆ مسئلہ: حجر اسود سے قبل کی مذکورہ مقدار سے زیادہ سے طواف شروع نہ کرے اس لئے کہ حجر اسود سے طواف شروع کرنا سنت ہے اس کے خلاف کرنا مکروہ ہوگا اور بعض جاہل و ناواقف جو حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان سے طواف شروع کرتے ہیں وہ نہ صرف سنت کے خلاف ہے بلکہ اجماع امت کے بھی خلاف ہے۔

☆ مسئلہ: افضل یہ ہے کہ طواف کی نیت دل اور زبان دونوں سے کرے اور طواف کی نیت کے لئے بہتر الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَطُوْفَ بِهٰذَا الْبَیْتِ الْحَرَامِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

اور کامل ترین اس وقت ہوگی جب طواف کی قسم بھی متعین کرلے، چنانچہ طواف القدوم، طواف زیارت یا طواف الوداع، طواف العمرہ یا طواف التطوع کے الفاظ بھی نیت کے وقت کہے۔

☆ مسئلہ: نیت کرنے کے بعد حجر اسود کے طرف منہ کئے کئے اپنے دائیں طرف چلے اور بالکل حجر اسود کے مقابل اور اسکے قریب کھڑا ہو۔ اور اس کی طرف منہ کئے ہوئے بسم اللہ، تحمید و تکبیر کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور ہاتھ

کی دعا مانگے مثلاً یوں کہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ...... الخ۔

پوری دعا آئندہ فصل میں آئے گی۔ یہ الفاظ ہر چکر میں حجر اسود کے مقابل ہوتے وقت کہنا مستحب ہیں۔

☆ مسئلہ: حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر کہنے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ رفع یدین نماز کی طرح کرے۔ ہاتھ کانوں تک اٹھے ہوں اور ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف ہو۔ ہاتھ اٹھا کر نیچے چھوڑ دے۔

حجر اسود کے محاذ میں نیت کرتے وقت اور حالت طواف میں حجر اسود کے محاذ کے علاوہ کسی بھی جگہ ہاتھ اٹھانا ائمہ رابعہ کے نزدیک بدعت ہے۔

اور بعض ناواقف معلم نیت کے وقت جو ہاتھ اٹھواتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں نیت میں دیر کر دی اور تکبیر کا مرحلہ آ گیا اس وقت ہاتھ اٹھانا مسنون ہو گا۔ اگرچہ نیت میں اتنی تاخیر خلاف افضل ہے۔

☆ مسئلہ: علماء کو اس مسئلہ میں تردد پیش آیا ہے کہ حجر اسود کے مقابلہ میں صرف پہلی مرتبہ تکبیر کہنے کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں یا ہر چکر میں اٹھائے جائیں۔ علامہ محقق ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ درست یہ ہے کہ صرف پہلے چکر کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں۔ اور ملا رحمت اللہؒ نے اپنی منسک کبیر میں ایسے آثار نقل کئے ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر چکر میں ہاتھ اٹھائے جائیں۔ اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبھی ہاتھ اٹھالے کبھی نہ اٹھائے تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔

☆ مسئلہ: تکبیر و رفع یدین سے فارغ ہو کر حجر اسود کا استلام کرے کہ وہ سنت

ہے۔ استلام کی مکمل صورت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو حجر اسود پر رکھے مرز ایک نہ رکھے کہ یہ متکبروں کا طریقہ ہے۔ اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اپنا منہ رکھے پھر اس طرح بوسہ دے کہ بوسہ کا چٹاخہ نہ سنائی دے۔ تین دفعہ بوسہ دینا مستحب ہے۔ اور پیشانی رکھ کر حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے اور سجدہ بھی تین مرتبہ کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ابن ابی النجاد اور رشید الدین علمائے احناف نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے۔ اور علامہ قوام الدین کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے۔ کیونکہ مشہور کتابوں میں اس کے متعلق کوئی روایت نہیں۔

☆ مسئلہ: اگر حجر اسود پر بوسہ دینے کا موقع نہ ملے تو دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر پھیر کر، یا ایک ہی پھیر کر حجر اسود کی جگہ ان کو چوم لے۔ اور اگر ہجوم کی وجہ سے یا حجر اسود خوشبو میں لتھڑا ہوا ہونے کے سبب جب کہ یہ شخص محرم ہو، ہاتھ سے بھی نہ چھو سکے تو کسی چھڑی وغیرہ سے حجر اسود کو چھو کر اسے چوم لے۔

☆ مسئلہ: اور اگر چھڑی وغیرہ سے چھونا بھی میسر نہ ہو تو حجر اسود کے مقابل اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھوں سے اس کی طرف اس تصور سے اشارہ کرے کہ گویا یہ ہاتھ حجر اسود پر رکھے ہیں اور اشارہ کے بعد دونوں ہاتھوں کو چوم لے۔ (حسب تصریح السراج الوہاج)۔

☆ مسئلہ: بوسہ سے عاجز نہ ہونے کے وقت بھی دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا جیسا کہ جاہلوں اور متکبروں کا طریقہ ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ملا علی قاریؒ نے ایسا ہی کہا ہے۔ اور ظاہر ہے عدم عجز کے وقت چھڑی وغیرہ سے اشارہ کرنا بھی معتبر نہ ہوگا۔

اگر دیکھے کہ دوران طواف استلام کے وقت بھیڑ بہت ہے تو بھیڑ چھٹنے کے انتظار

ں کرنا ہو جائے بلکہ جو صورت بھی آسان ہو اسی کے مطابق کر کے طواف جاری
رکھے کیونکہ طواف کا تسلسل ایسی سنت ہے کہ اس کا کوئی بدل یا عوض نہیں اور استلام
حجر ایسی سنت ہے کہ اس کا عوض (اشارہ وغیرہ) موجود ہے۔ البتہ طواف شروع کرتے
وقت اور ختم کے وقت بھیڑ چھٹنے کے انتظار میں استلام کے لئے کھڑا رہے۔

☆ مسئلہ: بوسہ کا موقع نہ ملنے کے وقت حجر اسود کی طرف ناک یا سر سے اشارہ نہ کرے۔

☆ مسئلہ: استلام یا جو اس کے قائم مقام ہے، طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کے مقابل ہوتے وقت اور طواف کے خاتمہ کے وقت سنت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طواف شروع کرتے اور ختم کرتے وقت تو سنت ہے اور چکروں کے درمیان مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: جب استلام سے فارغ ہو جائے تو اب اپنے دائیں طرف چلنا شروع کرے اور پورے کعبہ کے مع احاطہ حطیم سات چکر لگائے۔ حجر اسود سے حجر اسود تک ایک چکر ہوگا۔

☆ مسئلہ: اور جب رکن یمانی سے گزرنے لگے تو مستحب ہے کہ اس کا بھی ہر چکر میں استلام کرے۔ یہاں استلام سے مراد دونوں ہاتھوں یا دائیں ہاتھ کا پھیرنا ہے بغیر بوسہ اور سجدہ کے۔ اور رکن یمانی پر صرف بایاں ہاتھ پھیرنا جیسا کہ بعض جاہل یا متکبر لوگ کرتے ہیں مکروہ ہے۔ اور اگر ہجوم کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہاتھ نہ پھیر سکے تو اشارہ نہ کرے، کیونکہ رکن یمانی میں اشارہ، چھونے کے قائم مقام نہیں ہوتا البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے کہ عدم قدرت کے وقت رکن یمانی کی طرف اشارہ بھی چھونے کے قائم مقام ہونے میں حجر اسود کی طرح ہے۔ اور قدرت

کے وقت اشارہ نہ حجر اسود میں قائم مقام ہو گا نہ رکن یمانی میں۔

☆ مسئلہ: حجر اسود کے استلام کا سنت ہونا اور رکن یمانی کا مستحب ہونا جو ذکر ہوا تو یہ حکم ان دونوں رکنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ باقی دو رکن عراقی و شامی کی طرف اشارہ کرنا مستحب نہیں بلکہ بدعت ہے باتفاق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے منسک متوسط کی شرح میں کہا ہے۔

☆ مسئلہ: سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں تو رمل کرنا سنت ہے اور باقی چار چکروں کو وقار و اطمینان کی چال سے طے کرے۔ رمل کے معنی چال میں تیزی اور قدم پاس پاس رکھنے کے ہیں، جھوم کر چلنے اور دوڑنے کے نہیں ،اور کندھوں کو اس طرح حرکت دینا جس طرح شجاع اور بہادر لڑائی کے میدان میں جاتے وقت حرکت دیتا ہے، رمل میں کندھوں کی یہ حرکت میدان عبادت میں شجاعت کے اظہار کی نیت سے ہونی چاہیے۔

☆ مسئلہ: رمل کا مسنون ہونا بھی اضطباع کی طرح اس طواف کے ساتھ مخصوص ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو۔ پس طواف عمرہ میں تو رمل مطلقاً مسنون ہے، اور طواف قدوم میں اس وقت مسنون ہے جب اس کے ساتھ حج کی سعی کرنی ہو۔ اور اگر حج کی سعی طواف زیارت کے بعد کرنی ہو تو پھر طواف زیارت میں رمل مسنون ہوگا، طواف قدوم میں نہیں۔

باقی اور تمام طوافوں میں رمل بالکل مسنون نہیں۔

☆ مسئلہ: اگر تینوں چکروں میں یا ایک دو میں رمل بھول گیا تو باقی چکروں میں اس کی قضا نہ کرے۔ اگر ایک میں بھول گیا یا دو میں، تو اس کی وجہ سے دوسرے تیسرے یا تیسرے میں رمل ترک نہ کرے۔

☆ مسئلہ: جس طواف میں رمل مسنون ہے اس میں جان بوجھ کر رمل ترک نہ کرے البتہ کوئی عذر ہو یا مشکل پیش ہو، جیسے بیماری یا بڑھاپا تو رمل ترک کر سکتا ہے۔

اور اگر ہجوم کی وجہ سے رمل نہ ہو سکے تو اگر طواف شروع کرنے سے پہلے ہی ہجوم تھا تب تو ہجوم کم ہونے کا انتظار کرے اور طواف شروع نہ کرے، کیونکہ رمل تو سنت مؤکدہ ہے اور طواف میں عجلت مستحب ہے اور ظاہر ہے مستحب کے مقابلہ میں سنت کی رعایت اولی ہے، اور اگر طواف شروع کرنے کے بعد ہجوم بڑھ گیا تو اس صورت میں جتنا رمل ہو سکے کرے، اس وقت ہجوم کو کم ہونے کے انتظار میں طواف روکدینا صحیح نہیں، اس لئے کہ طواف میں تسلسل تو متفق علیہ سنت ہے بلکہ بعض علماء تو اس کے وجوب کے قائل ہیں، اور رمل کی سنت مختلف فیہ ہے لہٰذا متفق علیہ سنت مختلف فیہ سنت کے مقابلہ میں ترک نہ کی جائیگی۔

فائدہ:۔ واضح رہے کہ رمل واضطباع کی مشروعیت کا سبب یہ ہوا تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ عمرۂ قضا کے لئے تشریف لائے اور طواف شروع کیا تو آہستہ رفتار سے چل رہے تھے، کچھ کفار جو حطیم کی طرف بیٹھے تھے (بطور طنز) کہنے لگے کہ یثرب کے بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے۔ یہ سنکر حضور ﷺ نے پہلے تین چکروں میں رمل کا اور ساتوں چکروں میں اضطباع کا حکم فرمایا، تاکہ مشرکوں پر مسلمانوں کی شجاعت اور جسمانی صحت آشکار ہو جائے اور باقی کے چار چکروں میں آہستہ روی کا حکم امت کو تکلیف سے بچانے کے لئے کیا۔ اصل مقصود جو تھا وہ تو شروع کے تین چکروں سے حاصل ہو ہی گیا۔

اور مشرکوں کی تباہی اور مفتوح ہونے کے باوجود آئندہ بھی رمل واضطباع اس لئے باقی ہیں کہ حضور ﷺ نے باوجودیکہ مشرکوں کا وجود ختم ہو گیا تھا پھر بھی حجۃ

الوداع میں ان کو کیا، اور ان کو باقی رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی یاد ہر حال میں تازہ رہے، کہ اللہ تعالیٰ نے کفر کے شدید غلبہ کے باوجود اسلام کو کس طرح غالب فرمایا، نیز اس کے باقی رکھنے کی مصلحت یہ بھی ہے کہ رمل واضطباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت، صداقت اور استقامت کی یاد تازہ رکھیں، کہ ان حضرات نے دین کے لئے کیسی کیسی مشقتیں برداشت فرمائیں اور اللہ جل شانہ کے راستہ پر چلنے کیلئے کیسی کیسی کوششیں کیں۔

☆ مسئلہ: ائمہ اربعہ کے نزدیک طواف، بیت اللہ سے جتنا زیادہ قریب ہو اتنا ہی افضل ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ بدن کا کوئی حصہ یا بدن کا کوئی کپڑا شاذروان کے اوپر سے نہ گزرے تاکہ امام شافعی سے اختلاف نہ ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک شاذروان داخل بیت اللہ ہے۔ اور یہ افضل بھی اس وقت ہے جب یہ قرب آسانی میسر آجائے اور لوگوں سے دھکم دھکا نہ ہونا پڑے ورنہ دوری ہی افضل ہوگی۔ اس لئے کہ قرب تو افضل ہی ہے اور دھکم پیل سے دوسروں کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ اسی طرح اگر قریب میں طواف رمل کے ساتھ نہ ہو سکے اور دور، رمل کے ساتھ ہو سکے، تو رمل کے ساتھ والا دور کا طواف، بغیر رمل کے قریب والے طواف سے افضل ہوگیا۔ کیونکہ رمل سنت مؤکدہ ہے اور قرب، محض افضل۔

☆ مسئلہ: طواف میں چھوٹے قدم اٹھانا مستحب ہے تاکہ قدموں کی تعداد زیادہ ہو اور ثواب زیادہ ملے۔ علامہ عبدالرؤف مناوی نے توضیح المناسک کی شرح میں فرمایا ہے کہ بیت اللہ سے ایک ہاتھ کے فاصلہ سے طواف کرنے والے شخص کے قدموں کا شمار کیا گیا تو ایک چکر میں ایک سو دس قدم ہوئے۔" اور ظاہر ہے کہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ایک قدم سے ایک ہی پاؤں (کا فاصلہ) ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کا تجربہ

کیا۔ پس سات چکر میں اس حساب سے سات سو ستر قدم ہوئے۔

اور علامہ فاسی نے شفاء الغرام میں سلیمان بن خلیل سے نقل کیا ہے کہ طواف کے ایک چکر کے ایک سو سات ہاتھ بنتے ہیں۔ اس طرح سات چکروں کے سات سو انچاس ہاتھ ہوئے لیکن علامہ ازرقی نے کہا ہے کہ سات چکروں میں آٹھ سو چھتیس ہاتھ اور بیس انگل ہوتے ہیں۔ ابن خلیل کا اندازہ، ازرقی کے اندازہ سے ستاسی ہاتھ بیس انگل کم ہے"۔

(ہو سکتا ہے یہ فرق ہاتھ کی چھوٹائی بڑائی کے سبب ہو یا بیت اللہ سے قرب و بعد کے باعث ہو۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: طواف کے سب چکروں میں حمد و ثناء، درود شریف اور ماثورہ وغیرہ ماثورہ دعائیں پڑھتا رہے۔ طواف چاہے فرض ہوں یا واجب و مسنون و مستحب ہوں۔ ماثورہ دعائیں پڑھنا غیر ماثورہ دعاؤں کے مقابلے میں افضل ہے۔ طواف کی دعائیں آئندہ فصل میں علیحدہ ذکر کی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔

☆ مسئلہ: طواف کے دوران قرآن شریف کا پڑھنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے حج و عمرہ کے طوافوں میں مروی نہیں اور اذکار و دعاؤں کا پڑھنا مروی ہے اس لئے افضل اذکار و ادعیہ کا پڑھنا ہے۔ البتہ آیت ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ .الخ کا پڑھنا ثابت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ آیت یا تو بطور دعا پڑھی ہے، یا بطور جواز امت کو تعلیم دینے کے لئے پڑھی۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں۔ فتح القدیر، منسک کبیر و متوسط، ملا رحمت اللہ سندھی اور شرح متوسط ملا علی قاریؒ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن علامہ شمس الائمہ سرخسی نے اپنی مبسوط میں اسکے خلاف ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طواف کے دوران اذکار میں مشغول رہنا مستحب ہے اور

الوداع میں ان کو کیا، اور ان کو باقی رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی یاد ہر حال میں تازہ رہے، کہ اللہ تعالیٰ نے کفر کے شدید غلبہ کے باوجود اسلام کو کس طرح غالب فرمایا، نیز اس کے باقی رکھنے کی مصلحت یہ بھی ہے کہ رمل واضطباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت، صداقت اور استقامت کی یاد تازہ رکھیں، کہ ان حضرات نے دین کے لئے کیسی کیسی مشقتیں برداشت فرمائیں اور اللہ جل شانہ کے راستہ پر چلنے کیلئے کیسی کیسی کوششیں کیں۔

☆ مسئلہ : ائمہ اربعہ کے نزدیک طواف، بیت اللہ سے جتنا زیادہ قریب ہو اتنا ہی افضل ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ بدن کا کوئی حصہ یا بدن کا کوئی کپڑا شاذرواں کے اوپر سے نہ گزرے تاکہ امام شافعیؒ سے اختلاف نہ ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک شاذرواں داخل بیت اللہ ہے۔ اور یہ افضل بھی اس وقت ہے جب یہ قرب آسانی میسر آجائے اور لوگوں سے دھکم دھکا نہ ہونا پڑے ورنہ دوری ہی افضل ہوگی۔ اس لئے کہ قرب تو افضل ہی ہے اور دھکم پیل سے دوسروں کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ اسی طرح اگر قریب میں طواف رمل کے ساتھ نہ ہو سکے اور دور، رمل کے ساتھ ہو سکے، تو رمل کے ساتھ والا دور کا طواف، بغیر رمل کے قریب والے طواف سے افضل ہوگیا۔ کیونکہ رمل سنت موکدہ ہے اور قرب، محض افضل۔

☆ مسئلہ : طواف میں چھوٹے قدم اٹھانا مستحب ہے تاکہ قدموں کی تعداد زیادہ ہو اور ثواب زیادہ ملے۔ علامہ عبدالرؤف مناویؒ نے توضیح المناسک کی شرح میں فرمایا ہے کہ بیت اللہ سے ایک ہاتھ کے فاصلہ سے طواف کرنے والے شخص کے قدموں کا شمار کیا گیا تو ایک چکر میں ایک سو دس قدم ہوئے۔" اور ظاہر ہے کہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ایک قدم سے ایک ہی پاؤں (کا فاصلہ) ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کا تجربہ

گیا۔ پس سات چکر میں اس حساب سے سات سو سات قدم ہوئے۔

اور علامہ فاسی نے شفاء الغرام میں سلیمان بن خلیل سے نقل کیا ہے کہ طواف کے ایک چکر کے ایک سو سات ہاتھ بنتے ہیں۔ اس طرح سات چکروں کے سات سوانچاس ہاتھ ہوئے لیکن علامہ ازرقی نے کہا ہے کہ سات چکروں میں آٹھ سو چھتیس ہاتھ اور بیس انگل ہوتے ہیں۔ ابن خلیل کا اندازہ، ازرقی کے اندازہ سے ستاسی ہاتھ بیس انگل کم ہے"۔

(ہو سکتا ہے یہ فرق ہاتھ کی چھوٹائی بڑائی کے سبب ہو یا بیت اللہ سے قرب و بعد کے باعث ہو۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: طواف کے سب چکروں میں حمد و ثناء، درود شریف اور ماثورہ وغیرہ ماثورہ دعائیں پڑھتا رہے۔ طواف چاہے فرض ہوں یا واجب و مسنون و مستحب ہوں۔ ماثورہ دعائیں پڑھنا غیر ماثورہ دعاؤں کے مقابلے میں افضل ہے۔ طواف کی دعائیں آئندہ فصل میں علیحدہ ذکر کی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔

☆ مسئلہ: طواف کے دوران قرآن شریف کا پڑھنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج و عمرہ کے طوافوں میں مروی نہیں اور اذکار و دعاؤں کا پڑھنا مروی ہے اس لئے افضل اذکار وادعیہ کا پڑھنا ہے۔ البتہ آیت ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ .الخ کا پڑھنا ثابت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یا تو بطور دعا پڑھی ہے، یا بطور جواز امت کو تعلیم دینے کے لئے پڑھی۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں۔ فتح القدیر، منسک کبیر و متوسط، ملا رحمت اللہ سندھی اور شرح متوسط ملا علی قاریؒ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن علامہ شمس الائمہ سرخسی نے اپنی مبسوط میں اسکے خلاف ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طواف کے دوران اذکار میں مشغول رہنا مستحب ہے اور

اذکار میں افضل قرآن پڑھنا ہے۔ لیکن اسے آہستہ پڑھنا چاہئے۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ طواف کی حالت میں دل ہی دل میں قرآن شریف پڑھتے تھے (یعنی اتنی آہستہ کہ خود ہی سن سکتے تھے۔ نعمانی) ہاں اگر کوئی بلند آواز سے قرآن پڑھے تو مکروہ ہے، کیونکہ طواف کی حالت میں لوگ حمد و ثناء ذکر و اذکار میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کا دھیان بٹے گا۔ اور دوسرے ان کو خاموش ہو کر قرآن سننا لازم ہو گا۔

☆ مسئلہ : طواف عمرہ، طواف زیارت، طواف وداع، طواف نذر اور طواف نفل کرنے والا دوران طواف تلبیہ نہ پڑھے۔ اور طواف قدوم میں مفرد و قارن تلبیہ پڑھ سکتے ہیں۔ مگر ان کے لئے بھی دوران طواف تلبیہ کے بجائے اذکار و ادعیہ کا پڑھنا ہی افضل ہے۔

☆ مسئلہ : جب ساتوں چکروں سے فارغ ہو جائے تو حجر اسود کا استلام سنت مو کدہ ہے۔ وہ اپنے طواف کو استلام پر ہی ختم کرے۔

☆ مسئلہ : جب استلام کر چکے تو ملتزم کی طرف آئے، ملتزم باب کعبہ اور حجر اسود کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں جس کی مقدار چار ہاتھ ہے۔ یہاں آکر اس جگہ اور کعبہ کے پردہ کو چمٹ جائے۔ ملتزم شریف پر اپنا سینہ اور پیٹ لگائے، کبھی اس پر اپنا دایاں رخسار رکھے، کبھی بایاں، اور کبھی منہ، اور اپنے دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار کعبہ پر پھیلا لے۔ پھر جو دل میں آئے دعا مانگے۔ دعا میں انتہائی عاجزی، تضرع، خشوع و خضوع کا انداز پیدا کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ جس طرح عام دعاؤں میں حمد و ثناء اور دعا کے اول و آخر میں درود شریف مستحب ہے یہاں بھی اسی طرح دعا مانگے۔ ملتزم شریف کی خاص دعائیں انشاء اللہ اگلی فصل میں آئیں گی۔

☆ مسئلہ: جب ملتزم شریف پر دعا مانگ چکے تو مقام ابراہیم پر آئے اور وہاں دو رکعت واجب الطواف ادا کرے۔ طواف حج و عمرہ کا ہو یا کسی اور قسم کا، دو رکعت ہر طواف کے بعد پڑھنا ہوں گی۔

☆ مسئلہ: طواف کے بعد ان دو رکعات کا پڑھنا واجب ہے عندالاحناف۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے۔ اس لئے حنفی کو چاہئے کہ یا تو دو رکعت طواف کی نیت کرے یا دو رکعت واجب الطواف کہے۔ نیت میں سنت طواف نہ کہے۔ لیکن اگر کسی نے سنت طواف کہہ کر نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ بقول ملا علی قاریؒ۔

☆ مسئلہ: ان دو رکعتوں میں ائمہ اربعہ کے نزدیک پہلی رکعت میں بعد فاتح سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ اور ان ہی سورتوں کے مخصوص ہونے کی وہی وجہ ہے جو احرام کی دو رکعتوں میں بیان ہو چکی۔

☆ مسئلہ: ان رکعتوں کے بعد اپنے لئے اپنے والدین آل اولاد، بھائی بہن، دوست احباب اور بزرگوں اور عام مسلمانوں کے لئے اچھی دعائیں مانگنا مستحب ہے۔ اس موقع کی کچھ دعائیں آئندہ فصل میں آئیں گی۔

☆ مسئلہ: ان دو رکعتوں کے صحیح اور جائز ہونے کے لئے تو کوئی جگہ اور وقت مخصوص نہیں البتہ بطور افضلیت جگہ اور وقت مخصوص ہے۔ حتیٰ کہ بوجہ فرمان خداوندی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ مقام ابراہیم کے پیچھے سے مراد اتنا فاصلہ ہے جسے عام لوگ پیچھے کہہ سکیں۔ اور اہل عرف علماء نے سنگ مرمر بچھے ہوئے مقام تک کو قرب کے لئے مخصوص کیا ہے۔ یعنی وہاں تک جو یہ دو رکعات پڑھے گا یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے مقام ابراہیم کے قریب ہی پڑھی ہیں دور نہیں پڑھیں۔ پس اگر کوئی شخص مقام ابراہیم کی پشت کی سیدھ میں بالکل مسجد کے آخر میں یہ رکعات

پڑھے گا تو اسے خلف مقام کی فضیلت حاصل نہ ہو گی۔ باتفاق العلماء۔ (اب چونکہ مقام ابراہیم، مطاف اور پوری مسجد حرام کا نقشہ ہی اور ہو گیا ہے، اس لئے ممکن ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بعض تفصیلات لوگوں کو اجنبی لگیں۔ مگر اصل مسئلہ میں جدید تغیر سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ اس لئے خواہ مخواہ کی الجھن میں نہ پڑیں۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: واجب الطواف رکعات پڑھنے کے لئے افضل جگہ تو مقام ابراہیم کے پیچھے کا حصہ ہے۔ اس کے بعد بیت اللہ کا اندرونی حصہ، اس کے بعد حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے کا حصہ اس کے بعد حطیم کے باقی حصہ اس کے بعد بیت اللہ کے چاروں طرف کی جگہوں میں وہ جگہ جو بیت اللہ سے زیادہ قریب ہو۔ خصوصاً ملتزم شریف، باب کعبہ اور مقام جبریل کے مقابل۔ اس کے بعد مطاف، بشرطیکہ طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو کیونکہ یہ مطاف (بزمانہ مصنف) مسجد حرام کی اصل جگہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھی۔ پھر اس کے بعد باقی تمام مسجد حرام۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ کا پورا رقبہ اور حرم محترم کی ساری زمین۔

اور طواف کی دو رکعات کا غیر حرم میں ادا کرنا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ بلکہ مکروہ ہے کیونکہ مستحب جگہ کا ترک لازم آتا ہے اور ایک سنت بھی ترک ہوتی ہے یعنی طواف سے فراغت کے وفوراً بعد ان کا پڑھنا سنت ہے۔

☆ مسئلہ: طواف سے فارغ ہونے کی بعد بغیر وقفہ کے دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔ پس طواف کے بعد ان کی ادائیگی میں دیر کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر نماز کا مکروہ وقت ہو تو اس وقت تاخیر کرنی چاہئے۔ مثلاً اگر عصر کے بعد طواف کرے تو ان رکعات کو مغرب کے بعد تک موخر کر دے، اول مغرب کے فرض پڑھے پھر واجب الطواف ادا

کرے۔ اس کے بعد مغرب کی سنتیں پڑھے۔ کیونکہ طواف کی رکعات واجب ہیں (اس لئے سنت پر مقدم ہیں) نیز اس لئے بھی کہ وہ مغرب کی سنتوں سے پہلے اس پر واجب ولازم ہو چکی تھیں۔ اس لئے ان سنتوں سے پہلے پڑھی جائیں گی۔

(ہمارے دور کے بعض اہل فتویٰ علماء نے بعد عصر اور بعد فرض فجر ان رکعات کے پڑھنے کی اجازت اس دلیل کی بناء پر دی ہے کہ ان اوقات میں نوافل پڑھنے کی ممانعت ہے اور یہ رکعات واجب ہیں۔ البتہ بطور احتیاط یہ فرمایا ہے کہ غروب وطلوع سے نصف گھنٹہ پیشتر ان کو پڑھ لیں۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: شیخ علی قاریؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے جو یہ نئی بات نکالی ہے کہ مکروہ اوقات میں مقام ابراہیم پر آکر وہاں مقام کو سامنے رکھ کر یا بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں تو اس کی نہ سنت میں کوئی اصل ہے نہ ائمہ اربعہ کی کسی فقہی روایت میں۔" ظاہر ہے کہ یہ بدعت مباحہ ہے۔ واللہ اعلم۔

☆ مسئلہ: مقام ابراہیم کا نہ ہاتھ سے استلام کرے اور نہ منہ سے چومے، کیونکہ یہ مکروہ ہے، اس میں اختلاف ہے، چنانچہ اس مسئلہ کی پوری تحقیق تیرھویں باب کی دوسری فصل میں آئے گی۔

فائدہ: واضح رہے کہ مقام ابراہیم، ایک پتھر ہے، جو مسجد حرام میں باب کعبہ کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ لمبائی میں دس بالشت اور چوڑائی میں سات بالشت۔ اور مقام و حجر اسود کے درمیان فاصلہ ستائیس گز ہے۔ اور اس کا نام مقام ابراہیم اس لئے رکھا گیا کہ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے اس وقت کے نشان بنے ہوئے ہیں جب آپ نے اس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ یا اس پر کھڑے ہو کر بحکم خداوندی لوگوں کو اذن حج سنایا۔ (وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ)۔

اور علامہ ابن جماعہؒ نے اپنے منسک میں اور علامہ فارسیؒ نے تاریخ مکہ میں مقام سے متعلق بہت عمدہ تحقیق ذکر فرمائی ہے۔ مگر انہوں نے مسافت میں جدید ذراع کا اعتبار کیا ہے جو دستی ذراع سے ذراع کے آٹھویں حصے کے بقدر زائد ہے۔

ہم ان کے کلام کا خلاصہ نقل کرتے ہیں، اور ہم نے دستی ذراع ہی کو اختیار کیا ہے تاکہ اس کے سمجھنے میں آسانی رہے۔

''معلوم رہے کہ مقام کا پتھر چوکور ہے اور اس کی مقدار طول و عرض ہر جانب ۲۱ انگل (ایک ذراع ثمن کم) ہے۔ اور اسکی اونچائی ایک ہاتھ (۲۴ انگل) ہے۔ اور دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ کو چاندی کے پتر سے چھپادیا گیا ہے۔ اس کے باوجود قدموں کی گہرائی جو چاندی کے اوپر باقی ہے اس کی مقدار آٹھ انگل سے کچھ زیادہ ہے اور یہ مقام آجکل لوہے کے ایک صندوق میں رکھا ہوا ہے۔ صندوق میں چاروں طرف جالی دار جھروکے ہیں، جیسے قبہ میں ہوتے ہیں۔ مصلے کے دائیں اور بائیں جانب کے جھروکوں کی لمبائی پانچ ہاتھ -۱۸- انگل ہے۔ جھروکہ کی چوڑائی جو کعبہ شریف کی طرف پڑتی ہے ساڑھے پانچ ہاتھ ہے اور اس جھروکہ کی دیوار سے شاذروان کعبہ تک کا فاصلہ جو مذکورہ جھروکہ کے سامنے پڑتا ہے تیئس ہاتھ دس انگل ہے۔ اور اس جھروکہ کے پیچھے وہ مصلیٰ ہے جہاں نماز پڑھتے ہیں۔ اس مصلے کو دائیں بائیں رخ سے پتھر کی اونچی دیوار سے گھیرا گیا ہے، اور مشرق کی سمت دو پتھر کی اونچائی رکھی گئی ہے۔ اس مصلے کی لمبائی پانچ ہاتھ -۱۸- انگل اور چوڑائی پانچ ہاتھ -۶- انگل ہے۔''

یہ تمام حساب دستی گز کے مطابق ہے جو شرعی گز ہے۔ یہ تھا ان حضرات کے کلام کا خلاصہ۔ (اب موجودہ سعودی حکومت نے مقام ابراہیم کا وہ قبہ جسکا ذکر اور رقبہ اوپر مذکور ہوا، علماء و زعمائے اہل اسلام کے مشورہ سے منہدم کردیا ہے۔ کیونکہ حجاج کی

کثرت اور ازدحام کے باعث اس قبہ کی وجہ سے جگہ تنگ ہو جاتی تھی۔ اور دھکم پیل میں بعض اوقات حادثہ مرگ بھی پیش آجاتے تھے۔ اب یہ مقام اپنی قبہ والی جگہ پر ہی شیشہ کے بہت قیمتی اور گول گلوب میں رکھ دیا گیا ہے۔ شیشہ کے اوپر پیتل کی خوبصورت اور مضبوط جالی چڑھی ہوئے ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مقام مبارک کی زیارت ہر شخص کو میسر آگئی ہے۔ شیشہ میں سے بخوبی صاف نظر آتا ہے۔ نہ صرف مقام بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدمین شریفین کی گہرائی بھی نمایاں اور واضح نظر آتی ہے۔ اب اس گہرائی پر چاندی کا پتر نہیں ہے۔ نعمانی)۔

علامہ فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ (مکہ) میں ذکر کیا ہے کہ مقام ابراہیم پر سب سے پہلے قبہ یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ سلطان مسعود نے بنایا۔

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف تحفہ میں بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم کا پتھر فرشتے جنت سے اس لئے لائے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت اس پر قیام فرمائیں۔ چنانچہ تعمیر کعبہ کے وقت آپ علیہ السلام اس پر کھڑے ہوتے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے دیوار کعبہ پر رکھنے کے لئے پتھر لیتے تو یہ پتھر نیچے ہو جاتا۔ اور پھر اسی وقت اوپر اٹھ جاتا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر کو دیوار کعبہ پر آسانی سے جمادیں۔ تعمیر کعبہ کے بعد مقام کا پتھر بہت طویل عرصہ تک باوجود دشمنیوں اور جھگڑوں کے کعبہ شریف کے قرب ہی رکھا رہا۔ تا آنکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت زمانہ آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسم نے اسے اس جگہ پر رکھا جو آجکل معروف ہے۔ اور زیادہ صحیح یہی بات ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس میں شک کیا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس کے رکھے جانے کی تھی۔ (ابن حجر کی تحقیق کا

ملا رحمت اللہ سندھی نے مناسک کبیر میں کہا ہے کہ علامہ ازرقی رحمۃ اللہ علیہ (خلاصہ)
نے متعدد روایات کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم، زمانہ جاہلیت اور حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز عہد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں آجکل والی معروف جگہ پر
ہی رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک سیلاب آیا جس نے اس پتھر
کو اس کی جگہ سے بہا کر مکہ کے نشیبی علاقہ میں لا ڈالا۔ وہاں سے لوگوں نے اس کو اٹھا کر
کعبہ کے پہلو میں لا رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، کعبہ کے پہلو
سے اسے اٹھا کر پھر اسی پہلی جگہ پر رکھ دیا۔ جہاں آج تک رکھا ہوا ہے۔ اور بہت سے
علماء نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

اور صاحب بحر نے جو یہ فرمایا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مقام حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کعبہ سے ملال ہوا رکھا تھا اور آپ کے عہد مبارک کے
بعد اس کو وہاں سے دور رکھا گیا، صحیح نہیں ہے۔ اور بظاہر اس کے لئے کوئی سند نہیں
ہے۔ خلاصہ تحقیق علامہ سندھی۔ اور جو صورت بھی ہو مقام ابراہیم اب جہاں ہے
وہی لوگوں کے لئے مصلّٰی (نماز پڑھنے کی جگہ) ہے۔

☆ مسئلہ: جب دو رکعت واجب الطّواف پڑھ لے اور اس کے بعد دعا مانگ کر
فارغ ہو جائے تو چاہ زمزم پر آئے اور زمزم پئے۔ زمزم پیتے وقت کعبہ کی طرف منہ
کرے، چاہے کھڑے ہو کر پی رہا ہو یا بیٹھ کر۔ اور افضل کھڑے ہو کر پینا ہے۔ پینے کا
برتن دائیں ہاتھ میں رکھے۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ ہے۔ چاہے وہ چیز
زمزم کے علاوہ کیوں نہ ہو۔ زمزم تین سانس میں پئے اور ہر مرتبہ آنکھ سوئے کعبہ
اٹھائے۔ اور ہر مرتبہ پینا شروع کرتے وقت بسم اللہ اور ختم پر الحمد للہ کہے۔ اور شروع

آخر میں وہ دعائیں بھی پڑھے جو آئندہ فصل میں بیان ہونگی۔ اور زمزم خوب سیر ہو کر پئے، اتنا پئے کہ کوکیں ' (پسلیوں کے دونوں جانب کے حصے) تک بھر جائیں۔ (عربی میں ایسا پینے کو تضلع کہتے ہیں) کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہمارے اور منافقین کے مابین فرق کی نشانی یہی ہے کہ وہ آب زمزم سے تضلع نہیں کرتے۔

☆ مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ڈول بھر کر نکالے، بشرطیکہ طاقت اور موقع ہو، اور اس سے منہ لگا کر خوب چھک کر پئے اور جو بچ جائے اسے اپنے جسم پر انڈیل لے۔ تبرک حاصل کرنے کی نیت سے۔

☆ مسئلہ: زمزم کا ہر حال اور وقت میں خوب پینا مستحب ہے کیونکہ زمزم کے متعلق "هی مبارکة" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں۔ نیز زمزم کے بارے میں یہ بھی الفاظ مروی ہیں کہ زمزم طعام طعم و شفاء سقم (زمزم کھانے کا کھانا ہے اور امراض سے شفاء ہے) رواہ الطبرانی وغیرہ۔ اور زمزم ہی کے حق میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ماء زمزم لما شرب له۔ کہ زمزم جس بات کے لئے پیا جائے اسے نفع دیتا ہے۔ اگر کوئی پیاس بجھانے کے لئے پئے تو اس کی پیاس بجھاتا ہے اور اگر کوئی اسے مرض سے آرام کے لئے پئے تو اسے شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

اور بہت سے حضرات نے اپنے بڑے اور اچھے مقاصد کے لئے زمزم پیا اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔

☆ مسئلہ: چاہ زمزم کے اندر دیکھنا بھی مستحب ہے کیونکہ اس میں جھانکنے سے گناہ جھڑتے ہیں۔ نیز روایت میں النظر الی زمزم عبادة (زمزم کی طرف دیکھنا عبادت ہے) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یہ روایت فاکہیؒ نے اپنی سند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔ چاہ زمزم میں جھانکتے وقت تین مرتبہ تکبیر کہنا مستحب

ہے۔

☆ مسئلہ: زمزم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض حضرات نے غسل کو مکروہ کہا ہے، وضو کو نہیں۔ مگر چاہیے یہی کہ زمزم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے۔ پہلے سے وضو ہو اور تجدید وضو زمزم سے کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور زمزم سے نجاست کو دور کرنا مثلاً استنجا کرلینا تو بعض علماء نے تو اسے حرام کہا ہے اور بعض دوسروں نے مکروہ۔

کہتے ہیں کہ کسی شخص نے زمزم سے استنجا کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

فائدہ: زمزم ایک کنواں ہے جو مسجد حرام کے اندر واقع ہے۔ کعبہ شریف سے اس کا فاصلہ ۳۳ گز (ہاتھ) ہے۔ اس کی چوڑائی چار گز۔ بحساب ۲۴-انگل کا گز۔ اور اسکی گہرائی انہتر ۶۹ گز۔ بحوالہ نہایہ شرح ہدایہ۔

زمزم کی تفصیلی کیفیت بہت طویل ہے۔ اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں۔ یہ تمام احوال و کوائف ایک علیحدہ رسالہ میں جس کا نام وَسِیْلَۃ الغَفِیْرِ فِی شَرْحِ اَسْمَاءِ الرَّسُوْلِ الْبَشِیْرِ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ذکر کئے ہیں، وہاں دیکھ لئے جائیں۔

☆ مسئلہ: ہم نے طواف کے بعد جو ملتزم شریف پر آنے اور زمزم پینے کے متعلق جو ذکر کیا ہے تو یہ باتیں ہر قسم کے طواف میں مستحب ہیں، چاہے وہ طواف حج و عمرہ کا ہو یا ان کے علاوہ۔

☆ مسئلہ: طواف سے فارغ ہونے کے بعد جن باتوں کی ترتیب ہم نے اس کتاب میں بیان کی ہے کہ پہلے ملتزم پر دیوار کعبہ سے چمٹنے اور وہاں دعا مانگنے کے لئے آئے۔ پھر مقام ابراہیم پر واجب الطّواف کے لئے اور پھر زمزم پر آئے تو یہ ترتیب ایک روایت کے مطابق ہے اور ایک روایت کے مطابق ترتیب یہ ہے کہ طواف کے

بعد پہلے مقام ابراہیم پر آئے، اس کے بعد زمزم پر اور اس کے بعد ملتزم پر۔

اور تیسری روایت یہ ہے کہ طواف کے بعد پہلے مقام پر آئے، پھر ملتزم پر پھر زمزم پر۔

اور شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت زیادہ سہل اور افضل ہے اور تمام طوافوں میں اسی پر عمل ہے۔ البتہ طواف وداع کے لئے دوسری صورت افضل ہے۔ قول اصح کے مطابق۔

غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف وداع میں ملتزم پر آنے میں تاخیر زیادہ مناسب یوں ہے کہ تمام افعال سے فارغ ہو کر پھر کعبہ سے رخصت ہونے کے لئے آئے۔ اور کعبۃ اللہ سے رخصت آخر عمل ہو۔ اور حقیقت حال کا علم تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو بخوبی ہے۔

اور ملتزم شریف پر چمٹنے کی کیفیت کا بیان بارہویں باب کی چوتھی فصل میں انشاء اللہ آئے گا۔

☆ مسئلہ: جب طواف، ملتزم، ادائے رکعات اور زمزم سے فارغ ہو جائے تو پھر حجر اسود کی طرف آئے اور اس کا استلام کرے۔ موقع نہ ہو تو اشارہ کر لے اور یہ استلام یا اشارہ سابقہ طریقہ کے مطابق بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ پڑھ کر کرے۔ پھر بلا توقف صفا پر جائے اور سعی شروع کر دے۔ اس طریقہ کے مطابق جس کا بیان سعی کے باب میں آئے گا۔

اور یہ حجر اسود کی طرف جانا اور استلام کرنا سعی شروع کرنے کی نیت سے ہے۔ اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو پھر حجر اسود پر نہ آئے۔ بحوالہ فتاویٰ قاضی خان۔

اسی لئے علامہ سروجیؒ نے ہدایہ کی شرح میں کہا ہے کہ اگر طواف ایسا ہے کہ اس

کے بعد سعی ہے تب تو اداء رکعتین کے بعد سعی کی نیت کے لئے حجر اسود پر استلام کے لئے آئے ورنہ نہیں۔"

☆ مسئلہ: جس محرم نے مکہ مکرمہ میں آکر پہلا طواف کر لیا تو اگر وہ محرم بعمرہ ہے تو اس کا یہ طواف، عمرہ کا طواف ہو گیا اگرچہ نیت کسی اور طواف کی کی ہو۔ اور وہ چاہے آفاقی ہو یا میقاتی و مکی۔ اور چاہے یہ طواف اشہر حج میں ہوا ہو یا اس سے پہلے۔ اور اگر وہ حج کا محرم ہے، اور آفاقی ہے اور طواف اشہر حج کے اندر ہوا ہے تو یہ طواف طواف قدوم سمجھا جائے گا چاہے نیت کسی اور طواف کی ہو۔ یا اگر وہ میقاتی یا مکی ہے، یا ہے تو وہ آفاقی ہی مگر طواف اشہر حج سے پہلے ہوا ہے تو اس کا یہ طواف مستحب سمجھا جائے گا چاہے اس نے نیت طواف قدوم کی کی ہو۔ لیکن آفاقی پر حج کے مہینے شروع ہو جانے پر طواف قدوم کا اعادہ کرنا سنت موکدہ ہے۔ میقاتی اور مکی پر اعادہ نہیں ہوگا۔

چوتھی فصل

اذکار اور دعاؤں کا بیان

جن کا ذکر طواف اور متعلقات طواف کے تحت مناسک وغیرہ کی کتابوں میں کیا گیا ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حج و طواف کے وقت اذکار اور دعاؤں کو معین نہیں فرمایا۔ کیونکہ تعین سے رقت قلب اور خشوع و خضوع کی کیفیت جاتی رہتی ہے، گویا حاجی رٹی ہوئی دعا دہرا رہا ہے۔ اس لئے مستحب ہے کہ ہر وقت جو دعا دل میں آئے وہ پڑھے تاکہ خشوع خضوع کے قریب ہو۔

بعض مشائخ متاخرین فرماتے ہیں کہ دعاؤں کا پہلے سے حفظ یاد کرنا افضل ہے اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی غلط لفظ زبان سے نکل جائے جو گناہ کا سبب بنے۔ کہا گیا ہے کہ جو دعائیں دوران طواف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کا پڑھنا مستحب ہے اور جو دعائیں اسلاف امت یعنی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان کا پڑھنا مستحسن ہے اور ان کے علاوہ دعاؤں کا پڑھنا جواز کا درجہ رکھتا ہے۔

اس لئے یہاں کچھ ایسی دعائیں ذکر کی جا رہی ہو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعین سے منقول ہیں گو بعض روایات باعتبار سند ضعیف ہیں مگر سند کا ضعف فضائل اعمال میں عمل سے مانع نہیں ہوتا۔ ماثورہ و منقولہ دعاؤں کے علاوہ کچھ غیر منقولہ دعائیں بھی نقل کی جائیں گی۔ لیکن منقولہ وغیر منقولہ کا فرق انشاء اللہ واضح کیا جائے گا۔

دعائیں جو طواف کے مقامات کے ساتھ مخصوص ہیں

جب حجر اسود کی طرف متوجہ ہو تو مذکورہ طریقہ پر بسم اللہ، تکبیر، حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَ وَفَاءً بِعَهْدِكَ وَ اِتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ استلام حجر کے وقت یہ الفاظ کہتے تھے۔ (رواہ ابوذر و البیہقی)

علامہ ابن الہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ الفاظ بالا کے بعد یہ بھی پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ بَسَطْتُ يَدَيَّ وَ فِيْمَا عِنْدَكَ عَظُمَتْ رَغْبَتِيْ فَاقْبَلْ دَعْوَتِيْ وَ اَقِلْنِيْ عَثْرَتِيْ وَ ارْحَمْ تَضَرُّعِيْ وَ جُدْلِيْ بِمَغْفِرَتِكَ

وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔

مولانا رحمت اللہ سندھی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے [illegible]

روایات مختلف ہیں کہ طواف کے وقت یہ دعائیں استلام حجر سے پہلے پڑھی جائیں یا بعد

میں۔

علامہ زیلعی نے بعد میں پڑھنے کے متعلق کہا ہے۔ اکثر روایات میں بغیر [illegible]

عندالاستلام مذکور ہے۔ جب بھی سہولت اور موقع ملے پڑھ لے۔

علامہ ازرقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت

بیان کی ہے کہ آپ استلام حجر کے وقت یہ پڑھتے تھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ كَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ وَمَا

يُدْعٰى مِمَّا دُوْنَ اللّٰهِ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ۔

اور یہ اس وقت ہے جب کہ استلام حجر کے سامنے لمبی دعا کرنا پسند ہو اور اگر

اختصار مطلوب ہو تو پھر اس دعا پر اکتفا کریں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ استلام حجر

کے وقت فرماتے تھے یعنی

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اِيْمَانًا وَّ تَصْدِيْقًا بِمَا جَآءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَ سَلَّمَ)۔ (رواہ الشافعی وغیرہ)۔

استلام کے بعد طواف شروع کرے اور جب ملتزم شریف کے مقابل پہنچے تو یہ

کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ حُقُوْقًا فَتَصَدَّقْ بِهَا عَلَيَّ وَلِلنَّاسِ قِبَلِيْ تَبِعَاتٌ

فَتَحَمَّلْهَا عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قَدْ اَوْجَبْتَ لِكُلِّ ضَيْفٍ قِرًى وَ اَنَا ضَيْفُكَ فَاجْعَلْ

قِرَايَ مِنْكَ الْجَنَّةَ اور جب باب کعبہ کے مقابل پہنچے تو کہے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُکَ وَ ھٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُکَ وَھٰذَا الْاَمْنُ اَمْنُکَ وَھٰذَا الْمَقَامُ مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ۔

یہ دعانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے نہ صحابہ و تابعین سے۔ مگر مصنفین متاخرین کے کلام میں بکثرت اس کا ذکر کیا گیا ہے (جیسا کہ العز بن جماعہ نے اپنی منسک میں اور المناوی نے شرح توضیح میں ذکر کیا ہے۔)

اور ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس دعا میں جو مقام کا لفظ آیا ہے اس سے مقام ابراہیم اور لفظ عائذ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی مراد نہ لے۔ بلکہ مقام سے مقام حرم، اور عائذ سے یا تو جنس مستعیذ یا خود اپنی ذات مراد لے۔ یعنی میں التجا لے کر حاضر ہوا ہوں حرم کے سامنے اپنے پروردگار کی جناب میں۔

اور مولانا رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر میں کہا ہے کہ اچھا ہے کہ مذکورہ دعا میں یہ الفاظ بھی شامل کرلے اَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ فَاَعِذْنِیْ مِنْھَا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مقام اور رکن کے درمیان اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ ..... الخ پڑھنا مروی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

اور جب رکن عراقی کے مقابل پہنچے تو یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَ مَسَاوِی الْاَخْلَاقِ وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ۔

اور علامہ مناوی نے شرح توضیح میں کہا ہے کہ جوینی، نے طواف کی دعاؤں میں اس دعا کو بیان کیا ہے۔ مگر نہ کسی حدیث میں مروی ہے نہ کسی اثر میں۔ اور اسی کے مانند یہ دعا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا ہے جو پہلے بیان ہو چکی۔

اور جب میزاب رحمت کے مقابل آئے تو کہے۔

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ فِیْ ظِلِّکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ وَ اَسْقِنِیْ بِکَاْسِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ شَرْبَۃً لَا اَظْمَأُ بَعْدَھَا اَبَداً یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

یہ دعا حضرت جعفر صادق نے اپنے والد حضرت محمد باقر اور دادا زین العابدین (رضی اللہ عنہم) سے روایت کی ہے۔ (اخرجہ الازرقی) اور بعض نے لفظ ظلّ کے بعد اِلَّا ظِلُّکَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْھُکَ، زائد بیان کیا ہے۔

اور بعض لوگ جو لَا فَانِیَ اِلَّا خَلْقُکَ کا اضافہ کرتے ہیں اس کے متعلق ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ الفاظ نہیں کہنے چاہئیں کیونکہ ان الفاظ سے غلط معانی کا شبہ ہوتا ہے۔ اور میزاب رحمت کے مقابل ہونے کے وقت یہ بھی کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ اِیْمَاناً لَّا یَزُوْلُ وَیَقِیْناً لَّا یَنفَدُ وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔

اور جب رکن شامی کے مقابل آئے تو کہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجّاً مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیاً مَّشْکُوْرًا وَّ عَمَلاً مَّقْبُوْلاً وَّ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ ساتھ یہ الفاظ بھی ملالے یَا عَالِمَ مَافِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔ اور کہا گیا ہے کہ مذکورہ دعا اول کے تین چکروں میں جن میں رمل کرنا ہے پڑھے اور باقی کے چار چکروں میں یہ دعا پڑھے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

اور علامہ ابن حجر مکی نے کہا ہے کہ لفظ حَجّاً مَّبْرُوْرًا، اس وقت کہے جب کہ حج یا عمرہ کا طواف کر رہا ہوں۔ نفلی طواف میں نہ کہے۔ اور عمرہ کے طواف میں لفظ "حجاً" کو "عمرۃ" سے نہ بدلے کیونکہ شرعاً حج کا لفظ عمرہ کے لئے بولنا جائز ہے۔ اس لئے حج کو

حج اکبر، اور عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ نفل طواف میں اس طرح پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْكُوْرًا وَّ عَمَلِیْ مَقْبُوْلًا وَّ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ۔ اور جب رکن یمانی کے پاس آئے تو اس پر ہاتھ پھیرنے سے پہلے یا بعد یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر فرشتے رکن یمانی پر اس لئے مقرر فرما رکھے ہیں کہ جب کوئی شخص رکن یمانی سے گزرتے وقت یہ دونوں دعائیں پڑھے تو وہ آمین کہیں۔ (رواہ ابن ماجہ فی منسک سندہ بسند ضعیف)۔ اور منسک کبیر میں لفظ وَالْعَافِیَة کے بعد وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی سے گزرے تو آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَالذُّلِّ وَ مَوَاقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رکن یمانی سے گزرتے وقت یہی دعا پڑھتے تھے۔ (کما رواہ الفاکہی فی تاریخ مکہ بسند ضعیف) اور رکن یمانی کے مقابل ہوتے وقت یہ بھی کہے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِكَ وَ مُوْسٰی كَلِیْمِكَ وَ عِیْسٰی رُوْحِكَ وَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ۔

اور جب حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان پہنچے تو رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً (پوری آیت) پڑھے۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکنوں کے درمیان یہ دعا پڑھی تھی۔ (رواہ ابو داؤد، والنسائی والحاکم فی مستدرکہ وابن حبان فی صحیحہ)

اور یہ دعا بھی پڑھے جو بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکنوں کے درمیان پڑھی یعنی اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَآئِبَۃٍ لِّیْ بِخَیْرٍ۔

(رواہ ابن المنذر باسناد صحیح واخرجہ الحاکم وصحح اسنادہ)

اور ابن ابی شیبہؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ وہ ان دونوں رکنوں کے درمیان یہ مذکورہ دعا ضرور پڑھتے تھے البتہ اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ کی جگہ رَبِّ قَنِّعْنِیْ پڑھتے تھے۔ اور ازرقی نے بھی اسی کے مانند روایت بیان کی ہے مگر اس کے آخر میں اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا اضافہ کیا ہے۔

ان دعاؤں کا بیان جو دوران طواف کسی خاص مقام کے لئے مخصوص نہیں، ان دعاؤں میں سے یہ ہے جس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور دوران طواف بجز اس دعا کے کوئی کلام نہ کرے اس کے دس گناہ مٹا کر دس عدد نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ رواہ ابن ماجہ بسند ضعیف۔ وہ دعا یہ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اور روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے طواف میں

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھتے تھے۔ (رواہ ابن المنذر) نیز رَبَّنَآ اٰتِنَا آخر تک اور اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ الخ کا پڑھنا بھی، دوران طواف بلا تخصیص مکان روایت کیا گیا ہے۔ (جیسا کہ عز بن جماعہ نے اپنے منسک میں بیان کیا۔)

اور علامہ ابن الھمامؒ نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے کہ طواف میں رَبَّنَآ اٰتِنَا الخ بکثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ یہ آیت خصوصیت سے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کو حاوی ہے۔

فائدہ: مولانا رحمت اللہ سندھیؒ نے منسک کبیر میں اور مناویؒ نے توضیح کی شرح میں بیان کیا ہے کہ حج و طواف کی دعاؤں میں سے بجز ان دو دعاؤں، یعنی رَبَّنَآ اٰتِنَا الخ اور اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ الخ کے کوئی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت نہیں ہے۔ پس یہ دو دعائیں ہی افضل اذکار ہوئیں۔

مناویؒ نے اپنے بیان میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ ان دو دعاؤں کے علاوہ باقی دعائیں یا تو صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار ہیں یا ان کی صحیح اصل معلوم نہیں۔

☆ مسئلہ: طواف کے دوران دعائیں پڑھنے کے لئے کسی رکن کے سامنے یا پورے مطاف میں کہیں بھی کھڑا نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ طواف کے چکروں کے درمیان یا خود چکر کے دوران موالاۃ (بغیر وقفہ کے چلتے رہنا) تو سنت ہے اور دعائیں مستحب۔

اور جو دعائیں طواف سے متعلق مذکور ہوئیں یہ بہت ہیں اس لئے پہلے چکر میں جتنی پڑھ سکے پڑھ لے، باقی دعائیں دوسرے تیسرے چکروں میں پڑھ لے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بعض لوگ طواف کے درمیان جب شافعی امام کو نماز سے فراغ ہونے کے بعد دعا کرتے دیکھتے ہیں یا کوئی اور دعا کر رہا ہو تو وہ اپنا

طواف روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام کے فارغ ہونے تک ان کی دعا پر آمین آمین کہتے رہتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس سے طواف یا طواف کے چکروں میں وقفہ لازم آتا ہے۔(کذا قال علی القاری)

طواف کے بعد کی دعائیں

جو ملتزم شریف، مقام ابراہیم اور زمزم پیتے وقت پڑھنی چاہئیں

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو ملتزم شریف پر آئے اور بعد حمد و ثنا درود شریف یہ ماثورہ دعا پڑھے یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَیَّ

اور اس مقام پر یہ پڑھنا بھی مستحسن ہے۔

اِلٰهِیْ وَقَفْتُ بِبَابِكَ وَاَلْزَمْتُ بِاَعْتَابِكَ اَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَاَخْشٰی عِقَابَكَ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِیْ وَجَسَدِیْ عَلَی النَّارِ. اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِیْ عَنْ سُجُوْدِ غَیْرِكَ فَصُنْ وَجْهِیْ عَنْ مَسْاَلَةِ غَیْرِكَ. اَللّٰهُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَ رِقَابَ اٰبَائِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا مِنَ النَّارِ. یَا كَرِیْمُ یَا غَفَّارُ یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

اور یہ بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَیْتُكَ الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ مُبَارَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا. وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا. اَلسَّائِلُ بِبَابِكَ یَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَ مَعْرُوْفِكَ وَیَرْجُوْ رَحْمَتَكَ۔

ابن امیر الحاج نے اپنی منسک میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ بیان کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو کعبہ کے پردہ سے لٹکے ہوئے

پڑھتا رہے۔

یا مَنْ لَّا یَشْغَلُہٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ وَّلَا سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَّلَا تَشْتَبِہُ عَلَیْہِ الْاَصْوَاتُ. یَا مَنْ لَّا تُغْلِطُہٗ کَثْرَۃُ السَّآئِلِ وَلَا تَخْتَلِفُ عَلَیْہِ اللُّغَاتُ یَا مَنْ لَّایُبْرِمُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ وَلَا تُضْجِرُہٗ مَسْاَلَۃَ السَّآئِلِیْنَ اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

اور علامہ نووی نے اپنے اذکار کے مجموعہ میں کہا ہے کہ ملتزم شریف پر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا یُّوَافِیْ نِعْمَتَکَ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَکَ اَحْمَدُکَ بِجَمِیْعِ مُحَامِدِکَ مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ. اَللّٰھُمَّ اَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ کُلِّ سُوْٓءٍ وَّقَنِّعْنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَکْرَمِ وَفْدِکَ وَاَلْزِمْنِیْ سَبِیْلَ الْاِسْتِقَامَۃِ حَتّٰٓی اَلْقَاکَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔ اس کے بعد جو دل چاہے دعا مانگے۔ (نووی)

اور جب طواف کی دو رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رکعتوں کے بعد فرمائی تھی یعنی۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَلَدُکَ وَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَبَیْتُکَ الْحَرَامُ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ اَتَیْتُکَ بِذُنُوْبٍ کَثِیْرَۃٍ وَّخَطَایَا جُمَّۃٍ وَ اَعْمَالٍ سَیِّئَۃٍ وَ ھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ دَعَوْتُ عِبَادَکَ اِلٰی بَیْتِکَ الْحَرَامِ وَقَدْ جِئْتُ طَالِباً رَّحْمَتَکَ مُبْتَغِیاً مَّرْضَاتَکَ وَاَنْتَ مَنَنْتَ عَلَیَّ بِذَالِکَ فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اور علامہ مناوی نے شرح توضیح میں اس دعا کے ذیل میں کہا ہے کہ یہ دعا طواف کی دو رکعتوں کے بعد پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اور ابن جماعہؒ نے اپنی منسک میں کہا ہے کہ اس دعا کو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ رکعات طواف کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِیْ بِدِیْنِكَ وَطَوَاعِیَتِكَ وَطَوَاعِیَةِ رَسُوْلِكَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِیْ حُدُوْدَكَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یُّحِبُّكَ وَ مَلَائِكَتَكَ وَرُسُلَكَ وَ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ. اَللّٰهُمَّ یَسِّرْلِیَ الْیُسْرٰی وَ جَنِّبْنِیَ الْعُسْرٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكَ الَّذِیْ عَاهَدْتَ عَلَیْهِ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُتَّقِیْنَ وَ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ وَاغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہی دعا صفا و مروہ، عرفات، مزدلفہ، رمی جمار اور طواف کے وقت بھی پڑھتے تھے۔ (اخرجہ ابوذر)

اور نماز طواف کے بعد یہ بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَقَنِّعْنِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَنِیْ وَاخْلُفْ عَلٰی غَآئِبَةٍ لِّیْ بِخَیْرٍ. اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَ جَنِّبْنِیْ عَمَّا تَسْخَطُ وَ تَكْرَهُ وَلَا تَرْضٰی وَ ثَبِّتْنِیْ عَلٰی مِلَّةِ حَبِیْبِكَ وَ خَلِیْلِكَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

اور رکعات طواف کے بعد دعائے آدم علیہ السلام پڑھنا بھی منقول ہے، جو یہ ہے۔

رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِيَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ. وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ يَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِیْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِیْ وَرِضًى بِمَا قَسَمْتَ لِیْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو آپ نے کعبہ کے سات طواف کئے اور مقام ابراہیم کے پیچھے والی جگہ میں نماز پڑھی اسکے بعد یہی دعا مانگی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اس وقت وحی الٰہی نازل ہوئی کہ اے آدم تو نے بہت ٹھیک دعا مانگی۔ تمہاری یہ دعا میں نے قبول کرلی اور تمہاری لغزش میں نے معاف کردی۔ اور تمہیں رنج و غم سے کشادگی عطا فرمادی۔ تمہاری اولاد میں سے تمہارے بعد بھی جو کوئی یہ دعا مجھ سے مانگے گا میں اسکی تمام ضرورتیں پوری کردوں گا۔ اور فقر اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نکال باہر کردوں گا۔ (فقر کا اسے احساس ہی نہ ہوگا) اور بغیر تجارت کے تجارت کے فوائد اسکو عطا کروں گا۔ اور اس کے چاہے اور ارادہ کئے بغیر دنیا اس کے پاس آئے گی۔ (کذا رواہ الازرقی والطبرانی، فی الاوسط والبیہقی فی الدعوات و ابن عساکر فی تاریخہ)۔ اور اس دعا کے مانگنے کی جگہ میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں تو اس دعا کے مانگنے کی جگہ مقام ابراہیم کے پیچھے آئی ہے جیسا اوپر مذکور ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ملتزم کے پاس یہ دعا مانگی۔ اور ایک اور روایت میں رکن (حجر اسود) کے نزدیک۔ اور ان تمام روایات میں باہم کوئی تضاد نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان سب جگہوں پر یہ دعا مانگی ہو۔ اور ہمارے لئے بہتری یہی ہے کہ ہم ان تمام جگہوں پر یہ دعا مانگیں تاکہ سب روایتوں پر عمل ہو جائے۔

(یہاں کسی قاری کو شبہ ہو سکتا ہے کہ مقام ابراہیم کا پتھر تو ملائکہ جنت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خانہ کعبہ تعمیر کرنے کے وقت لائے تھے تو آدم علیہ السلام کے زمانہ میں مقام ابراہیم کہاں تھا جس کے پیچھے انہوں نے نماز پڑھی۔ اس شبہ کا جواب ممکن ہے کسی کتاب میں ہو مگر میرا مطالعہ کچھ وسیع نہیں۔ اس لئے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق عرض کرتا ہوں، درست ہو تو اللہ کا فضل ہے، غلط ہو تو میری کم علمی کی دلیل۔

جواب اس شبہ کا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ وہ پتھر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں ہی جنت سے آیا۔ مگر خانہ کعبہ کا جو نقشہ روز اولین بنا تھا ان میں موجود و غیر موجود تمام چیزوں کی نشان دہی موجود ہو گی۔ اور جس ذات والا نے حضرت آدم علیہ السلام کو طواف کا طریقہ بتایا ہو گا اسی نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ طواف کے بعد کی رکعات پڑھنے کی یہ جگہ ہے۔ اور وہ وہی جگہ ہو گی جو مقام کے نازل ہونے اور رکھے جانے کے بعد اس کا پیچھا کہلائی۔ اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ رکعات طواف کی جگہ متعین فرمادی گئی تھی اس لئے نزول مقام کے بعد اس کے رکھنے کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بتادی گئی ہو گی اور آپ نے اس سنگ مقام کو اسی جگہ رکھدیا۔ پھر مرور زمانہ، گردش حالات اور سیلابوں نے جب اس پتھر کو اپنی جگہ سے بے جگہ کردیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بذریعہ وحی اس کا اصل مقام بتایا گیا ہو گا۔ تب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس خاص جگہ پر رکھا۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں سیلاب نے پھر اسے وہاں سے ہٹادیا تو آپ نے پوری تحقیق اور پورا اطمینان کر لینے کے بعد اسے اسکی اصل جگہ پر رکھا۔ اور یہ ساری کدو کاوش اور احتیاط اسی وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ

اسلام کے ذریعہ رکعات طواف کی جگہ متعین فرمادی تھی۔ اس تعین کو واضح اور باقی رکھنے کا کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے اس مقدس اور معجز پتھر سے لیا گیا۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم بحقیقتہ۔ خاکسار نعمانی)۔

جب زمزم پینے کا ارادہ کرے تو کعبہ کی طرف منہ کر لے۔ زمزم، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پینا درست ہے۔ مگر کھڑے ہو کر پینا زیادہ اولیٰ ہے۔ زمزم پیتے وقت اچھے مقاصد جیسے گناہوں کی مغفرت، علم نافع کا حصول، یا امراض سے شفا وغیرہ کی دعا کرنا چاہئے کیونکہ زمزم کی فضیلت کے بارے میں ماء زمزم لما شرب له۔ کے الفاظ آئے ہیں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ نعمانی) لہٰذا زمزم پیتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ وَ اِنِّیْٓ اَشْرَبُهٗ لِتَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ یا یوں کہے لِتَرْزُقَنِیْ عِلْمًا نَافِعًا یا کہے تَشْفِیَنِیْ عَنْ مَّرَضِیْ فَافْعَلْ بِذَالِكَ بِفَضْلِكَ۔ اسکے بعد بِسْمِ اللّٰهِ کہہ کر تین سانس میں زمزم پئے۔ ہر مرتبہ پینے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ اور پینے سے فارغ ہونے کے بعد کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ رِزْقًا حَلَالًا وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ وَّ سُقْمٍ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ زمزم پینے سے فارغ ہو کر اسی طرح فرماتے تھے۔ (کما رواہ الحاکم فی مستدرکہ ونقلہ ابن الھمام فی فتح القدیر۔ قال ابن الھمام وھو صحیح الاسناد)۔ اور مولانا رحمت اللہ سندھیؒ نے منسک کبیر میں کہا ہے کہ آخر میں ان الفاظ کا اضافہ کر لے۔

وَاغْسِلْ بِهٖ قَلْبِیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَامْلَاْهُ مِنْ خَشْیَتِكَ وَاَرْوِنِیْ بِهٖ یَوْمَ الْعَطْشِ الْاَكْبَرِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

مسئلہ: تمام دعاؤں خصوصاً ماثورہ دعاؤں کے الفاظ صحیح تلفظ سے ادا کرنے چاہئیں تاکہ ان کی ادائیگی میں کوئی ایسی غلطی نہ ہو جو گناہ کا موجب بنے۔

پانچویں فصل محرمات طواف کا بیان

طواف میں سات چیزیں حرام ہیں:

۱۔ غسل کی حاجت کی حالت میں یا حیض ونفاس کے دوران طواف کرنا۔

۲۔ بے وضو طواف کرنا۔ یہ پہلے کی نسبت حرمت مین ذرا کم درجہ پر ہے۔

۳۔ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے اس عضو کو پورا یا چوتھائی ننگا کر کے طواف کرنا۔

۴۔ بلا عذر پیدل طواف نہ کرنا۔

۵۔ پیٹھ کے بل یا الٹے پاؤں چل کر طواف کرنا۔

۶۔ حطیم کے اندر طواف کرنا۔

۷۔ طواف کا کوئی چکر چھوڑ دینا۔ چار چکر چھوڑنا تو حرام ہے، اور تین تک چھوڑنا مکروہ تحریمی۔ (کذا قال الملا علی قاری)۔

فائدہ: یہ ساتوں باتیں ہر قسم کے طوافوں میں حرام ہیں، چاہے وہ نفلی ہی ہو۔

فائدہ: واضح رہے کہ خاص طواف کو فاسد کرنے والی کوئی چیز بجز ارتداد کے اور کوئی نہیں۔

ارتداد (مرتد ہو جانا) جس طرح دیگر تمام عبادات کو باطل کر دیتا ہے اسی طرح طواف بھی اس سے باطل ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

چھٹی فصل مکروہات طواف کا بیان

مکروہات طواف تیرہ ہیں:

۱۔بے فائدہ اور بے ضرورت بات چیت کرنا۔ ضرورت کے لائق بات مباح ہے۔ لیکن خاموشی بہتر ہے۔ اور طواف کی دعاؤں میں مشغول رہنا افضل واکمل ہے۔

۲۔خرید و فروخت کا معاملہ کرنا۔ یہ بات مسجد میں ویسے بھی مکروہ ہے اور طواف کی حالت میں بہت زیادہ مکروہ ہے۔

۳۔ترغیب و ترہیب۔ پند و نصائح اور علمی فائدہ نیز حمد و ثناء سے خالی اشعار پڑھنا۔ ایک روایت میں مطلق شعر کی کراہت بھی آئی ہے۔ پس یہ روایت ترک افضل پر محمول ہوگی، اس لئے کہ اذکار و دعاؤں میں مشغول رہنا افضل ہے۔

۴۔طواف کی حالت میں آواز اونچی کرنا۔ اگرچہ قرآن، یاد عایاذکر ہی ہو۔

۵۔ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا جب کہ وہ نجاست معافی کی حد سے زائد ہو۔

۶۔جس طواف میں رمل اور اضطباع مسنون ہو ان میں ان کو ترک کرنا۔

۷۔حجر اسود کا استلام ترک کرنا۔ بخلاف رکن یمانی کے استلام کے کیونکہ وہ مستحب ہے اور اسکا ترک (بلا سبب) خلاف اولیٰ ہے۔

۸۔طواف کے چکروں کے درمیان زیادہ وقفہ کرنا۔ مثلاً کھانا وغیرہ کھانے لگنا۔ یہ اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں تسلسل ترک ہوتا ہے۔ اور معمولی وقفہ مثلاً پانی پینا، یہ مکروہ نہیں۔

۹۔بغیر رکعات طواف درمیان میں پڑھے دو طواف کرنا۔ بشرطیکہ نماز کا مکروہ

وقت نہ ہو۔ مکروہ وقت میں دو طواف اکٹھے کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ایسے وقت میں دونوں طوافوں کی نماز کو موخر کر دے۔

۱۰۔ اگر حجر اسود کی محاذات سے پہلے نیت کرے تو اس وقت نیت کرنے کی حالت میں رفع یدین کرنا۔ محاذات حجر کے علاوہ طواف کی حالت میں کسی اور جگہ رفع یدین کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۱۔ کسی قسم کے خطبہ کے وقت اور فرض نماز کی جماعت کے وقت طواف کرنا مکروہ ہے۔ اس کی کراہت کی تفصیل اسی باب کی آٹھویں فصل میں آئے گی۔

۱۲۔ پیشاب و پاخانہ کے دباؤ اور ریح کے دباؤ کے وقت طواف کرنا مکروہ ہے جس طرح نماز میں مکروہ ہے۔

۱۳۔ جوتے پہن کر طواف کرنا۔ بشرطیکہ بغیر عذر ہو۔ کیونکہ جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونا مطلقاً مکروہ ہے۔ اگرچہ طواف کی حالت کے علاوہ ہو۔ بسبب اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ، کے۔

كذا صرح بالكراهة في الفتاوى السراجيه وغيرها۔ اور بدائع میں کہا گیا ہے کہ جوتے پہن کر طواف کرنا خلاف ادب ہے۔ موزہ پہن کر مباح ہے۔ کیونکہ موزہ کے نکالنے اور پہننے میں دشواری ہوتی ہے۔

ساتویں فصل

مباحات کا بیان

مباحات طواف دس ہیں:

۱۔ مباح بات بقدر ضرورت کرنا۔

۲۔ سلام کرنا یا چھینک پر الحمد للہ کہنا۔ سلام کا جواب یا چھینک کا جواب فرض غایہ ہے جیسے طواف کے علاوہ ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سلام کرنے اور چھینک پر الحمد للہ کہنے کو مباحات طواف میں شمار کرنا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے کہ سلام کا مسنون اور الحمد للہ کا کہنا مستحب ہونا حالت طواف میں اسی طرح ہے جس طرح طواف کی حالت کے علاوہ۔ مگر یہ واضح رہے کہ جس کو سلام کیا جارہا ہے وہ خدا کے ذکر میں مشغول ہے۔ اس مشغولی کا علم ہوتے ہوئے اس کو سلام کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

۳۔۴۔ علمی یا دینی مسئلہ پوچھنا یا بتانا۔ دونوں مباح ہیں۔

۵۔ حاجت ضروریہ یا معمولی وقفہ مثلاً پانی پینے کے لئے طواف ترک کردینا، مباح ہے۔

۶۔ پاک موزے پہنے ہوئے طواف کرنا۔ اور ناپاک موزے پہن کر طواف کرنا مکروہ ہے اس لئے نجاست حقیقیہ سے پاکی سنت موکدہ ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک۔

۷۔ اذکار یا طواف کی دعاؤں کا ترک کردینا۔ اگرچہ ان کا پڑھنا افضل ہے۔

۸۔ آواز اونچی کئے بغیر قرآن مجید پڑھنا۔

۹۔ ایسے اشعار پڑھنا جن کا مضمون حمد و ثناء، یا علمی و دینی ہو۔

۱۰۔ عذر کی وجہ سے انسان کے کندھے پر یا چوپایہ پر سوار ہو کر طواف کرنے۔

آٹھویں فصل

طواف و رکعات طواف کے متفرق مسائل

پہلے طواف سے متعلق مسائل بیان کئے جاتے ہیں جو یہ ہیں۔

☆ مسئلہ: جن اوقات میں نماز مکروہ ہے طواف ان میں سے کسی بھی وقت مکروہ نہیں۔ البتہ کسی بھی خطبہ کے وقت اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کے وقت مکروہ ہے۔ اور جس وقت فرض نماز کی جماعت شروع ہو رہی ہو اس وقت طواف شروع کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر طواف کے دوران جماعت ہونے لگے تو اگر طواف کے بعد جماعت سے نماز ملنے کی امید ہو تو طواف پورا کرلے، اور اگر جماعت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو طواف چھوڑ دے۔ نماز میں شریک ہو جائے، فرض پورے کرکے طواف جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرکے پورا کرلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز کے متعلق بھی فرض نماز کا سا حکم ہے۔

☆ مسئلہ: اگر طواف کے چکروں کی گنتی میں شک پڑ جائے تو اگر وہ طواف فرض ہے جیسے طواف زیارت یا طواف عمرہ، یا واجب ہے جیسے طواف وداع، تو از سر نو شروع کرے اور ظن غالب پر اعتماد نہ کرے۔ بخلاف نماز کے۔ (کہ وہاں ظن غالب پر عمل کرلیا جاتا ہے۔ نعمانی) اور اگر طواف فرض و واجب نہیں ہے تو از سر نو شروع نہ کرے بلکہ ظن غالب کے مطابق عمل کرلے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ شک کے وقت طواف کا حکم بھی مطلقاً نماز کی طرح ہے۔ چاہے طواف فرض ہو یا غیر فرض۔ پس اس روایت کی بناء پر اگر پہلی مرتبہ شک پڑا ہے تو از سر نو کرے اور اگر بہت بھول ہوتی ہو تو سوچے اور غلبہ ظن پر عمل کرے۔ ورنہ کم تعداد شمار کرکے بقایا پورا کرے جیسے نماز میں کرتا ہے۔

☆ مسئلہ: طواف کرنے والے کو چاہئے کہ اگر کسی شخص میں پیدائشی اعتبار سے کوئی نقص ہے یا کسی نے ناگوار ہیئت بنا رکھی ہے یا مناسک سے ناواقفیت کی بنا پر کوئی غلط حرکت کر رہا ہے تو ان کو حقارت سے نہ دیکھے۔ بلکہ ناواقف کو پیار اور نرمی سے صحیح

...ت بتادے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ۔

اور یہ بات کہ نفلی طواف نفل نماز سے افضل ہے یا نماز نفل، طواف نفل سے۔ تو اس مسئلہ کی تحقیق تیرھویں باب کی پہلی فصل میں انشاءاللہ بیان کی جائے گی۔

اب رکعات طواف سے متعلق مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

☆ مسئلہ: اگر رکعات طواف مکروہ وقت میں پڑھ لیں تو کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائیں گی۔ ایسے وقت شروع کی جانے والی رکعات کا توڑ دینا واجب ہے اور اگر کسی نے پوری ہی کر لیں تو اچھا یہ ہے کہ ان کا اعادہ کر لے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو نماز کراہت کی حالت میں ادا کی جائے اس کا اعادہ غیر مکروہ حالت میں کیا جائے۔

مکروہ اوقات آٹھ ہیں۔

۱)- آفتاب نکلنے سے بقدر ایک نیزہ اونچا ہونے تک۔

۲)- آفتاب زرد پڑ جانے سے غروب تک۔

۳)- عین دوپہر میں جب سورج سر پر ہو۔

۴)- صبح صادق کے بعد سے سورج نکلنے تک۔

۵)- عصر کی نماز کے بعد سے سورج زرد پڑنے تک۔ (بشرطیکہ عصر کی نماز حنفی وقت کے مطابق پڑھی ہو۔ نعمانی)۔

۶)- آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے۔

۷)- ہر خطبہ کے وقت عمداً۔ اور خطبہ جمعہ کے وقت خصوصاً۔

۸)- امام کے فرض نماز شروع کرنے کے وقت۔

رکعات طواف یا کوئی اور نماز پہلے کے تین وقتوں میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،

بالاتفاق۔ اور باقی کے پانچ وقتوں میں بھی سید احمد الحموی کے بیان کے مطابق جوانہوں نے کنز کی شرح میں کہا ہے مکروہ تحریمی ہی ہے، اور ملا علی قاری نے شرح المناسک میں جو بیان کیا ہے اس سے کراہت تنزیہی معلوم ہوتی ہے۔

☆ مسئلہ : رکعات طواف کی کم سے کم واجب مقدار مستقل اسی کی نیت سے دو رکعات ہیں ہر سات چکر پر۔ پس اگر کوئی چار رکعت پڑھ لے تو بھی جائز ہے، دو رکعات سے زیادہ نفل ہو جائیں گی۔ اور مستقل نیت کی شرط ہم نے اس لئے لگائی ہے کہ کوئی فرض نماز، یا نذر کی نماز ان رکعات کی جگہ نہیں لے سکتی۔ جب تک ان رکعات میں مستقل طواف کے لئے پڑھنے کی نیت نہ کرے۔

اور سات چکروں کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر کوئی چودہ چکر متواتر کر لے تو اس پر چار رکعات واجب ہوں گی۔ باوجودیکہ اس میں کراہت کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ دو طوافوں کو بیچ میں دو رکعتیں پڑھے بغیر جمع کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہونے کی وجہ سے بیچ میں دو رکعات نہیں پڑھیں تو کوئی کراہت نہیں۔

☆ مسئلہ : اگر کسی نے طواف کی دو رکعت ترک کر دی تو برا کیا مگر ایسا کرنے سے اس پر دم لازم نہ ہوگا۔ دم لازم نہ ہونے کے سبب میں متاخرین علماء کی آراء مختلف ہیں۔

بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ، رکعات طواف حج و عمرہ کے مخصوصات میں سے نہیں اور دم اسی واجب کے ترک پر لازم ہوتا ہے جو حج و عمرہ کے ساتھ خاص ہوں۔

اور بعض دوسروں نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ یہ نماز کسی خاص زمانہ کے لئے مخصوص نہیں، اسی لئے تمام عمر اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فوت ہو گئیں۔

دوسری علت کی بنا پر یہ کہا جائے گا کہ جب اس شخص کی موت قریب آ گئے تو ان پر دم ادا کرنے کی وصیت کرنا لازم ہوگا۔ اور مرنے والے کے ورثاء کیلئے یہ مستحب ہے کہ وہ بغیر وصیت کے دم ادا کردیں۔ بخلاف پہلی وجہ کے۔ (کہ اس کی بناء پر وصیت لازم نہ ہوگی۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: اگر کسی نے طواف کیا اور یہ رکعات پڑھنی بھول گیا اور جب دوسرا طواف شروع کردیا تب یاد آئیں۔ تو اگر پہلا چکر پورا کرنے سے پہلے یاد آجائے تو وہ چکر وہیں چھوڑ دے (اور رکعات ادا کرلے) تاکہ تسلسل جو سنت ہے طواف اور رکعات طواف میں باقی رہے۔ اور اگر ایک چکر پورا ہونے یا کئے چکروں کے بعد یاد آئے تو اب طواف نہ توڑے بلکہ اسے پورا کرلے۔ کیونکہ چکر کا پورا کرنا، رکعات ادا کرنے جیسا ہے۔ طواف پورا ہونے کے بعد ہر طواف کے لئے دو دو رکعت مستقل نیت کے ساتھ ادا کرے۔

رکعات طواف سے متعلق کچھ مسائل اسی باب کی تیسری فصل میں پہلے بھی گزر چکے ہیں۔ ضرورت ہو تو وہاں دیکھ لئے جائیں۔

سعی کے بیان میں

اور اس سے متعلق مسائل

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل سعی کی صحت کی شرائط، واجبات، سنن اور مستحبات کے بیان میں۔

واضح رہے کہ ہمارے نزدیک تو سعی حج و عمرہ کے واجبات میں سے ہے مگر امام شافعیؒ کے نزدیک رکن ہے۔ سعی میں کچھ شرائط ہیں کچھ واجبات و سنن اور مستحبات۔

شرائط صحت سعی چھ چیزیں ہیں

۱۔ سعی صفا و مروہ کے درمیان کرنا۔ پس اگر کسی نے صفا و مروہ کی حد سے باہر اس کے اطراف میں سعی کی تو اس سعی کا کوئی اعتبار نہیں۔

۲۔ سعی پورا طواف کر لینے یا اس کا اکثر حصہ کرنے کے بعد کرنا۔ چاہے طواف نفل ہی ہو۔ پس اگر کسی نے طواف سے پہلے یا کم حصہ طواف کرنے کے بعد سعی کی تو وہ صحیح نہ ہوگی۔ (اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر مکی حج کا احرام باندھ کر طواف کرنے کے بعد سعی کی تو وہ صحیح نہ ہوگی)۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر مکی حج کا احرام باندھ کر طواف زیارت سے پہلے اس عذر کی بناء پر کہ اس وقت ہجوم ہوگا، پہلے سعی کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ نفلی طواف کرے اور اس کے بعد سعی کرے۔ کیونکہ مکی کے لئے طواف قدوم نہیں ہے۔ اس لئے وہ پہلے نفلی طواف کرے اور اس کے بعد سعی۔ اور سنت یہ ہے کہ اس طواف میں رمل اور اضطباع کرے۔ پھر سعی کرے۔

۳۔ سعی سے پہلے حج یا عمرہ کا احرام بندھا ہوا ہونا۔ اگر کسی نے احرام سے پہلے سعی کر لی تو وہ صحیح نہ ہوگی اگرچہ طواف کے بعد کی ہو۔

رہی یہ بات کہ سعی کے وقت احرام کا ہونا شرط ہے یا نہیں تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر حج کی سعی ہے اور طواف قدوم کے بعد کر رہا ہے تو اس وقت احرام بندھا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر وہ سعی طواف زیارت کے بعد کر رہا ہے تو احرام بندھا ہونا شرط نہیں۔ بلکہ اس وقت احرام نہ ہونا مسنون ہے۔ کیونکہ طواف زیارت سے پہلے سر منڈانا مسنون ہے۔ (اور جب سر منڈالیا تو احرام ختم ہوگیا۔ نعمانی۔) اور اگر وہ سعی عمرہ کی ہے تو اس وقت احرام کا بندھا ہونا شرط نہیں۔ واجب ہے چنانچہ اگر کسی نے عمرہ کے طواف کے بعد سر منڈالیا اور اس کے بعد سعی کی تو اس پر دم لازم ہوگا۔

۴۔ سعی کا وقت ہونا۔ سعی صحیح ہونے کی چوتھی شرط ہے۔ یعنی حج کی سعی کے لئے حج کے مہینوں کا ہونا۔ اس لئے کہ سعی واجب حج ہے۔ اور حج کے تمام افعال کے لئے بجز احرام، وقت شرط ہے۔ جیسا پہلے گزر چکا۔

اور عمرہ کی سعی کے لئے حج کے مہینوں کا ہونا شرط نہیں ہے۔ لیکن قارن یا متمتع کے لئے شرط ہے۔

اور حج کی سعی کے لئے اشہر حج کے شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے سعی جائز نہیں۔ اور اس کو اشہر حج سے موخر کرنا جائز ہے جیسے کوئی طواف زیارت کی سعی ۱۰ ذی الحجہ کے بعد کرے تو وہ سعی صحیح ہوگی۔

۵۔ سعی کے سات چکروں میں سے چار چکر کر چکنا۔ سعی صحیح ہونے کی پانچویں شرط ہے۔ اگر کسی نے سعی کے صرف تین چکر کئے تو یہ ایسا ہے ہی جیسے اس نے بالکل سعی نہیں کی۔

۶۔ صفا و مروہ کے فاصلہ کا اکثر حصہ طے کرنا سعی صحیح ہونے کی چھٹی شرط ہے۔ تو اگر کسی نے ایک تہائی فاصلہ طے کیا اور دو تہائی چھوڑ دیا تو سعی صحیح نہیں ہوگی۔

<u>سعی کے واجبات پانچ ہیں۔</u>

۱۔ سعی کے آخر کے تین چکروں کا کرنا واجب ہے۔ اگر کسی نے آخر کے یہ چکر چھوڑ دیئے تو ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم بطور کفارہ لازم ہوں گے۔

۲۔ پیدل سعی کرنا۔ اگر کسی نے چوپائے، یا آدمی کے کندھے پر چڑھ کر یا پیٹ کے بل رینگ کر بلا کسی عذر کے سعی کی تو دم لازم آئے گا۔ کسی عذر کی بناء پر ایسا کرنے سے کوئی چیز بطور کفارہ لازم نہ ہوگی۔

۳۔ عمرہ کی سعی میں احرام بندھا ہوا ہونا۔ جیسا کہ گزر چکا۔

۴۔ صفا و مروہ کے درمیان کا پورا فاصلہ طے کرنا۔ حتی کہ پاؤں کی دونوں ایڑیاں صفا و مروہ سے چھو جائیں۔ یا سعی شروع کرنے کے وقت دونوں ایڑیاں صفا سے لگیں۔ اور مروہ پہنچ کر دونوں پنجے مروہ سے لگیں۔ اور لوٹتے وقت اس کے برعکس۔ (یعنی ایڑیاں مروہ سے اور پنجے صفا سے لگ جائیں۔ نعمانی) شیخ رحمت اللہ سندھیؒ کی مسلک میں اسی طرح ہے، اور ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں صورتوں کی ضرورت اس زمانہ میں تھی جب صفا و مروہ کی بلندیاں موجود تھیں۔ اور اب اس زمانہ میں صفا و مروہ کے بہت سے حصے زیر زمین آچکے ہیں اس لئے ان کی ابتدائی جگہ سے گزر جانا واجب پر عمل ہونے کے لئے کافی ہے۔

۵۔ قول مختار کی بناء پر صفا سے سعی شروع کرنا واجب ہے۔ اگر کسی نے مروہ سے شروع کر کے (اسی کے حساب سے) سات چکر کر لئے تو اس پر صرف پہلے چکر کا دوبارہ کرنا لازم ہے۔ اگر اعادہ نہیں کیا تو نصف صاع گندم کفارہ لازم ہوگا۔

سعی کی سنتیں چھ ہیں

۱۔ طواف و سعی میں موالات ہونا (وقفہ نہ ہونا)۔

۲۔ سعی کے چکروں میں باہم اور ایک چکر کے درمیان میں وقفہ نہ ہونا۔ اگر کسی نے روزانہ ایک چکر یا ایک چکر سے کم سعی کر کے پوری کی تو وہ سعی باطل نہ ہوگی۔ مگر مستحب یہ ہے کہ ایسا بغیر عذر کے کیا ہے تو سعی از سر نو کرلے۔

۳۔ سعی کی نیت کرنا بھی سنت ہے۔ شرط نہیں۔ پس اگر کسی نے دشمن کے ڈر سے یا خرید و فروخت کی غرض سے چل کر یہ مسافت سات مرتبہ طے کرلی تو ہمارے نزدیک یہ سعی ہو جائے گی، اور یہی امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ بخلاف امام احمدؒ کے کہ ان کے نزدیک سعی کی نیت شرط ہے۔

مسئلہ: جس طرح سعی میں نیت شرط نہیں اسی طرح وقوف عرفہ ومزدلفہ

...صق میں بھی نیت شرط نہیں۔

۴۔ صفا و مروہ کا درمیانی فاصلہ طے کرنے کے بعد صفا و مروہ پر چڑھنا سنت ہے۔

...دوران سعی ان پر چڑھنے کا موقع نہ ملا ہو۔

۵۔ "دو میل" کے درمیان ہرولہ کرنا۔ اور باقی مسافت میں اطمینان سے چلنا۔

...ہرولہ کے معنی تیز چلنے کے ہیں۔ اور دو میل کے معنی آئندہ فصل میں آئیں گے۔

۶۔ ضروری حصہ بدن (ناف سے گھٹنوں تک) کا چھپانا۔ ستر عورت گوفی نفسہ فرض ہے مگر سعی میں یہ سنت ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے برہنہ حالت میں سعی کرلی تو اس پر کوئی دم تو لازم نہ ہوگا البتہ ترک فرض کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

سعی کے مستحبات سات ہیں

۱۔ سعی کے وقت ماثورہ یا غیر ماثورہ دعاؤں یا ذکر اذکار میں مشغول رہنا۔ ان میں کی چند دعائیں وغیرہ انشاء اللہ اگلی فصل میں بیان کی جائیں گی۔

۲۔ بدن اور کپڑوں کا ہر قسم کی ناپاکی اور نجاست سے پاک ہونا۔

۳۔ ظاہری اور باطنی خشوع۔

۴۔ صفا و مروہ پر خاصی دیر کھڑا رہنا۔

۵۔ اذکار اور دعاؤں کا تین تین مرتبہ پڑھنا۔

۶۔ چکر اگر متفرق کئے ہوں تو پوری سعی از سر نو کرنا۔

۷۔ پوری سعی کرلینے کے بعد مسجد حرام میں دو رکعت پڑھنا۔ تفصیل آئندہ فصل میں۔

دوسری فصل

شرائط، واجبات، سنن اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ اول سے آخر تک سعی کی ترتیب کا بیان۔

☆ مسئلہ: جب ایسے طواف سے جس کے بعد سعی کرنی ہے فارغ ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ سعی کے لئے بلا تاخیر باہر آ جائے۔ اور اگر کسی عذر کی بنا پر یا ذرا آرام لینے کی خاطر تاخیر کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر تاخیر بلا عذر ہو یا آرام لینے کی نیت نہ ہو تو یہ برا ہے البتہ اس تاخیر سے کوئی دم یا صدقہ لازم نہ آئے گا۔

مسئلہ حج کے احرام والے کو یہ اختیار ہے کہ وہ حج کی سعی طواف قدوم کے بعد کرے یا طواف زیارت کے بعد کرے۔ اور افضل طواف زیارت کے بعد کرنا ہے کیونکہ سعی کا اصل وقت طواف زیارت کے بعد ہی ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے طواف قدوم کے بعد کی اجازت دی گئی ہے۔ البتہ قارن کے لئے افضل طواف قدوم کے بعد سعی کرنا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا اتباع ہو جائے۔

مسئلہ: جب سعی شروع کرنا چاہے تو پہلے بیت اللہ پر آئے اور تیسرے باب کی تیسری فصل میں مذکور تفصیل کے مطابق حجر اسود کا استلام کرے۔ اور یہ استلام مطابق تصریح البدائع سنت ہے۔ اس کے بعد مسجد حرام سے صفا کی طرف باہر آئے۔ باب الصفا سے باہر نکلنا مستحب ہے۔ اگر کسی اور طرف سے باہر آئے تو بھی جائز ہے۔

☆ مسئلہ: باہر نکلتے وقت داخل ہونے کے برعکس پہلے بایاں پاؤں باہر نکالنا مستحب ہے جیسا کہ تمام مساجد کے لئے یہ واجب ہے۔ اور اس وقت وہ دعائیں پڑھنی جن کا مسجد سے نکلتے وقت پڑھنا مستحب ہے۔

جیسا کہ دوسرے باب میں مذکور ہوا۔ پھر صفا کی طرف متوجہ ہو۔
نہایہ شرح ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ مکرمہ سے صفا تک کا فاصلہ ایک سو
پچاس گز ہے۔ جب صفا پر پہنچ جائے تو یہ کہنا مستحب ہے۔
اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ﴾۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا اس وقت یہی پڑھا تھا۔
جیسا کہ مسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
☆ مسئلہ: جب صفا پر پہنچے تو اتنا اوپر چڑھے کہ بیت اللہ شریف دیوار کے اوپر سے نظر آنے لگے۔ وہاں روبقبلہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ اور یہ چڑھنا اور روبقبلہ ہونا سنت ہے۔ اور کعبہ شریف کا دیکھنا درجہ کمال ہے۔
اور شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ بغیر صفا پر چڑھے کعبہ کا نظر نہ آنا پہلے زمانہ میں تھا اس وقت تو زمین سے بلند ہونے کے سبب صفا کی کئی سیڑھیاں زیر زمین آگئی ہیں۔ اب تو صفا کی موجودہ سیڑھیوں میں سے کوئی اگر پہلی سیڑھی پر ہی کھڑا ہو جائے تو وہیں سے کعبہ شریف نظر آجاتا ہے، اس لئے اوپر چڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اور بعض اہل بدعت جو جاہل ہوتے ہیں صفا پر اتنا چڑھتے ہیں کہ صفا کی پشت والی دیوار سے جا ملتے ہیں تو یہ خلاف سنت ہے۔ (قول شیخ ختم ہوا)
(اور اب ہمارے اس زمانہ میں سعی مسقف ہے از صفا تا مروہ پختہ سنگی فرش بنادیا گیا ہے۔ صفا و مروہ فراز ہیں۔ اصل پہاڑی یا اس پر بنی ہوئی سیڑھیاں سب زیر زمین آگئی ہیں۔ ادھر مسجد حرام کی توسیع اور عالی شان عمارت کے بام و در نے کعبہ مکرمہ کو

چھپالیا ہے۔ باب صفا کی طرف سے نکل کر جو اونچائی شروع ہوتی ہے اس کی ابتداء ہی پر اگر کوئی کھڑا ہو تو مسجد کے ستونوں اور محرابوں کے درمیان سے کعبہ مکرمہ نظر آجاتا ہے اور اگر تھوڑا اور اوپر چڑھ جائیں تو کعبہ بام ودر میں اوجھل ہو جاتا ہے اس لئے آج کل بھی زیادہ اوپر نہیں جانا چاہئے۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: جب صفا پر کعبہ رخ کھڑا ہو جائے تو دل میں سعی کی نیت کرنا سنت ہے اور زبان سے بھی یہ نیت کرنا افضل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اُرِيْدُ اَنْ اَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِّوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ۔

پھر کندھوں تک دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف رہے۔ یہ ہاتھ اٹھانا مطلق دعا میں مسنون ہے۔ پھر تین بار تکبیر، حمد و ثنا، تہلیل اور درود شریف پڑھے اور اپنے لئے نیز تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔ اور ہر تکبیر پر اس طرح ہاتھ نہ اٹھائے جس طرح نماز شروع کرتے وقت اٹھائے جاتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ہر تکبیر پر ہاتھ کانوں یا کندھوں تک اٹھا کر نیچے گرا لیتے ہیں وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں، اس لئے کہ ہاتھوں کا دعا کی طرح اٹھانا، بغیر بیچ میں گرائے ثابت ہے، کذا قال علی قاریؒ۔

اور مولانا رحمت اللہ سندھیؒ نے منسک کبیر میں کہا ہے کہ بعض جاہل صفا و مروہ پر نماز شروع کرتے وقت کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

اوپر مذکورہ اذکار پڑھنے کی مکمل کیفیت اس طرح ہے کہ ہاتھ اٹھانے کے بعد کہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا.

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَوْلَانَا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ. لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ. لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّاۤ اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ. وَاِنِّىْ اَسْاَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِىْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّىْ وَلَا تَنْزِعْنِىْ مِنْهُ حَتّٰى تَتَوَفَّانِىْ وَاَنَا مُسْلِمٌ وَقَدْ رَضِيْتَ عَنِّىْ. اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ عَلٰى سُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِىْ عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِىْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔

اور یہ بھی کہے۔

اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِىْ بِدِيْنِكَ و طَوَاعِيَتِكَ۔ آخر دعا تک۔ اور یہ لمبی دعا ہے جو پہلے طواف کی دعاؤں میں گزر چکی ہے۔

اور یہ بھی کہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِمَشَآئِخِىْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

☆ مسئلہ : مستحب ہے کہ ان اذکار وادعیہ کو دوبارہ سہ بارہ پڑھے۔ جیسا کہ مستحبات کی بحث میں پہلے گزر چکا۔

☆ مسئلہ : صفا پر اتنی دور کھڑا رہے جتنی دور میں طوال مفصل کی کوئی سور پڑھی جا سکے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اتنی دیر کھڑا رہے جتنی دیر سورۃ بقرہ کی

پچیس آیات پڑھنے میں لگے۔ صفا سے اترنے میں جلدی نہ کرے کیونکہ یہ دعاؤں کی قبولیت اور دین و دنیا کی ضروریات پوری ہونے کا مقام ہے۔ ہاں زیادہ قیام میں اوروں کی تکلیف کا اندیشہ ہو جیسے حج کے زمانہ میں ہجوم کی وجہ سے ہوتا ہے تو اس وقت جلدی کرنا افضل ہے۔

فائدہ: اس جگہ کیلئے مذکورہ دعاؤں میں سے اکثر ماثورہ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ تکبیر کہی اور یہ فرمایا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ. اِلٰی قَوْلِهٖ قَدِیْرٌ۔ نیز فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ. اِلٰی قَوْلِهٖ اَلْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اسے مسلم اور ابو عوانہ نے اپنی صحیحین میں اور ابن المنذر نے اپنی سنن میں روایت کیا۔

اور امام مسلم کی روایت از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''موطا'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ وہ صفا و مروہ پر یہ پڑھتے تھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاهُ. اِلٰی قَوْلِهٖ۔ اَلْکَافِرُوْنَ۔

اور ابن المنذر نے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ آپ صفا و مروہ پر یہ کہتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. اِلٰی قَوْلِهٖ . وَقَدْ رَضِیْتَ عَنِّیْ

بھی فرماتے۔ اَللّٰہُمَّ اعْصِمْنِیْ بِدِیْنِکَ وَطَوَاعِیَتِکَ۔ الی قولہ یَوْمَ الدِّیْنِ۔
بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صفا پر یہ کہتے۔
اَللّٰہُمَّ اَحْیِنِیْ عَلٰی سُنَّۃِ نَبِیِّکَ۔ الی قولہ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔

مسئلہ حج کی سعی ہو اور طواف قدوم کے بعد کر رہا ہو تو اس وقت صفا و مروہ پر پہنچنے اور سعی کرنے کی حالت میں تلبیہ پڑھے۔ اور اگر سعی طواف زیارت کے بعد کر رہا ہو یا عمرہ کی سعی ہو تو اس وقت تلبیہ نہ پڑھے۔ مسئلہ مذکورہ دعائیں اور اذکار جب تین مرتبہ پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اب مروہ کی طرف چلے اور اس دوران بھی اذکار و دعاؤں میں مشغول رہے۔ پس صفا سے مروہ کی طرف چلنے کے وقت یہ کہے۔

اَللّٰہُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح مروی ہے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان یہ دعا پڑھے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

فتح القدیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہونا مذکور ہے۔ اور ابن جماعہ نے اپنی منسک میں اس کی سند رواہ ابن ابی شیبہ عن عبداللہ بن عمرؓ بیان کی ہے۔ بیہقی نے بھی اسی طرح کی روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کی ہے۔

اور بعض لوگوں نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بیان کیا ہے وہ ثابت نہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ کے بعد وَاھْدِنِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ کا اضافہ کرنا چاہئے اور اس کے آخر میں یہ دعا اور زیادہ کرے۔

اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ۔ اَللّٰہُمَّ نَجِّنَا

مِنَ النَّارِ سِرَاعًا سَالِمِیْنَ. وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ آمِیْنَ۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول روایت کیا گیا کہ صفا و مروہ کے درمیان

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ پڑھے۔

(ابن جماعہ و قول قرشی)

اور ملا علی قاری نے منسک متوسط کی شرح میں بیان کیا ہے کہ صفا و مروہ کے

درمیان یہ بھی پڑھنا چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

کہا گیا ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ (آخر تک) اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. الی قولہ. عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بھی پڑھے۔ ان کے علاوہ دین و دنیا کی بھلائی کی جو دل چاہے دعا مانگے۔ مسئلہ صفا و مروہ کے درمیان باوقار اور اطمینان کی چال سے چلے۔ البتہ "دو میل" کا درمیانی فاصلہ تیز چال سے طے کرے۔

"دو میل" سے مراد وہ دو نشانات ہیں جن کو سنگ میل کی شکل میں مسجد حرام کی دیوار سے تراشا گیا ہے، مگر وہ مسجد سے جدا ہے۔ ان میں سے ایک ستون تو مسجد سے متعلق ہے اور دوسرا سرائے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے صحن میں ہے۔ اور ان دو میلوں کو صفا و مروہ کے مابین اس جگہ کے لئے بطور علامت مقرر کیا گیا ہے جہاں سے تیز چال سے گزرنا چاہئے۔

شیخ علی قاری فرماتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ان دو میلوں کے درمیان وادی (نشیب) تھی۔ اور صفا و مروہ دونوں جانب اونچائی تھی۔ لیکن آجکل (بزمانہ مصنف) لوگوں نے یہ نشیب بھر دیا ہے۔ اور صفا کی طرف سے تھوڑا سا نشیب رہ گیا ہے۔ مروہ کی طرف نہیں رہا۔ (اور اب موجودہ زمانے میں سعودی حکومت نے اس ساری جگہ پر سنگ مرمر کا پختہ فرش کرادیا ہے۔ اور فرش بالکل مسطح ہے۔ صفا و مروہ کی طرف چڑھائی ہے۔ چونکہ سعی مسقف بنادیا گیا ہے اس لئے دو طرف کی دیواروں پر دو میلوں کی علامت باقی رکھنے کے لئے دیواروں کے ستون سبز بنادیئے گئے ہیں۔ اور ہر وقت ان ستونوں پر سبز ٹیوب روشن رہتے ہیں جس سے حجاج کو بآسانی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تیزی سے گزرنا چاہئے۔ نعمانی)۔ نہایہ شرح ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ صفا کعبہ کے جنوب پر اور مروہ شمال پر واقع ہے اور صفا و مروہ کی پوری مسافت سات سو چھیاسٹھ (۷۶۶) گز ایک بالشت ہے۔ اور میلین کی درمیانی مسافت ایک سو بارہ (۱۱۲) گز ہے۔

☆ مسئلہ: احتیاط اس میں ہے کہ میل اول پر پہنچنے سے پہلے چال تیز کرے اور دوسرے میل سے گزر کر تیز رفتاری ختم کردے۔

☆ مسئلہ: یہ تیز رفتاری درمیان میلین، سعی کے ساتوں چکروں میں مسنون ہے بخلاف رمل کے کہ وہ طواف کے صرف اول کے تین چکروں میں مسنون ہے۔

مستحب یہ ہے کہ میلین کی درمیان کی چال رمل سے زیادہ ہو اور عدو سے کم۔ رمل کے معنی تیز چال (جھپٹنا) کے ہیں اور عدو، عین کے زبر اور دال کے سکون کے ساتھ کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی میلین کے درمیان تیزی سے نہ گزرے یا پوری سعی جھپٹ کر

کرے تو یہ برا ہے۔ اس لئے کہ ترک سنت لازم آتا ہے مگر اس پر کوئی دم یا صدقہ لازم نہ ہوگا۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی چوپایہ پر سوار ہو تو میلین کے درمیان اس کو بھی دوڑائے۔

☆ مسئلہ: یہ تیز رفتاری اس وقت سنت ہے جب کہ خود کو کوئی گزند نہ پہنچے، دوسرے کی ایذارسانی کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر ایسا اندیشہ ہو تو بھیڑ چھٹ جانے تک صبر کرے۔ جب بھیڑ کم ہو جائے اس وقت شروع کرے۔ اور اگر بھیڑ نہ چھٹے۔ یا درمیان سعی میں ازدحام ہو جائے تو ایسی صورت میں جلدی چلنے اور دوڑنے کی (حسب گنجائش) نقل کرلے۔ اس لئے کہ اگر پورا نہ ملے تو پورا چھوڑنے بھی نہیں کا مصداق ہو جائے۔

☆ مسئلہ: جب دونوں میلوں سے گزر جائے تو اطمینان کی چال چلے تا آنکہ مروہ پر پہنچ جائے اور اس پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے۔

اور شیخ علی قاری فرماتے ہیں کہ مروہ پر چڑھنے کی ضرورت پہلے زمانہ میں پڑتی تھی اب اگر کوئی اس کی سیڑھیوں میں سے پہلی سیڑھی پر کھڑا ہو جائے بلکہ مروہ کی زمین پر بھی کھڑا ہو جائے تب بھی مروہ پر کھڑا ہونا صادق آ جائے گا۔ اس سے زائد چڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور بعض جاہل اور شکی مزاج، جو اتنا اوپر چڑھتے ہیں کہ مروہ کی پچھلی دیوار سے جا لگتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور مروہ سے بیت اللہ کا نظر آنا اس زمانہ میں ممکن نہیں رہا۔ اس لئے کہ درمیان میں تعمیرات حائل ہو گئی ہیں۔ لہٰذا مروہ پر روبقبلہ ہو جانا کافی ہے۔

☆ مسئلہ: مروہ پر وہی سب کچھ کرے جو صفا پر کیا تھا۔ یعنی قبلہ رخ کھڑا ہو تکبیر، حمد و ثنا، درود اور دعا تین مرتبہ پڑھے دونوں ہاتھ اٹھائے اور قیام طویل کرے۔

مسئلہ: اس کے بعد مروہ سے اتر کر صفا کی طرف چلے اور چلنے کے دوران جو ذکر و دعائیں پڑھتا آیا تھا وہی یا اور کوئی دعا اذکار وغیرہ پڑھتا ہوا جائے۔ اور میلین کے درمیان باقی راستہ اطمینان سے طے کرے۔

مسئلہ: اسی طریق پر سات چکر پورے کرے۔ پہلا چکر صفا سے شروع کرے ساتوں چکر مروہ پر ختم کرے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوتا ہے۔ اور مروہ سے صفا تک دوسرا۔ ظاہر روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اسی کو علماء نے اختیار کیا ہے۔ امام طحاوی کا البتہ اس میں اختلاف ہے۔ وہ جانے اور لوٹ کر آنے کو ایک چکر شمار کرتے ہیں۔

مسئلہ: سعی سے فارغ ہو کر دو رکعت ادا کرنا مستحب ہے۔ اس میں افضل یہ ہے کہ رکعات مروہ پر نہ پڑھے بلکہ مسجد حرام میں پڑھے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان رکعات کے پڑھنے کی جگہ میں اختلاف آراء ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے سامنے یہ رکعات ادا فرمائیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ جواب باب عمرہ مشہور ہے کے متصل پڑھیں۔

روایات کا اختلاف بظاہر عمرہ کے اوقات کے مختلف ہونے کے سبب ہے۔ (کہ ایک عمرہ میں ایک جگہ ادا فرمائیں۔ دوسرے عمرہ میں کسی دوسری جگہ۔ واللہ اعلم۔ نعمانی)۔

تیسری فصل

سعی کے محرمات، مکروہات اور مباحات کا بیان

محرمات سعی

سعی کے جو واجبات بیان ہو چکے ان میں سے کسی بھی واجب کا ترک کرنا حرام ہے۔

مکروہات سعی سات ہیں

۱۔ بغیر عذر کے چکروں کے درمیان بہت زیادہ وقفہ کرنا۔

۲۔ سعی کے دوران خرید و فروخت کرنا۔

۳۔ ایسی یا اس طرح باتیں کرنا کہ چکروں کے تسلسل میں فرق پڑے یا اذکار و دعائیں پڑھنے میں رکاوٹ پڑے۔

۴۔ صفا و مروہ پر ضرورت کے وقت نہ چڑھنا۔ جیسے رویت کعبہ کے لئے۔ اور یہ مکروہ اس وقت ہے کہ چڑھنا ممکن ہو اور نہ چڑھے۔

۵۔ میلین کے درمیان دوڑ کر نہ چلنا۔

۶۔ میلین کے علاوہ باقی جگہ پر دوڑ کر چلنا۔

۷۔ طواف کے وقت سے سعی کو بہت زیادہ موخر کرنا۔

مباحات سعی تین ہیں

۱۔ ضرورت کے مطابق جائز بات چیت کرنا۔ بے ضرورت بات چیت سے بچنا

ہر وقت میں بھی افضل ہے۔ دوران سعی تو خاص طور پر بچے۔

۲۔ کسی عذر کی بنا پر چکروں کے تسلسل کو چھوڑ دینا۔ جیسے فرض نماز باجماعت و نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے۔

۳۔ تھوڑی سی دیر کے لئے تسلسل کو ترک کر دینا۔ جیسے پانی پینا یا وضو تازہ کرنا۔

☆ مسئلہ: اگر سعی کے دوران فرض نماز کی جماعت ہونے لگے، یا جنازہ کی نماز ہونے لگے تو ان کے لئے سعی چھوڑ دے۔ اور جب ان سے فارغ ہو جائے تو واپس آئے اور چکر جہاں تک ہوا تھا اس سے آگے پورا کرلے۔ از سر نو سعی نہ کرے۔ یہی حکم طواف کا بھی ہے۔ مولانا رحمت اللہ سندھیؒ کی منسک کبیر میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

☆☆☆

پانچواں باب

اس باب میں ان مسائل کا بیان ہے جو سعی اور وقوف کے درمیان پیش آتے ہیں۔ یہ باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

ان اعمال کے بیان میں ہے جو سعی وو قوف کے درمیان کئے جاتے ہیں۔

☆ مسئلہ : اگر سعی سے فارغ ہونے والا عامر قبل اشہر حج ہے، یا اس نے اشہر حج میں تمتع کا عمرہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ہدی (قربانی کے لئے جانور) نہیں ہے، تو وہ سعی کے بعد اپنا سر منڈا یا مشین وغیرہ سے بال کٹا سکتا ہے تاکہ احرام سے باہر نکل آئے۔ حلق کے بعد اب وہ مکہ مکرمہ میں یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) تک رہے۔ پھر اس دن یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے۔ متمتع کے لئے بعد عمرہ احرام سے حلال ہونا واجب نہیں مستحب ہے۔ احرام ہی میں رہے تو اس کے لئے جائز ہے۔ البتہ اگر ممنوعات احرام کا ارتکاب کرے گا تو اس پر ایک جزا لازم آئے گی۔ اور اگر سر منڈالیا تو ممنوعات احرام اس کے لئے مباح ہو جائیں گی۔

☆ مسئلہ : جب صرف عمرہ کرنے والے نے سر منڈالیا تو اب اشہر حج سے قبل اس کے لئے جتنے عمرے چاہے کرنا جائز ہے۔ بلکہ عمروں کی کثرت اس کے لئے افضل ہے۔ خصوصاً رمضان شریف میں کہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے۔ بخلاف اشہر

حج کے اس میں ممنوع ہوتا۔ اگرچہ صرف عمرہ والا ہو یا حج افراد والا یا متمتع بشرطیکہ
اس سال حج کا ارادہ ہو۔ اگر اس سال ارادہ نہیں تو پھر جائز ہے۔ اور اگر یہ شخص جو ابھی
حج سے فارغ ہوا قارن ہے یا ہدی ساتھ لانے والا متمتع ہے، یا حج افراد ہی کا احرام
باندھا ہے تو وہ مکہ مکرمہ میں احرام ہی کی حالت میں قیام کرے۔ اس دوران اگر یہ
قارن و متمتع کسی غلطی کا ارتکاب کریں گے تو ان کے ذمہ دو کفارے ہوں گے، اور
مفرد ارتکاب کرے تو اس پر ایک کفارہ ہوگا۔ مسئلہ جب قارن، متمتع اور مفرد حالت
احرام میں مکہ میں مقیم ہوں تو ان کے لئے کسی عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ اگر کسی
نے ایسا احرام باندھ لیا تو وہ گنہگار بھی ہوگا اور اس پر دم بھی لازم آئے گا۔ اگرچہ مفرد
نے افراد کا احرام اشہر حج سے پہلے باندھا ہو۔ ہاں وہ جب چاہیں نفلی طواف کر سکتے ہیں۔
اس طواف میں نہ رمل ہوگا نہ اضطباع۔ اور نہ اس کے بعد سعی ہو گی۔ کیونکہ سعی تو حج و
عمرہ کے واجبات میں سے ہے۔ اور ہر نفل طواف کے بعد دو رکعت واجب الطواف ادا
کرے۔

☆ مسئلہ: بیت اللہ شریف کا طواف ایک مستقل عبادت ہے اور بالاجماع اس
کی کثرت مستحب ہے۔ جیسا عمرہ کی کثرت جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ جب کہ
اس کے لئے عمرہ کرنا جائز ہو۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک جدا ہے۔ ان
کے نزدیک ایک سال میں دو بار عمرہ کرنا مکروہ ہے۔
اب یہ بات رہ گئی کہ طواف کی کثرت افضل ہے یا عمرہ کی۔ سو اس مسئلہ کی تحقیق
تیرھویں باب کی پہلی فصل میں انشاء اللہ بیان ہو گی۔

دوسری فصل

حج کے تین خطبوں کے بیان میں اور جب ۷ ذی الحجہ ہو تو سنت یہ ہے کہ امام ایک

خطبہ نماز ظہر کے بعد مکہ مکرمہ سے پہلے تکبیر کہے۔ اس کے بعد تلبیہ پڑھتے ہوئے
شروع سے خطبہ شروع کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔
دوسرے خطبہ (خطبہ مسجد نمرہ) سے پہلے پیش آنے والے اعمال وافعال حج سے لوگوں
کو باخبر کرے۔ مثلاً منیٰ کی طرف جانے۔ عرفہ کی رات منیٰ میں گزارنے۔ عرفات
جانے اور مسجد نمرہ میں نماز پڑھنے کے متعلق باتیں بتائے۔ اور لوگوں کو وقوف عرفہ
کی کیفیت اور وہاں سے لوٹنے کے متعلق احکام وغیرہ بتائے۔

☆ مسئلہ: دوران حج تین خطبے ہوتے ہیں۔ پہلا تو یہی ہے جس کا بیان اوپر ہوا۔
دوسرا خطبہ ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں جمع بین الصلاتین سے پہلے دیا جاتا ہے۔
تیسرا خطبہ ۱۱ ذی الحجہ کو منیٰ میں دیا جاتا ہے۔ ہر خطبہ میں ایک دن کا فاصلہ
درمیان میں رکھا جاتا ہے۔ منیٰ میں دیا جانے والا خطبہ بھی ایک ہی ہوتا ہے جس طرح
۷ ذی الحجہ کا۔ اور منیٰ کا خطبہ بھی بعد نماز ظہر دیا جاتا ہے۔ بخلاف خطبہ عرفات کے کہ
وہ دو خطبے ہوتے ہیں اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھا بھی جاتا ہے اور وہ نماز ظہر سے
پہلے دیئے جاتے ہیں۔

☆ مسئلہ: یہ تینوں خطبے اپنی جگہ تو سنت ہیں مگر ان کا سننا واجب ہے۔

تیسری فصل

مکی کے حق میں احرام حج کی ترتیب کا اجمالی بیان

☆ مسئلہ: جب مکہ مکرمہ سے منیٰ جانے کا ارادہ کرے تو اگر وہاں بغیر احرام رہ
رہا ہے تو اب یوم الترویہ کو حج کا احرام باندھ لے یا یوم الترویہ سے پہلے باندھ لے اور
پہلے باندھنا افضل ہے۔ اور اگر پہلا ہی احرام باقی ہے تو اب نئے احرام باندھنے کی

...ورت نہیں۔

...رت کے احرام باندھنے کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ غسل کریں، خوشبو لگائیں۔
...رام کے باب میں گزر چکا۔ پھر مسجد حرام میں آکر طواف کریں بہ نیت تحیۃ
مسجد۔ پھر طواف کی دو رکعات پڑھیں۔ پھر احرام کی نیت سے دو رکعت ادا کریں۔
...کے بعد احرام باندھیں اسی جگہ کھڑے ہونے سے پہلے۔
اور احرام کا مطلب حج یا عمرہ کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا ہے۔ جیسے پہلے گزر
چکا۔

...کی کے حق میں احرام کی سب سے افضل جگہ حطیم ہے۔ خصوصاً میزاب رحمت
کے نیچے کا حصہ۔ احرام باندھ کر اگر سعی طواف زیارت سے پہلے کرنے کا ارادہ ہو تو
طواف نفل کرلے تاکہ سعی صحیح ہو جائے۔ اس طواف میں رمل و اضطباع کرے۔
طواف سے فارغ ہو کر صفا و مروہ کے مابین سعی کرے۔

چوتھی فصل

مکہ سے جانب منیٰ روانگی

☆ مسئلہ: ۸ ذی الحجہ کو، جسے یوم الترویہ کہتے ہیں، امام تمام لوگوں کے ساتھ
طلوع آفتاب کے بعد مکہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو۔ منیٰ پہنچ کر ۹ ذی الحجہ کی فجر تک
منیٰ میں ٹھہرے۔ اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی پانچ نمازیں ادا
کرے۔

☆ مسئلہ: ۸ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے منیٰ جانا سنت ہے۔ اگر کوئی اس دن نہیں
گیا تو اس نے سنت کے خلاف کر کے برا کیا۔ بشرطیکہ بلاعذر ایسا ہوا ہو۔

مسئلہ: ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کرنا مستحب ہے۔ اگر کوئی زوال کے بعد منیٰ جائے اور ظہر منیٰ میں جا کر پڑھے تو اس کا مستحب فوت نہیں ہوا۔ اور اگر ظہر کی نماز مکہ میں پڑھ کر جائے تو مستحب فوت ہو جائے گا۔ اور یوم الترویہ کو اگر جمعہ ہو تو زوال سے پہلے چلا جائے۔ زوال کے بعد بغیر جمعہ پڑھے جانا مکروہ ہے۔ مسئلہ: عرفہ کی رات منیٰ میں گزارنا مسنون ہے۔ اگر کوئی مکہ، عرفات یا کہیں اور یہ رات گزارے تو یہ برا ہے کیونکہ ترک سنت کا ارتکاب کیا۔

☆ مسئلہ: مکہ مکرمہ سے منیٰ پیدل جانا مستحب ہے۔ بشرطیکہ پیدل چلنے کی ہمت ہو۔ سواری پر نہ جائے۔ اسی طرح تمام مناسک کی ادائیگی میں سوار نہ ہونا مستحب ہے، تا آنکہ حج پورا ہو جائے۔

طرابلسی نے اپنی مناسک میں یہی کہا ہے مگر وہ وقوف عرفات اور رمی عقبہ کے وقت سوار ہونے کو افضل کہتے ہیں۔ تفصیل آئندہ آئے گی۔

پانچویں فصل

منیٰ سے عرفات روانگی

جب منیٰ میں صبح ہو جائے تو آخر وقت فجر کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے کا انتظار کرے۔ اور دھوپ کے جبل ثبیر پر پھیل جانے کا انتظار کرے۔

ثبیر۔ ایک پہاڑ ہے جو جمرۂ عقبہ سے شروع ہو کر مسجد خیف کے سامنے تک یا اس سے تھوڑا آگے تک ہے۔ عرفات جانے والے کے بائیں ہاتھ پڑتا ہے اور یہ پہاڑ اس جگہ پر موجود تمام پہاڑوں سے بلند ہے۔ کذا قال الطبری۔

پس سورج نکلنے اور دھوپ کے ثبیر پر پھیل جانے کے بعد نہایت وقار و طمانیت کے ساتھ عرفات کی طرف روانہ ہو۔ اور راستہ بھر تلبیہ، تسبیح، تکبیر، تحمید

تلبیہ، استغفار، درود شریف، اذکار و ادعیہ پڑھتا جائے۔ اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَيْرَ غُدْوَةٍ غَدَوْتُهَا وَاَقْرِبْهَا مِنْ رِّضْوَانِكَ وَاَبْعَدَهَا مِنْ سَخَطِكَ. اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ وَجْهَكَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّ حَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (کذا ذکرہ ابن جماعۃ فی المنسک)

☆ مسئلہ: عرفات کے راستہ میں ہر وقت تلبیہ کثرت سے پڑھتا رہے کیونکہ احرام کی حالت میں افضل اذکار تلبیہ ہی ہے۔

☆ مسئلہ: اگر منیٰ سے عرفات، فجر سے پہلے، یا طلوع آفتاب سے پہلے یا نماز فجر سے پہلے چلا جائے تو جائز تو ہے مگر برا ہے۔

☆ مسئلہ: مستحب ہے کہ عرفات براستہ "ضَبّ" جائے۔ اور عرفات سے براستہ ماءزمین آئے۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہو۔ اور اس لئے بھی کہ اس کی عبادت پر زیادہ لوگ اور زمین کا زیادہ حصہ گواہ ہو جائے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے لئے زمین کا وہ ٹکڑا بھی گواہی دے گا جس پر عبادت کے لئے جاتے ہوئے وہ شخص گزرا ہوگا۔

شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ضب کا لفظ ض کے زبر اور ب کی تشدید کے ساتھ ہے اور وہ ایک پہاڑ ہے جس کی جڑ میں مسجد خیف واقع ہے۔ اور وہ راستہ اس طرح ہے کہ عرفات جاتے وقت اسے دائیں ہاتھ رکھو۔

اور ماءزمان کا تلفظ م پر زبر ہمزہ ساکن اور ز کے نیچے زیر۔

وہ ایک تنگ راستہ ہے جو مزدلفہ اور عرفات کے درمیان ہے۔ مگر اس زمانہ میں بہت سے لوگوں نے اس راستہ کو جھاڑ جھنکاڑ اور ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

☆ مسئلہ : جب عرفات کے قریب پہنچے اور جبل رحمت پر نظر پڑے تو تسبیح، تحمید، تہلیل و تکبیر، درود شریف، استغفار، اور امور خیر کی دعا اور تلبیہ میں مشغول ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو مرد یا عورت عرفہ کی رات یا عرفہ کے دن ان دس کلمات کو ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو مرحمت فرمائیں گے۔ بجز قطع رحمی اور گناہ کی بات کے۔

اور وہ دس کلمے یہ ہیں۔

۱) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ. ۲) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُهٗ ۳) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ. ٤) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُهٗ ۵) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ. ٦) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَاؤُهٗ. ۷) سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْهَوَآءِ رُوْحُهٗ. ۸) سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ. ۹) سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ. ۱۰) سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ اِلَّآ اِلَیْهِ.

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے تو آپ نے فرمایا "ہاں"۔

یہ حدیث طبرانی نے (باب) دعا میں اور بیہقی نے (باب) الدعوات میں روایت کی ہے۔

فائدہ: منیٰ و مزدلفہ کی تعریف۔ مکہ مکرمہ سے ان کا فاصلہ، عرفات کی تعریف۔ اس کی حد کی پیمائش۔ مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ اور مسجد نمرہ کی تعریف۔

واضح رہے کہ منیٰ، ایک گھاٹی ہے جس میں قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں

"مکہ مکرمہ سے بجانب مشرق، قدرے جنوب میں، تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، منیٰ کی لمبائی دو میل ہے۔ اس کی مغربی حد جو جانب مکہ ہے، جمرۂ عقبہ ہے، مشرقی حد، وادی محسر ہے۔ منیٰ کی چوڑائی کم ہے۔

منیٰ کو جن بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے ان میں سے سامنے کے پہاڑ منیٰ میں داخل ہیں۔ (لیکن منسک غنیۃ المناسک میں کہا گیا ہے کہ جن پہاڑوں نے منیٰ کا احاطہ کر رکھا ہے ان میں سے سامنے کے بلند پہاڑ تو منیٰ میں داخل ہیں مگر پیچھے والے پہاڑ منیٰ میں داخل نہیں ہیں۔ (ناقل۔ مولانا شیر محمد) مگر جمرۂ عقبہ منیٰ میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح وادی محسر نہ منیٰ میں داخل ہے نہ مزدلفہ میں۔ بلکہ وہ دونوں کے درمیان حد فاصل ہے۔

اور مزدلفہ۔ منیٰ سے جانب مشرق تین میل کی مسافت پر ہے۔ مزدلفہ کا طول ایک میل ہے۔ بعض نے دو میل کہا ہے۔ مزدلفہ کی حد، وادی محسر اور ماء زمان عرفہ ہے۔ (یعنی عرفہ کا تنگنائے) پس حد مذکور کے اندر جتنی گھاٹیاں اور پہاڑ ہیں وہ سب مزدلفہ میں داخل ہیں اور ماء زمان، مزدلفہ سے خارج ہے۔

مزدلفہ بھی سارے کا سارا حرم میں داخل ہے۔

اور عرفات۔ مزدلفہ سے بجانب مشرق قدرے مائل بجنوب تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

منیٰ اور عرفات کے درمیان فاصلہ چھ میل ہے۔ عرفات کی حدود اربعہ یہ ہیں۔

حد اول۔ مشرقی جانب کی بڑی سڑک پر ختم ہوتی ہے۔

حد دوم۔ اس پہاڑ تک ہے جو ارض عرفات کے پرے واقع ہے۔

حد سوم۔ ان باغات تک ہے جو عرفات کی بستی سے متصل ہیں، اگر کوئی زمین

عرفات پر قبلہ رو کھڑا ہو جائے تو اس کے بائیں ہاتھ کو یہ بستی پڑتی ہے۔

حد چہارم۔ وادی عرفہ پر ختم ہوتی ہے۔

عرفات کا میدان پورے کا پورا حل میں داخل ہے۔ کیونکہ حرم کی حد مسجد نمرہ پر ختم ہو جاتی ہے جو عرفات سے قریب مگر حد عرفات سے باہر ہے اور بعض علماء نے تو یہ کہا ہے کہ مسجد کا کچھ حصہ عرفات میں داخل ہے۔ اور اس مسجد کو مسجد نمرہ۔ نون کا زبر، میم کا زیر۔ کہنے کا سبب یہ ہے کہ پہلے اس جگہ، عرفات سے باہر نمرہ نام کی ایک بستی آباد تھی۔

اور اس مسجد کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے مسجد ابراہیم بھی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرانے اور مناسک حج کی تعلیم دینے آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرہ مقام پر لا کر اتارا تھا۔ یہی ابن جماعہ نے اپنی منسک میں بیان کیا ہے۔

فائدہ: پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عرفات مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے تو فقہ کی اکثر کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے اور لوگوں میں مشہور بھی یہی ہے۔ لیکن علامہ فاسی مالکی نے شفاء الغرام میں بیان کیا ہے کہ مسجد حرام کے باب بنی شیبہ سے جو آج کل باب السلام مشہور ہے، مکہ کی طرف سے عرفات کی حد تک چالیس ہزار تین سو اکیاسی گز اور ۷/۶ گز کا فاصلہ ہے۔ گز سے دستی گز مراد ہے کیونکہ شرعی گز یہی ہے۔ اور یوں مالکی مسلک کے اس مشہور قول کی بنا پر کہ ان کے ہاں میل ساڑھے تین ہزار گز کا گنا جاتا ہے یہ فاصلہ ساڑھے گیارہ میل سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اور حنفی مذہب کے اس مشہور قول کی بناء پر جس میں ایک میل چھ ہزار گز بتایا گیا ہے یہ فاصلہ پونے سات میل سے کچھ زیادہ بیٹھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

چھٹا باب

وقوف عرفات کا بیان

وقوف عرفات حج کا دوسرا رکن اعظم ہے۔اس باب میں پانچ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

اس فصل میں وقوف کی فرض مقدار، وقوف کے شرائط، واجبات سنن اور اس کے مستحبات کا بیان ہے۔

واضح رہے کہ وقوف عرفات ہی حج کا وہ رکن اعظم ہے کہ وہ فوت ہو جائے تو حج ہی فوت ہو جاتا ہے۔

وقوف کی فرض مقدار:

عرفات کے میدان کی حد کے اندر، وقوف کے وقت ایک لحظہ کے لئے داخل ہو جانا وقوف کی فرض مقدار کو پورا کر دیتا ہے۔ حد عرفات میں کھڑا ہو جائے، لیٹ جائے۔یا بھاگتا ہوا گزر جائے یہ سب حصول فرض میں برابر ہیں۔ ننگا ہو، کپڑے پہنے ہو، پاک ہو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔اور پھر اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ وقوف کی نیت سے آیا یا حج کی نیت سے آیا یا کسی طرح کی نیت کی ہی نہیں۔ چاہے اسے معلوم ہو کہ یہ عرفات ہے یا نہ معلوم ہو۔ بیداری میں داخل ہو یا سوتے میں، ہوش میں ہو یا بیہوش، مست ہو، یا پاگل۔ خوشی سے آئے یا کوئی زبردستی لائے۔ دن کو آئے یا رات کو

آئے۔

غرض وقت کے اندر اندر کسی بھی صورت و حالت میں لحظہ بھر بھی حدِ عرفات میں جو آگیا تو فرضیت وقوف اسے حاصل ہو گئی۔

وقوف صحیح ہونے کی شرطیں:

اور یہ شرطیں تین ہیں۔

ا۔ پہلے سے حج کا احرام بندھا ہونا۔ پس اگر کسی نے بغیر احرام کے یا عمرہ کے احرام کے ساتھ وقوف کیا تو اس کا وقوف صحیح نہیں ہو گا۔

۲۔ وقوف کی جگہ کا ہونا۔ اور وہ عرفات کا میدان ہے جس کی تفصیل گزر چکی۔ اس سے بطن عرنہ۔ ع پر پیش، ر، پر زبر۔ مستثنیٰ ہے۔ وہ وقوف کی جگہ نہیں ہے۔ اگر کسی نے وہاں وقوف کیا تو باتفاق ائمہ اربعہ یہ وقوف صحیح نہیں ہو گا البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ضعیف روایت جواز مع الکراہت کی بھی ہے۔

☆ مسئلہ: عرفات کی زمین کے علاوہ کہیں وقوف کیا تو وہ وقوف بالکل صحیح نہ ہو گا۔ چاہے وہاں وقوف عمداً کیا ہو، یا بھول کر، جگہ سے واقفیت کی بناء پر کیا ہو یا ناواقفیت کی بناء پر۔

۳۔ وقوف کا وقت ہونا۔ تینوں اماموں کے نزدیک تو وقوف کا اول وقت ۹ ذی الحجہ کے زوال شمس کے بعد شروع ہوتا ہے مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عرفہ کا پورا دن وقوف کا وقت ہے۔ اور اس کا آخری وقت چاروں اماموں کے نزدیک ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے۔

وقوف کے واجبات:

وہ ایک ہی ہے۔ یعنی وقوف شروع کرنے سے لے کر غروب آفتاب تک حتی

کے غروب کے بعد کا بھی تھوڑا سا وقت اس میں شامل ہو جائے کہ عرصہ وقوف کو طویل کرتا ہے۔ ہم نے وقت ابتداء اس لئے کہا کہ اگر کوئی زوال کے بعد وقوف شروع کرے تو اس پر واجب ہے کہ عرصہ وقوف کو غروب تک قائم رکھے۔ اور اگر کوئی بعد عصر وقوف کرے تو اس پر عصر کے وقت سے غروب تک وقوف واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے اتنا طویل وقوف نہیں کیا بلکہ غروب سے پہلے ہی وقوف کرکے واپس ہو گیا تو اب اگر یہ حدود عرفات سے مغرب سے پہلے نہیں نکلا تو اس پر کوئی جزا یا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کوئی حدود عرفات سے مغرب سے پہلے نکل گیا تو اس پر دم کفارہ واجب ہوگا۔ لیکن اگر یہ غروب سے پہلے عرفات میں واپس آجائے اور دوبارہ غروب کے بعد وہاں سے جائے تو دم ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر غروب آفتاب کے بعد واپس آیا تو یہ آنا دم ساقط ہونے میں کوئی مدد نہ کرے گا (قبل غروب جانے اور بعد غروب ہونے میں دو روایتیں ہیں۔ ظاہر کی روایت عدم سقوط کی ہے اور صحیح روایت سقوط کی ہے۔ (لانہ استدراک۔ کذا فی غایۃ البیان۔ وحسن فی الدر المختار۔)

مسئلہ: یہ ایک واجب جو ہم نے بیان کیا ہے اس کے حق میں ہے جو دن میں وقوف کرے۔ اور جو رات کو وقوف کرے اس کے لئے کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ رات میں ایک لحظہ ٹھہر جائے یا ویسے ہی بغیر وقوف گزر جائے تو اس کے لئے ادائے واجب کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اور اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وقوف کی سنتیں

وقوف کی سات سنتیں ہیں۔

۱۔ وقوف کے لئے غسل۔

۲۔ مسجد نمرہ میں خطبہ پڑھنا۔

۳۔ یہ خطبہ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے پڑھنا۔
۴۔ جمع صحیح ہونے کی شرائط موجود ہوں تو ظہر و عصر کو جمع کرنا۔
۵۔ غسل، خطبہ، جمع بین الصلاتین کے فوراً بعد بلا تاخیر وقوف عرفات کے لئے جانا۔
۶۔ اگر امام غروب ہونے کے ساتھ بغیر تاخیر وقوف سے واپس لوٹے تو امام کے ساتھ واپس آنا اس سے پہلے نہ آنا۔
۷۔ رات کے ایک جزو میں (بعد الغروب) جب وقوف کا تحقق ہو جائے تو وقوف سے فوراً اکیلا ہی لوٹ آئے، جب کہ امام تاخیر کرنا چاہتا ہو۔

وقوف کے مستحبات:

وقوف کے پندرہ مستحبات ہیں۔
۱۔ تلبیہ، اذکار، دعائیں، رو رو کر استغفار وغیرہ کی کثرت رکھنا اور دل میں پختہ یقین رکھے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہو گی۔
۲۔ خود تکلف اٹھائے یا دوسرے کو ایذا دیئے بغیر ممکن ہو تو امام کے نزدیک وقوف کرنا۔
۳۔ سوار ہو کر وقوف کرنا۔
۴۔ لوگوں میں رل مل کر وقوف کرنا۔ ان سے الگ ہو کر نہ کرنا۔
۵۔ وقوف کے وقت قبلہ رو ہونا۔
۶۔ زوال سے پہلے وقوف کی تیاری کرنا۔
۷۔ وقوف کے وقت وقوف کی نیت کرنا۔
۸۔ دعا کے وقت آسمان کی سمت ہاتھ اٹھانا۔

۹۔ دعاؤں کو تین تین بار پڑھنا۔

۱۰۔ حمد و صلوٰۃ سے دعا شروع کرنا اور آمین پر ختم کرنا۔ یہ تینوں مطلق دعا کے مستحبات میں سے ہیں۔

۱۱۔ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرنا۔

۱۲۔ بغیر تکلیف پائے روزہ کی ہمت ہو تو عرفہ کا روزہ رکھنا۔ اس لئے کہ عرفہ کے روزہ کو سال گذشتہ و سال آئندہ۔ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ فرمایا گیا ہے۔ بروایت مسلم عن قتادہ۔ اور اگر کسی میں روزہ کی ہمت نہ ہو تو اس کے لئے افطار ہی مستحب ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواز کی تعلیم دینے اور اپنی امت سے تنگی دور کرنے کی خاطر اس دن افطار بھی فرمایا ہے۔ یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کے روزہ کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۳۔ وقوف کے وقت دھوپ میں کھڑا ہونا۔ سایہ میں نہ ہونا، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔

۱۴۔ سواری والوں، اپنے ساتھیوں وغیرہ سے لڑائی جھگڑا یا بک بک، جھک جھک نہ کرنا۔

۱۵۔ وقوف کے وقت، غریبوں، محتاجوں اور فقراء کو کھانا کھلانے، پانی پلانے اور صدقہ خیرات کرنے، ہمسایوں پر احسان، مسکینوں پر مہربانی کے نیک کام کثرت سے کرنا۔

دوسری فصل

وقوف کے محرمات و مکروہات کا بیان:

محرمات

وقوف میں حرام بات جس سے گناہ بھی لازم آتا ہے اور دم بھی وہ ایک ہی ہے۔

یعنی سورج ڈوبنے سے پہلے حدود عرفات سے نکل جانا۔

مکروہات وقوف:

مکروہات وقوف سات ہیں۔

۱۔ جمع بین الصلاتین کے بعد وقوف میں دیر کرنا۔

۲۔ عین راستہ میں وقوف کرنا۔

۳۔ زوال سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

۴۔ وقوف غفلت اور دلی توجہ کے بغیر کرنا۔

۵۔ غروب آفتاب کے بعد لوٹنے میں بلا ضرورت دیر کرنا۔

۶۔ مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ عرفات میں پڑھنا۔ یا کسی اور جگہ علاوہ مزدلفہ کے پڑھنا۔ علماء نے ایسا ہی فرمایا۔ اور شیخ علی قاری فرماتے ہیں کہ مزدلفہ کے علاوہ کہیں اور نماز مغرب پڑھنے کو حرام کہنا چاہئے۔ کیونکہ مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھنا واجب ہے۔ اور چونکہ مزدلفہ میں ان کو لوٹا کر اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے اس لئے مکروہات میں شمار کیا ہے۔

۷۔ وقوف سے واپسی کے وقت بھاگ دوڑ کرنا۔ یا ہتر بونگ مچانا۔ جبکہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اور اگر راستہ کشادہ ہو اور کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو جلدی چلنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا وقت جلدی چلنا مسنون ہو گا۔ کما فی المحیط۔ لیکن سنت کا فتویٰ خواص کے لئے ہے عوام کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ اگر عوام کو اجازت دے دی جائے تو بہت لوگوں کو اذیت پہنچے گی۔ (کیونکہ خواص کا امر اخ، عوام کی ہتر بونگ ہوتی

۲۔ نعمانی)۔

تیسری فصل

عرفات میں نزول کی ترتیب اور وقوف سے پہلے جمع بین الظہر والعصر کا بیان

☆ مسئلہ: پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ عرفہ کے دن سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے جانب عرفات چل پڑنا چاہئے۔ پس جب عرفات کے قریب پہنچے تو وہاں لوگوں کے ساتھ قیام کرے۔ لوگوں سے ہٹ کر الگ قیام کرنا مکروہ ہے۔ اور اس اکیلے پن میں ایک طرح کی تنہائی اور تکبر پایا جاتا ہے۔ اور یہ تکبر کا نہیں، عجز و انکساری کا مقام ہے۔ اور پھر مجمع کی دعا، اکیلے کی دعا کی نسبت جلد قبول ہوتی ہے۔ ہاں اگر کوئی لوگوں سے ہٹ کر الگ اس لئے قیام کرے کہ اس طرح حضور قلب اور خاطر جمعی زیادہ ہوگی تو کوئی حرج نہیں۔

☆ مسئلہ: جب عرفات پہنچ گئے تو جہاں دل چاہے (آج کل جہاں معلم چاہے۔ نعمانی) ٹھہرے۔ چاہے عرفات کے اندر ہی ہو۔ لیکن افضل حدود عرفات سے باہر مسجد نمرہ کے قریب ٹھہرنا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ جس کی تصریح ابن ہمام اور رشید الدین وغیرہ نے کی ہے۔

وہاں قیام کر کے تلبیہ پڑھے، ذکر کرے، تسبیح بیان کرے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، دعا مانگے، اپنے لئے اپنے والدین، اقارب، دوستوں اور بزرگوں کے لئے مغفرت طلب کرے۔ اور تمام زندہ و مردہ مسلمانوں کو دعاؤں میں شامل کرے۔ حتیٰ کہ زوال کا وقت قریب آ جائے۔ اس وقت وقوف عرفہ کی نیت سے غسل کرے۔ یہ غسل عرفات میں وقوف کرنے والوں کے لئے سنت موکدہ ہے۔ حائضہ اور نفاس والی عورت بھی غسل کرے۔ اور اگر غسل نہ کر سکے تو وضو کر لے۔ اور

وضو، غسل اور تمام ضروری حوائج سے زوال سے پہلے فارغ ہو جانا چاہئے۔ تاکہ اسے وقوف بدرجہ کمال حاصل ہو سکے۔

☆ مسئلہ: جب سورج ڈھل جائے تو فوراً مسجد نمرہ میں آجائے، جو عرفات کے کنارہ پر حد عرفات سے باہر واقع ہے۔ اور جو شخص عرفات کے اندر اترا ہے اس کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ مسجد نمرہ میں زوال سے پہلے آجائے تاکہ اس کے لئے وقوف جمع بین الصلاتین سے قبل متحقق نہ ہو، جو خلاف سنت ہے۔

☆ مسئلہ: جب لوگ مسجد میں جمع ہو چکیں تو زوال کے بعد بادشاہ یا اس کا نائب منبر پر آجائے۔ موذن اس کے سامنے جمعہ کے خطبہ کی طرح اذان دے۔ اور دو خطبے پڑھے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے۔ خطبہ اس طرح پڑھے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے شروع کرے۔ اس کے بعد تکبیر کہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک عرفہ کا دن ایام تشریق میں شامل ہے۔ خطبہ میں تہلیل، تلبیہ اور درود شریف بھی پڑھے۔ پھر لوگوں کو نصیحت کرے، معروف کا حکم کرے، منکر سے منع کرے۔ اور تیسرے خطبہ سے پہلے ادا کئے جانے والے مناسک لوگوں کو بتائے۔ مثلاً وقوف عرفہ و مزدلفہ، اور ان دونوں جگہوں میں نمازیں جمع کرنے، اور رمی جمرۂ عقبہ۔ ذبح، حلق اور طواف زیارت وغیرہ کے آداب، احکام اور مسائل بتائے۔ اور خطیب دوران خطبہ اپنے لئے نیز تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

خطبے ختم کر کے منبر سے اتر آئے۔ موذن اقامت کہے۔ اور خطیب ظہر کی نماز پڑھائے۔ جب ظہر کے فرض سے فارغ ہو تو بلا توقف فوراً عصر کے لئے کھڑا ہو جائے، اذان پہلی ہی کافی ہے البتہ اقامت نئی کہے۔

چاروں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان دونوں نمازوں میں قرات آہستہ پڑھے۔

☆ مسئلہ: جمع بین الصلاتین کرنے والا امام ہو یا مقتدی دونوں کے لئے ظہر و عصر کے فرضوں کے درمیان ظہر سے پہلے یا بعد کی سنتیں، یا کوئی اور نماز پڑھنا یا کسی اور کام، مثلاً کھانے پینے یا بات چیت میں مشغول ہو جانا مکروہ ہے۔

اگر وہ ان کاموں میں اتنی دیر مشغول رہے کہ عرف عام میں اذان کا "فوری پن" اس سے ساقط ہو جاتا ہو تو اذان دوبارہ کہے۔ چاہے یہ مشغولی کسی عذر کی بناء پر ہوئی ہو۔ اور اگر امام کی طرف سے دیر ہو تو مقتدی کے لئے سنن و نوافل پڑھنا یا کسی اور کام میں لگ جانا مکروہ نہ ہوگا۔

☆ مسئلہ: عرفہ کے دن عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد ظہر کا وقت باقی ہو تب بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کذا فی القنیہ۔ اسی لئے صاحب نظم الفوائد نے اس شعر میں یہ حکم بیان کیا ہے۔

و نفل بعد العصر فی عرفاتها وقد جمعت و للظهر لم یتغیر

☆ مسئلہ: عرفات میں ظہر کے وقت میں ظہر و عصر کا ایک ساتھ پڑھنا سنت ہے اور بعض نے اسے مستحب کہا ہے۔ اور مزدلفہ میں جو عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے وہ واجب ہے جیسا کہ بیان ہوگا۔

☆ مسئلہ: چھ شرطیں جب تک نہ پائی جائیں گی عرفات میں ظہر و عصر جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔

۱۔ ظہر و عصر دونوں نمازوں سے پہلے حج کا احرام بندھا ہوا ہونا۔

پس اگر کسی نے ظہر کی نماز بغیر احرام پڑھی اس کے بعد احرام باندھا تو اس کے لئے عصر کی نماز ظہر کی نماز کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں۔

۲۔ ظہر کے عصر سے پہلے پڑھنا۔ اور اگر بھول چوک سے اس کا الٹ ہو جائے تو

یہ جمع صحیح نہ ہوگا۔ عصر کی نماز کا عصر کے وقت میں لوٹانا لازم ہوگا۔

۳۔ وقت و زمانہ ہونا اور وہ عرفہ کا دن زوال کے بعد عصر کا وقت آنے سے پہلے ہے۔ اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت یہ جمع جائز نہ ہوگا۔

۴۔ مکان و مقام ہونا۔ اور وہ عرفات ہے۔ اور ملا رحمت اللہ سندھی نے منسک متوسط میں بیان کیا ہے کہ عرفات کے چاروں طرف کی قریبی جگہ اس مسئلہ میں عرفات ہی کے حکم میں ہے۔

۵۔ دونوں نمازیں باجماعت پڑھنا۔ اگر کوئی ایک نماز جماعت سے اور دوسری اکیلے پڑھی تو عصر کی نماز اسکے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہ ہوگا۔

۶۔ دونوں نمازوں کی امامت سلطان یا اس کا نائب کرے۔ اگر ان کے علاوہ کوئی اور کسی ایک یا دونوں نمازوں کی امامت کرے گا تو اس وقت بھی عصر کی نماز اس کے وقت سے پہلے جائز نہ ہوگی۔

اور مسبوق کا یہ حکم ہے کہ اگر اسے ان نمازوں میں سے ایک یا زیادہ رکعت بادشاہ یا نائب کے پیچھے مل گئیں تو اس کے لئے جمع جائز ہے ورنہ نہیں۔ (بلکہ ان دونوں نمازوں میں سے کسی ایک نماز کی ایک رکعت یا اس کا کچھ حصہ مل گیا تو جائز ہے۔ جوہرہ (نیرہ) وہکذا فی شرحہ۔ ناقل۔ مولانا شیر محمد سندھی)

مسئلہ: یہ آخر کی دونوں شرطیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہیں۔ اس میں صاحبین کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک جواز کے لئے دونوں نمازوں کا باجماعت ہونا یا بادشاہ و نائب کا امام ہونا شرط نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر بادشاہ یا نائب عرفات میں موجود نہ ہوں اور لوگ اتفاق کر کے کسی کو امام بنالیں تو اس کی اقتداء میں بھی ان نمازوں کا جمع کرنا جائز ہوگا۔ بوجہ ضرورت

ہے۔ جس طرح جمعہ (خلیفہ ونائب خلیفہ کی عدم موجودگی میں اور انکی) اجازت کے حصول میں دشواری کے سبب کوئی شخص پڑھائے تو جائز ہوجاتا ہے۔

کذا ذکرہ الطرابلسی۔

☆ مسئلہ: اگر عرفہ کو جمعہ کادن ہو تو عرفات میں جمعہ جائز نہیں۔ اس لئے نہ تو وہ بذات خود شہر یا بڑا قصبہ ہے۔ اور نہ ایام حج میں لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے وہ شہر کہلا سکتا ہے۔ کیونکہ وہاں کے مکانات اور دوسرے رہائشی انتظامات کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع کے موقعہ پر جب کہ عرفہ جمعہ کو پڑا تھا، جمعہ ادا نہیں فرمایا۔ بخلاف منیٰ کہ کہ اگر وہاں جمعہ کا دن پڑے تو جمعہ پڑھنا چاہئے۔ اس لئے کہ منیٰ بھی گو دراصل شہر نہیں ہے مگر ایام حج میں اجتماع کے سبب شہر کے حکم میں ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں مکانات اور رہائشی انتظامات مستقل موجود ہوتے ہیں۔

اور علامہ ابن جماعہ نے اپنی منسک میں، عرفات میں جمعہ نہ پڑھنے کا مسلک چاروں اماموں کا نقل فرمایا ہے۔ کہ چاروں اماموں کے نزدیک جمعہ نہ پڑھے۔

چوتھی فصل

جمع ظہر وعصر کے بعد وقوف کی ترتیب کا بیان

☆ مسئلہ: جب امام مسجد نمرہ میں جمع بین الصلاتین سے فارغ ہوجائے تو بلا توقف وتاخیر لوگوں کے ہمراہ موقف کی طرف روانہ ہو دیر کرنا مکروہ ہے۔ اگر عذر کی وجہ سے دیر ہوجائے تو مکروہ نہیں۔

☆ مسئلہ: جب وقوف کرنے کیلئے اس وقت وقوف کی نیت کرنا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: وقوف سواری پر افضل ہے۔ میسر نہ ہو یا موقع نہ ہو تو کھڑا ہو کر وقوف کرے۔ یہ بھی دشوار ہو تو بیٹھ کر کرے۔ یہ بھی دشوار ہو تو لیٹ کر کرے بسبب فرمان خداوندی۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا۔

☆ مسئلہ: امام کے لئے یہ افضل ہے کہ جبل رحمت کے قریب وقوف کرے جبل رحمت میں میدان عرفات میں ایک پہاڑی ہے۔ اسے موقف اعظم اور موقف امام بھی کہتے ہیں۔

نہایہ شرح ہدایہ میں کہا گیا ہے کہ مسجد نمرہ سے موقف امام تک ایک میل فاصلہ ہے اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کو چاہئے کہ وہ موقف کے کناروں پر وقوف کریں۔ اس کے درمیان اور جبل رحمت کے قریب نہ کریں۔

☆ مسئلہ: وقوف کرنے والے مرد کے لئے افضل واکمل یہ ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف فرمانے کی جگہ وقوف کرنے کی کوشش کرے۔ اور وہ جگہ جبل رحمت کے بالکل قریب (بلکہ اس کی جڑ میں ہے۔ ن) اور اس جگہ کی نشانی یہ ہے کہ اس میں بڑے بڑے سیاہ پتھر بچھے ہوئے ہیں۔ اور وہ جگہ میدان عرفات کی سب زمین میں اونچی ہے۔ اور وہ جگہ جبل رحمت کے درمیان اس کے بہت ہی قریب ہے۔ اگر کوئی شخص اس مقام پر قبلہ رو کھڑا ہو تو جبل رحمت اس کے دائیں ہاتھ پر تھوڑا مائل بہ چہرہ ہوگا۔ اور بائیں تھوڑا مائل بہ پشت چہار دیواری ہوگی۔ ابن جماعہ اور مولانا رحمت اللہ سندھی نے اپنی مناسک میں اسی طرح بیان کیا ہے۔

پس اگر کوئی خاص اس جگہ وقوف کر سکے تو انتہائی فضل و کرم کا مورد ہوگا۔ ورنہ جبل رحمت اور چہار دیواری مذکورہ کے درمیان کے پتھروں اور جگہوں میں جہاں موقع ملے کھڑا ہو۔

اور جبل رحمت پر چڑھنے کا سنت سے بالکل ثبوت نہیں ملتا۔ اگرچہ اس پر چڑھنے کی بہت سے لوگوں کو تمنا اور شوق ہوتا ہے مگر اوپر چڑھنے میں فضیلت کوئی نہیں۔ اور بعض کتابوں میں جبل الرحمۃ پر چڑھنے کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ اس پر چڑھنا اور تمام عرفات میں ٹھہرنا دونوں برابر ہیں۔ فضیلت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کی ہے۔

☆ مسئلہ: وقوف کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ تمام جہتوں میں یہی جہت باعث شرف اور منجملہ آداب دعا کے ہے۔

☆ مسئلہ: اگر موقع ملے اور ممکن ہو تو امام کے قریب وقوف مستحب ہے۔ جبکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور امام کے قرب میں بھی پہلا درجہ اس کی پشت پر وقوف کا ہے اگر ممکن ہو، پھر اس کے دائیں طرف۔ پھر بائیں طرف۔ اور آخری درجہ اس کے چہرے کے سامنے وقوف کا ہے۔

☆ مسئلہ: وقوف کے وقت ہاتھ اٹھائے، اور ان کو کھلا رکھے جس طرح دعا کے وقت کیا جاتا ہے۔ اور تکبیر، تہلیل، تسبیح، تلبیہ، حمد اور درود شریف میں مشغول رہے۔ اور ماثورہ وغیرہ ماثورہ دعائیں پڑھتا رہے۔ اور بہت ہی جی لگا کر دعائیں مانگے۔ اور ان کی قبولیت کا پختہ یقین رکھے۔ اور دعا تین تین مرتبہ پڑھے۔

اور ہر دعا تحمید و تمجید سے شروع کرے۔ اور انہیں پر ختم کر کے آمین کہے اور اس وقت اپنے لئے، والدین، اعزاء و اقارب، دوستوں اور تمام مسلمانوں کے لئے ذنوب استغفار کرے۔ اور ان تمام سے پہلے توبہ کرے۔ وقوف کے وقت غروب آفتاب تک اسی قسم کے اذکار اور دعاؤں میں مصروف رہے۔

☆ مسئلہ: دعاؤں کے بیچ بیچ میں ہر گھڑی تلبیہ کی تکرار رکھے۔ درمیانہ درجہ

کی اونچی آواز میں تلبیہ پڑھنا افضل ہے۔ اس کے علاوہ باقی دعاؤں میں آہستہ آواز افضل ہے بوجہ فرمان رب العزت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔

وقوف عرفات کی خصوصی دعاؤں کا بیان:

وقوف عرفات کے وقت یہ پڑھنا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ بھی پڑھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ اور یہ بھی پڑھے۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِیْ صَغِيْرًا۔ اور یہ بھی پڑھے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝

طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں روایت کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا تو پہلے تلبیہ پورا پڑھا اس کے بعد فرمایا اِنَّمَا الْخَيْرُ خَيْرُ الْاٰخِرَةِ ایک اور روایت ہے کہ یہ فرمایا اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ۔

اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موقوفاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے جب عرفات میں وقوف کیا تو ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ پڑھا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اس کے بعد تین مرتبہ پڑھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا

شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ بِالْهُدٰى وَ نَقِّنِيْ بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْلِيْ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى۔ اس کے بعد یہ پڑھا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ پھر دونوں ہاتھ منہ پر پھیر کر سورہ فاتحہ پڑھتے جتنی دیر تک خاموش رہا۔ پھر دوبارہ ہاتھ اٹھا کر جو کچھ پہلی مرتبہ پڑھا تھا وہی پڑھا۔ حتیٰ کہ عرفات سے واپس روانہ ہو گئے۔

اور ترمذی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ عمل روایت کیا ہے کہ آپ نے عرفہ کے دن زوال کے بعد یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ تَقُوْلُ وَ خَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ. اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ وَ اِلَيْكَ مَاٰبِيْ وَ اِلَيْكَ رَبِّ تُرَاثِيْ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ. وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاتَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ. وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ۔

"عشیہ" سے مراد مابعد الزوال کے عرصہ ہے۔

طبرانی نے اپنی مسند کی کتاب الدعا میں سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل روایت کیا ہے کہ آپ نے عشیہ عرفہ میں یہ پڑھا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِالْهُدٰى وَ زَيِّنَّا بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى. اس کے بعد یہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَ عَطَائِكَ رِزْقًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا. اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَ بِالدُّعَاءِ وَ قَضَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ بِالْاِجَابَةِ وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ وَعْدَكَ وَلَا تَنْكُثُ عَهْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَآ اَحْبَبْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَبِّبْهُ اِلَيْنَا وَ يَسِّرْهُ لَنَا. وَمَا كَرِهْتَ مِنْ شَرٍّ فَكَرِّهْهُ اِلَيْنَا وَ جَنِّبْنَاهُ وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا۔

طبرانی نے کتاب الدعا میں اور ابوذر ہروی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عشیہ عرفہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِىْ وَ تَسْمَعُ كَلَامِىْ وَ تَعْلَمُ سِرِّىْ وَ عَلَانِيَتِىْ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَىْءٌ مِّنْ اَمْرِىْ. اَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ. اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَ اَبْتَهِلُ اِلَيْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَ اَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْخَآئِفِ الضَّرِيْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَ فَاضَتْ لَكَ عَيْنَاهُ وَ نَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ اَنْفُهٗ. اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ بِدُعَآئِكَ شَقِيًّا وَّكُنْ بِىْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی موقف میں روبقبلہ ہو کر عشیہ عرفہ میں وقوف کرے۔ اور سو بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور سو بار سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ) اس کے بعد سو بار اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ پڑھے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو، میرے اس بندے کی کیا جزا ہے، جس نے میری تسبیح کی، میری تہلیل بیان کی، میری تکبیر پڑھ کر میری عظمت و بڑائی کی۔ مجھے اس نے پہچانا، میری تعریف کی، اور میرے محبوب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود پڑھا۔ (اس کی جزا سنو اور) اے میرے فرشتو، تم گواہ رہو کہ میں نے اس کو بالکل بخش دیا، اور اس کے اپنے حق

میں اس کی شفاعت (توبہ و استغفار) بھی قبول کرلی۔ اور اگر میرا یہ بندہ تمام اہل موقف کی سفارش کرے تو میں اس کو بھی قبول کرلوں گا۔ (رواہ البیہقی)

بعض علماء نے اس حدیث شریف سے یہ بات اخذ کی کہ موقف میں پڑھنے کے لئے جن کلمات کی صراحت حدیث شریف میں آئی ہے اس کے علاوہ یہ کلمات بھی ان کے ساتھ پڑھنے چاہئیں۔

سُبْحَانَ اللہِ سو بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سو بار اللہ اکبر سو بار وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ سو بار اَسْتَغْفِرُ اللہ سو بار۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقف عرفات میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

شَہِدَ اللہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اسکے بعد فرمایا وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ یَا رَبِّ۔

ابن شیبہ، بیہقی، اور ان کے علاوہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفات میں مجھ سے پہلے کے انبیائے کرام اور خود میں یہ دعا کثرت سے پڑھتا ہوں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰہُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا اَللّٰہُمَّ اشْرَحْ صَدْرِیْ۔ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ۔ اَعُوْذُبِکَ عَنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشَتُّتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا یَلِجُ فِی النَّہَارِ وَشَرِّ مَا تَہُبُّ بِہِ الرِّیْحُ۔ وَشَرِّ بَوَآئِقِ الدَّہْرِ۔

جندی نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ لوگوں کو یہ کہا جائے کہ مسلمان کو موقف کے وقت یہ دعا بکثرت مانگنی چاہیے۔

یعنی۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

بیہقی نے شعب الایمان میں بکیر بن عتیق سے روایت کی ہے کہ میں ایک سال حج کے لئے گیا، میں نے ایسے آدمی کو تلاش کیا جن کی میں اقتدا کروں۔ تو مجھے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ موقف میں یہ پڑھتے ہوئے مل گئے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّ اٰبَائِنَا الْاَوَّلِیْنَ۔

آپ ان کلمات کو بار بار دہراتے رہے حتی کہ سورج غروب ہو گیا پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے اپنے والد حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہم) سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کو میرا ذکر دعا مانگنے اور سوال کرنے سے روک دے، اس کو میں خود بلا مانگے، مانگنے والوں سے بھی بہتر دوں گا۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب الاضاحی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت کی ہے کہ زمین پر کوئی دن بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں عرفہ کے دن سے زیادہ لوگ (عذاب) سے آزاد کئے جاتے ہوں۔

اس لئے اس دن یہ دعا بکثرت پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَوْسِعْ لِیْ فِی الرِّزْقِ الْحَلَالِ وَاصْرِفْ عَنِّیْ

...نفة الجن والانس۔

ابن ابی شیبہ نے صدقہ بن یسار کا یہ قول روایت کیا ہے کہ میں نے مجاہد سے
...عرفہ کے دن قرآن مجید کی تلاوت افضل ہے یا ذکر؟ انہوں نے فرمایا کہ
...پڑھنا
...قرآن مجید پڑھنا افضل ہے۔
...نووی کہتے ہیں کہ اس جگہ و موقع کی مختار دعا یہ ہے۔
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً آخر آیت تک۔ اور اس کے ساتھ ملانے والی مختار
...دعائیں یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً تُصْلِحُ بِهَا شَاْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَارْحَمْنِیْ رَحْمَةً اَسْعَدُ بِهَا فِی الدَّارَیْنِ وَتُبْ عَلَیَّ تَوْبَةً نَّصُوْحًا لَّا اَنْكُثُهَا اَبَدًا وَّاَلْزِمْنِیْ سَبِیْلَ الْاِسْتِقَامَةِ لَا اَزِیْغُ عَنْهَا اَبَدًا. اَللّٰهُمَّ انْقُلْنِیْ مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِیَةِ اِلٰی عِزِّ الطَّاعَةِ وَاَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِیَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ وَقَبْرِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ وَاجْمَعْ لِیَ الْخَیْرَ كُلَّهٗ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی. اَللّٰهُمَّ یَسِّرْ لِیَ الْیُسْرٰی وَجَنِّبْنِی الْعُسْرٰی وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَكَ مَا اَبْقَیْتَنِیْ. اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ اَبَدًا مَّا اَحْیَیْتَنِیْ وَاجْعَلْ ذٰلِكَ الْوَارِثَ مِنِّیْ وَاجْعَلْ ثَاْرِیْ عَلٰی مَا ظَلَمَنِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَا بَغٰی عَلَیَّ. یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَسْتَوْدِعُكَ دِیْنِیْ وَاَمَانَتِیْ وَقَلْبِیْ وَبَدَنِیْ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِیْ وَجَمِیْعَ مَا اَنْعَمْتَ بِهٖ عَلَیَّ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَحِبَّتِیْ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔

علامہ ابن جماعہ نے اپنی منسک میں کہا ہے کہ عرفات کے موقف میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم والی دعا مانگنی چاہیے جو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو جامع ہے اور جو صحیح مسلم میں بیان کی گئی ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ. وَاَصْلِحْ دُنْيَایَ الَّتِیْ فِيْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَيْهَا مُنْقَلَبِیْ وَ مَعَادِیْ. وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّیْ فِیْ كُلِّ خَيْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

اور علامہ طرابلسی نے اپنی مناسک میں بیان کیا ہے کہ وقوف کے وقت نیز تمام اوقات کے لئے یہ دعا افضل ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبُّنَا وَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ وَّ مَلِيْكُهٗ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يُّوَافِیْ نِعَمَكَ وَيُكَافِیْ مَزِيْدَ كَرَمِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی كُلِّ حَالٍ اَحْمَدُكَ بِجَمِيْعِ مَحَامِدِكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ عَلٰی جَمِيْعِ نِعَمِكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ يَا ذَا الْكَمَالِ الْمُطْلَقِ وَ يَاذَا الْجَلَالِ الْمُطْلَقِ يَا قَدِيْمَ الْاِحْسَانِ يَا دَائِمَ الْمَعْرُوْفِ يَا ذَاالْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ لَا يَنْقَطِعُ مَعْرُوْفُهٗ اَبَدًا وَّلَا يُحْصِيْهِ غَيْرُهٗ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ وَسِعَتْ رَحْمَتُكَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ قُضِیَ لَكَ كُلُّ عَظِيْمٍ بِعَظْمَتِكَ. اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْكَبِيْرِ الْاَكْبَرِ الَّذِیْ مَنْ دَعَاكَ بِهٖ اَجَبْتَهٗ وَمَنْ سَاَلَكَ بِهٖ اَعْطَيْتَهٗ اَسْئَلُكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی مَاعَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَالَمْ اَعْلَمْ اَسْئَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَ مُنْتَهَی الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَ بِجَدِّكَ الْاَعْلٰی وَ كَلِمَاتِكَ التَّآمَّاتِ اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِكُلِّ وَسِيْلَةٍ وَّاَتَشَفَّعُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا وَ كُلِّ شَفِيْعٍ مِّنْ عِبَادِكَ. اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَيْكَ

وَ اقِفًا مَوَاقِفَ الْخُضُوْعِ وَالضَّرَاعَةِ مَادًّا اِلَيْكَ يَدَ الْفَاقَةِ وَالْاِسْتِكَانَةِ جَامِعًا
كُلَّ رَغْبَةٍ مُسْتَعِيْذًا بِكُلِّ مَعَاذٍ مِّنْ كُلِّ حِجَابٍ وَّ شَيْطَانٍ وَّ حِرْمَانٍ وَّافْتَحْ لِيْ
اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِجَابَتِكَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَصَلِّ
عَلَيْهِ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ. وَصَلِّ اللّٰهُمَّ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَ عَلٰى
النَّبِيِّيْنَ وَسَائِرِ الصَّالِحِيْنَ نِهَايَةَ مَا يَنْبَغِيْٓ اَنْ يَّسْئَلَهُ السَّآئِلُوْنَ اَللّٰهُمَّ وَ خُصَّ
نَبِيَّنَا بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْوَسِيْلَةِ وَالْفَضِيْلَةِ وَالدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةِ اَللّٰهُمَّ وَاِنَّ ذَنْبِيْ
عَظِيْمٌ وَ اِنَّمَا جَهْدُ الْفَاقَةِ اِلَيْكَ يُنْطِقُنِيْ وَ حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ يُنْشِطُنِيْ. اَللّٰهُمَّ
فَدُلَّ بِيْ فَضْلُكَ اِلَيْكَ وَدُلَّنِيْ جُوْدُكَ عَلَيْكَ فَارْحَمْنِيْ وَارْحَمْ ذُلِّيْ وَ عِجْزِيْ
وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَانْقِطَاعَ حُجَّتِيْ اِلٰهِيْٓ اَتْعَبَنِيْ سَفَرِيْٓ اِلَيْكَ وَاَقْدَمَنِيْ رَجَائِيْ
عَلَيْكَ وَلَا وَسِيْلَةَ لِيْ سِوَاكَ فَاِنْ تَجُدْ فَبِفَضْلِكَ وَاِنْ تَرُدَّ فَبِعَدْلِكَ اھ

فائدہ: وقوف عرفات کی افضل دعا کے متعلق جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام دعاؤں کی قبولیت مانگنی چاہئے اس لئے کہ اس کی اگر یہ دعا مقبول ہو گئی تو آئندہ جو مانگا کرے گا قبول ہوا کرے گا۔

لہٰذا عرفات کے علاوہ بھی تمام مقامات قبولیت پر اسی دعا کی کثرت رکھنی چاہئے۔ علامہ کرمانی نے اپنی مناسک کی کتاب میں کہا ہے کہ عرفات میں وقوف کرنے والے کو غروب آفتاب کے وقت لوٹنے سے پہلے یہ دعا مانگنی چاہئے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اٰخِرَ الْعَهْدِ فِيْ هٰذَا الْمَوْقِفِ وَارْزُقْنِيْهِ اَبَدًا مَّآ اَبْقَيْتَنِيْ
وَاجْعَلْنِي الْيَوْمَ مُفْلِحًا مُّنْجِحًا مَّرْحُوْمًا مُّسْتَجَابًا دُعَآئِيْ مَغْفُوْرًا ذَنْبِيْ
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ وَاَعْطِنِيْٓ اَفْضَلَ مَآ اَعْطَيْتَ اَحَدًا مِّنْهُمْ مِّنَ الرَّحْمَةِ

وَالرِّضْوَانِ وَالتَّجَاوُزِ وَالْغُفْرَانِ وَالرِّزْقِ الْوَاسِعِ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِيْ وَمَا اَرْجِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ اَوْ وَلَدٍ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ وَبَارِكْ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ اِلٰهِيْ لَا تُخَيِّبْنِيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ فَمَا اَسْوَءَ حَالِيْ اِنْ رَّجَعْتُ عَنْكَ خَآئِبًا اَعُوْذُ بِكَ يَا سَيِّدِيْ مِنْ ذٰلِكَ. اِلٰهِيْ عُيُوْنُ اٰمَالِيْ اِلَيْكَ نَاظِرَةٌ وَاَيْدِيْ مَطَامِعِيْ اِلٰى جُوْدِكَ حَاسِرَةٌ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی آل واصحاب پر درود بھیجے۔ (کرمانی)۔

☆ مسئلہ: واقف کوشش کرے کہ اسے رونا آئے۔ اس کے آنسو نکلیں، رونا یہ قبولیت کی علامت اور باعث سعادت ہے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو تضرع وزاری اور کثرت دعا میں رونی شکل بنا کر مشغول رہے۔

☆ مسئلہ: عرفات کے میدان میں لوگوں کو جمع دیکھ کر روز حساب کا تصور کرے اور خیال کرے کہ یہ نمونہ حشر ہے۔ وہاں بھی سب اسی طرح جمع ہوں گے۔

☆ مسئلہ: واقف کو ظاہر و باطن کی گندگی اور ناپاکی سے پاک ہونا چاہئے اور دلجمعی اور توجہ الی اللہ کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اور ہر قسم کے مشغلے اور توجہات سے اپنے کو فارغ رکھے۔ اور بھلے اور نیک کاموں میں زیادہ مشغول رہے۔ اس لئے کہ حج کا اصل اور صحیح وقت و ماحصل یہی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الحج عرفۃ کے کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ اس لئے جو کوئی آج کے دن کے اہتمام میں کسی طرح کی کوتاہی کرے گا وہ محروم رہے گا۔

☆ مسئلہ: آج کے دن خصوصیت کے ساتھ بد کلامی، بد گفتاری، فحش گوئی، تو تکار، گالم گلوچ، باہم لڑنے جھگڑنے، ایک دوسرے سے الجھنے، لوگوں سے حقارت کا برتاؤ کرنے اور سائل کو جھڑکنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور ہر ایسی بات، جگہ اور

ہونے سے بچنا چاہئے جس میں خود تکالیف اٹھائے یا دوسرے کو تکالیف و صدمہ پہنچے۔

☆ مسئلہ اس دن، حرام چیز یا مال، کھانے، پینے، پہننے یا استعمال کرنے سے بچے، اپنی نظر اور زبان کی اور دنوں سے زیادہ آج حفاظت کرے۔ اور آج کے بڑے دن نہایت ہی توجہ اور خصوصیت کے ساتھ مندرجہ بالا باتوں سے بالکل بچنا ہے۔

پانچویں فصل

عرفات سے مزدلفہ روانگی کی ترتیب کا بیان:

☆ مسئلہ: جب سورج ڈوب جائے تو امام لوگوں کے ہمراہ مزدلفہ کی طرف روانہ ہو، ہر شخص وقار و اطمینان سے چلے، تیزی، جلدی نہ دکھائے، راستہ کشادہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ ہو تو تیز رفتاری بھی جائز ہے۔ لیکن لوگوں کو تکالیف پہنچنے کے وقت تیز چال مسنون نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

عرفات سے سوئے مزدلفہ آنا مأزمین کے راستہ سے مستحب ہے اگر ممکن ہو۔ ضب کے راستہ سے نہ آئے۔ مأزمین والے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ سے آنا بھی جائز ہے۔ مگر ترک اولیٰ ہے۔

مزدلفہ کی طرف آتے وقت تلبیہ، تکبیر و تہلیل، استغفار و دعا اور درود شریف میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ جب تک مزدلفہ نہ پہنچے ذکر اذکار کی کثرت رکھے اور روتا رہے۔ بفرمان خداوندی فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان روایت کیا گیا ہے کہ جب عرفات سے لوٹے تو یہ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ وَاِلَيْكَ رَغِبْتُ وَمِنْكَ رَهِبْتُ
فَاقْبَلْ نُسُكِيْ وَ اَعْظِمْ اَجْرِيْ وَ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِيْ وَاسْتَجِبْ دُعَائِيْ
وَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

☆ مسئلہ: کوئی بھی شخص امام سے پہلے روانہ نہ ہو، لیکن ازدحام کا خوف ہو یا
کوئی بیمار ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو پہلے روانہ ہو سکتا ہے۔ روانگی میں معمولی دیری کی
اجازت ہے۔ زیادہ تاخیر بلا عذر مکروہ ہے۔ اور اگر امام کی طرف سے کسی عذر کی بنا پر یا
بغیر عذر تاخیر ہو تو لوگوں کو امام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت ہے۔

☆ مسئلہ: مغرب اور عشاء کی نماز نہ عرفات میں پڑھے اور نہ راستہ میں کہیں
اور۔ بلکہ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت یہ دونوں نمازیں اکٹھی پڑھے۔

☆ مسئلہ: راستہ میں مزدلفہ پہنچنے تک کوئی نیا کام نہ کرے۔

☆☆☆

ساتواں باب

مزدلفہ اور اس کے احکام کے بیان میں

اور یہ باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

مزدلفہ میں نزول کی کیفیت کا بیان

☆ مسئلہ: جب مزدلفہ قریب آجائے تو مستحب یہ ہے کہ سواری سے اتر آئے اور مزدلفہ میں پیدل داخل ہو۔

☆ مسئلہ: اگر موقع ہو تو مزدلفہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اور مزدلفہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ جَمْعٌ اَسْئَالُكَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ جَوَامِعَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ فَاِنَّهٗ لَا یُعْطِیْهَا غَیْرُكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَ رَبَّ زَمْزَمَ وَالْمَقَامِ وَ رَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَالْمُعْجِزَاتِ الْعِظَامِ اَسْئَالُكَ اَنْ تُبَلِّغَ رُوْحَ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ وَاَنْ تُصْلِحَ لِیْ ذُرِّیَّتِیْ وَ دِیْنِیْ وَ تَشْرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَ تُطَهِّرَ قَلْبِیْ وَ تَرْزُقَنِیْ الْخَیْرَ الَّذِیْ اَسْئَالُكَ اَنْ تَجْمَعَهٗ لِیْ فِیْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَقِیَنِیْ جَوَامِعَ الشَّرِّ فَاِنَّكَ

وَلِیُّ ذٰلِکَ وَالْقَادِرُ عَلَیْہِ۔

☆ مسئلہ: مزدلفہ میں جبل قزح کے قریب راستہ کے دائیں یا بائیں اترنا چاہئے۔ عین راستہ میں اترنا مکروہ ہے۔ قزح کا تلفظ ق کے پیش اور ز کے زبر کے ساتھ۔ ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ کے درمیان واقع ہے۔ اور آج کل اس پر عمارات بنی ہوئی ہیں۔ اور بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ قزح، ایک اور چھوٹا پہاڑ ہے جو اس تعمیر کے قریب ہے تو یہ خیال محض وہم ہے۔ (بحوالہ قاموس)

قزح کے متعلق پہلا قول ہی صحیح ہے۔ محب طبری اور ابن جماعہ وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے۔ قزح کا نام مشعر الحرام رکھا گیا ہے۔ اور مزدلفہ میں وقوف کی افضل جگہ یہی ہے۔ کہتے ہیں اس میں حضرت آدم علیہ السلام کا آتشدان تھا۔

دوسری فصل

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز جمع کرنے کا بیان

☆ مسئلہ: مزدلفہ میں داخل ہونے کے بعد مغرب وعشاء کی نماز پڑھنے میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ حتیٰ کہ سامان بھی بار برداری کے جانور (یا سواری) سے نہ اتارے۔ بار برداری کے اونٹ کو بٹھادے۔ یا رسی سے اس کا پاؤں باندھ دے۔ ہاں اگر سامان ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر پہلے اس کی حفاظت کا انتظام کرے پھر نماز پڑھے۔ یا اگر ابھی عشاء کا وقت نہ ہوا ہو تو انتظار کرے۔ تاکہ وقت ہو جائے۔ مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں نہ پڑھے۔

☆ مسئلہ: جب عشاء کا وقت ہو جائے تو موذن اذان و تکبیر کہے۔ اور امام مغرب کی نماز جماعت سے پڑھائے۔ اس کے بعد ہی عشاء کی نماز باجماعت پڑھے۔

عشاء کی نماز کے لئے علیحدہ اذان و تکبیر نہ کہے۔ بلکہ پہلی ہی اذان و تکبیر کافی ہے۔
دونوں فرضوں کے درمیان کوئی سنت و نفل بھی نہ پڑھے۔ مغرب و عشاء کے بعد کی
سنتیں اور وتر، دونوں فرضوں کے بعد پڑھے۔ اور ان سنتوں اور وتر کی ادائیگی سے پہلے
کسی اور کام مثلاً کھانے پینے وغیرہ میں بھی مشغول نہ ہو۔ اور اگر دونوں فرضوں کے
درمیان نفلوں میں یا کسی اور کام میں مشغول ہو جائے اور اتنی دیر ہو جائے کہ عرف
عام میں دیر سمجھا جاتا ہو تو پھر عشاء کے لئے علیحدہ تکبیر کہے۔ اذان نہ کہے۔

☆ مسئلہ: حسب تصریح بحر الزاخر وغیرہ مغرب کی نماز ادا کی نیت کرے، نیت
میں قضا نہ کہے۔ جیسا بعض لوگوں کا خیال ہے۔

☆ مسئلہ: مزدلفہ میں ان دونوں نمازوں کا جمع کرنا واجب ہے۔ پس اگر کسی نے
یہ دونوں یا ایک نماز مزدلفہ کے علاوہ کہیں اور پڑھ لی ہے تو اس کا دہرانا واجب ہے۔
عشاء کے وقت کے باقی رہنے تک۔ البتہ اگر صبح صادق ہو گئی اور نمازوں کا اعادہ نہیں
کیا تو یہ نمازیں جائز سمجھ لی جائیں گی۔

☆ مسئلہ: یہ دونوں نمازیں یا ان میں سے ایک مزدلفہ سے باہر نہ پڑھے لیکن اگر
(مزدلفہ تک پہنچنے تک) صبح صادق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر جہاں بھی ہو وہیں ادا
کرے۔

☆ مسئلہ: ان نمازوں کے جمع کرنے کے لئے چار شرطیں ہیں۔
۱) دونوں نمازوں سے پہلے حج کا احرام موجود ہو۔ جیسا کہ ظہر و عصر کے جمع کے
بارے میں گزرا۔
۲) دونوں نمازوں سے پہلے وقوف عرفات ہو چکا ہو، اگر کسی نے نمازیں مزدلفہ
میں پہلے پڑھ لیں اور وقوف عرفات بعد میں کیا تو یہ جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔

۳) وقت ہونا، اور اس کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کی رات میں عشاء کا پورا وقت ہے۔

۴) جگہ، یعنی مزدلفہ میں ہو۔ اگر کسی نے عید کی رات عرفات یا منیٰ میں گزاری تو وہاں ان نمازوں کو جمع نہ کرے بلکہ دونوں اپنے اپنے وقت پر ادا کرے۔

☆ مسئلہ: عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے جمع کرنے میں پانچ باتوں کا فرق ہے۔

۱) مغرب و عشاء کا جمع کرنا ابن ہمام وغیرہ کے مطابق واجب ہے اور بعض نے فرض بھی کہا ہے۔ اور ظہر و عصر کا جمع کرنا ایک روایت سے سنت اور دوسری سے مستحب ہے۔

۲) مغرب و عشاء کی نمازوں کے لئے بادشاہ یا اسکے نائب کا ہونا شرط نہیں، ظہر و عصر کے لئے شرط ہے۔

۳) مغرب و عشاء کی نمازوں کے صحیح ہونے کے لئے جماعت شرط نہیں سنت موکدہ ہے جیسا تمام نمازوں کے لئے ہے۔ اور عرفات میں جمع بغیر جماعت جائز نہیں۔

۴) مزدلفہ کی نمازوں کے لئے خطبہ مسنون نہیں۔ عرفات میں ہے۔

۵) مغرب و عشاء کی نمازیں ایک اقامت سے پڑھی جاتی ہیں۔ ظہر و عصر کی نمازوں میں دو دفعہ (اقامت و تکبیر) ہوتی ہے۔

فائدہ: اگر پوچھا جائے کہ وہ کونسی نماز ہے جو وقت کے بعد پڑھی جائے تو بالاجماع اس کا دہرانا واجب نہیں؟ تو جواب ہوگا کہ وہ عرفہ کے دن کی مغرب کی نماز ہے۔

☆☆☆

تیسری فصل

مزدلفہ میں شب گزاری کا بیان

مسئلہ: مزدلفہ میں ۱۰ ذی الحجہ کی رات طلوع فجر تک گزارنی چاہئے جو سنت مؤکدہ ہے۔ اس رات میں نماز، دعا، اذکار، تلاوت قرآن اور تلبیہ نیز ان تمام اشغال میں مصروف رہے جن میں عرفات میں مشغول رہا تھا۔

ان امور مذکورہ سے اس رات کو آباد رکھنا مستحب ہے۔ کیونکہ یہاں شرف زمان و مکان دونوں جمع ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ارضائے خصوم کی دعا کرے۔ اور یہاں دعا کرنے میں سستی و غفلت نہ کرے کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کی جگہ ہے۔ جس کے متعلق بارہویں باب کی ساتویں فصل میں ذکر آئے گا۔ بہتر ہے وہاں یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ فِیْ هٰذَا الْمَكَانِ جَوَامِعَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ وَاَنْ تُصْلِحَ لِیْ شَأْنِیْ وَ اَنْ تَصْرِفَ عَنِّی السُّوْٓءَ كُلَّهٗ فَاِنَّهٗ لَا یَفْعَلُ ذٰلِكَ غَیْرُكَ وَلَا یَجُوْدُ بِهٖٓ اِلَّا اَنْتَ۔

چوتھی فصل

مزدلفہ میں وقوف کا بیان

اس کی واجب مقدار اور صحیح ہونے کی شرائط کا ذکر

مسئلہ: ہمارے نزدیک ۱۰ ذی الحجہ کی فجر کے بعد مزدلفہ میں وقوف واجب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس وقوف

کی واجب مقدار ایک گھڑی بھر ہے۔ چاہے یہ وقفہ مختصر ہی ہو۔ البتہ صبح صادق کی ابتداء سے لے کر خوب اجالا ہو جانے تک کہ سورج نکلنے ہی والا ہو، وقوف سنت موکدہ ہے۔

وقوف مزدلفہ صحیح ہونے کی شرائط

یہ چار شرطیں ہیں۔

۱۔ وقوف سے پہلے حج کا احرام ہونا۔

۲۔ وقوف عرفات کے پہلے ہو چکنا۔

۳۔ اس کا ابتدائی وقت ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق ہے اور آخر وقت طلوع شمس ہے۔ پس اگر کسی نے صبح صادق سے پہلے یا طلوع شمس کے بعد وقوف کیا تو وہ معتبر نہیں۔

۴۔ جگہ یعنی مزدلفہ ہونا۔ اور پورا مزدلفہ وادی محسر کو چھوڑ کر موقف ہے۔ وادی محسر میں وقوف جائز نہیں کیونکہ وہ مزدلفہ میں داخل نہیں۔ اور مزدلفہ کی حدود پانچویں باب کے آخر میں بیان کی جا چکی ہیں۔

☆ مسئلہ: مزدلفہ میں ایک لمحہ گزارنے سے بھی واجب ادا ہو جاتا ہے چاہے وقوف کی نیت کی ہو یا نہیں، اور وہ یہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو کہ یہ مزدلفہ ہے۔ اور وقوف جاگتے میں ہوا ہو یا سوتے میں۔ ہوشیاری میں ہوا ہو یا بیہوشی میں۔ واقف مست ہو یا پاگل۔ اور برابر ہے کہ وقوف کیا ہو یا راستہ چلتے گزرا ہو۔ اور واقف پاک ہو یا ناپاک۔

☆ مسئلہ: اگر مزدلفہ کا وقوف ترک کر دیا۔ یا فجر سے پہلے مزدلفہ سے چلا گیا تو واجب کے ترک کرنے کے سبب اس پر دم لازم ہوگا۔ ہاں اگر مرض، یا بڑھاپے کی کمزوری کے عذر کے سبب یا عورت ہجوم کے ڈر کی وجہ سے ترک وقوف کر دے تو ان

...دونوں واجب نہیں ہوگا۔

پانچویں فصل

وقوف مزدلفہ کی ترتیب اور اس کے آداب کا بیان

مسئلہ: جب ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق ہو جائے تو اول وقت اندھیرے میں فجر کی باجماعت نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ اگر تنہا یہ نماز پڑھے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ مزدلفہ میں نماز فجر کے بعد وقوف کرے۔

مسئلہ: جب نماز فجر سے فراغت ہو جائے تو مستحب ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ مشعر الحرام پر آئے جسے جبل قزح بھی کہتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو امام خود اس پہاڑ پر وقوف کرے ورنہ پہاڑ کے نیچے اس کے قریب وقوف کرے اور تمام لوگ امام کے پیچھے دائیں یا بائیں وقوف کریں۔

مسئلہ: وقوف مزدلفہ کے وقت روبقبلہ ہونا مستحب ہے۔ دوران وقوف تکبیر، تہلیل، تحمید و ثناء اور درود شریف کا ورد رکھے۔ اور تلبیہ و ذکر خدا میں بہت مصروف رہے۔ دونوں ہاتھ کھلے، دعا کے لئے اٹھائے، اور انہیں آسمان کی طرف رکھے اور اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، اعزہ و اقارب کے لئے، اپنے بزرگوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں خداوند تعالیٰ سے مانگے کیونکہ وقوف مزدلفہ کا وقت قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ اس مقام پر جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان میں سے یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا وَقَّفْتَنَا فِيْهِ وَ اَرَيْتَنَا اِيَّاهُ فَوَفِّقْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ وَ قَوْلُكَ الْحَقُّ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا

اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور یہ آیت بکثرت پڑھے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اور یہ بھی پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَيْرُ مَطْلُوْبٍ وَ خَيْرُ مَرْغُوْبٍ۔ اِلٰهِیْ اِنَّ لِكُلِّ وَفْدٍ جَآئِزَةً وَّقِرًى فَاجْعَلْ قِرَایَ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ قَبُوْلَ تَوْبَتِیْ وَالتَّجَاوُزَ عَنْ خَطِيْئَتِیْ وَاَنْ تَجْمَعَ عَلَى الْهُدٰى اَمْرِیْ۔ اَللّٰهُمَّ عَجَّتْ لَكَ الْاَصْوَاتُ بِالْحَاجَاتِ وَ حَاجَتِیْ اَنْ لَّا تَجْعَلَنِیْ مِنَ الْمَحْرُوْمِيْنَ وَاَنْ لَّا تَجْعَلَهٗ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ الشَّرِيْفِ۔ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمُخْبِتِيْنَ وَالْمُتَّبِعِيْنَ لِاَمْرِكَ وَالْعَامِلِيْنَ بِفَرَآئِضِكَ الَّتِیْ جَآءَ بِهَا كِتَابُكَ وَحَثَّ عَلَيْهَا رَسُوْلُكَ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔ اسی طرح کی دعاؤں اور اذکار میں خوب اجالا پھیلنے تک مشغول رہے۔ اسفار بسیار کی حد یہ ہے کہ سورج نکلنے میں اتنی دیر رہ جائے جس میں دو رکعت ادا کی جا سکیں۔

چھٹی فصل

مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانگی کی ترتیب کا بیان

☆ مسئلہ: جب وقوف مزدلفہ سے فارغ ہو جائے اور سورج نکلنے والا ہو تو امام کے ہمراہ سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جانا سنت ہے۔ سورج نکلنے تک مزدلفہ میں رکے رہنا خلاف سنت ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ اگر روانگی امام سے پہلے یا بعد میں ہو تو یہ برا ہے۔

☆ مسئلہ: مزدلفہ سے سوئے منیٰ روانگی وقار اور طمانیت سے ہونی چاہئے۔ اور

راستے میں تلبیہ اور تمام اذکار پڑھتا جائے اور یہ بھی پڑھے۔
اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِکَ اَشْفَقْتُ۔ الخ۔ یہ پوری دعا عرفات سے روانگی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ جب راہ میں وادی محسر میں پہنچے تو وہاں سے تیزی سے گزر جائے۔ اس کا فاصلہ اتنا ہے جتنی دور پھینکا ہوا پتھر جائے۔ اور اگر سواری پر ہو تو سواری کو بھی تیز دوڑائے۔ اور یہاں سے جلدی گزرنا چاروں اماموں کے نزدیک مستحب ہے۔ کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع مقصود ہے۔ وادی محسر میں گزرتے وقت یہ پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔ اس وادی سے نکل کر منیٰ کی طرف اس درمیانی راستے سے چلے جو جمرۂ عقبہ کی طرف جاتا ہے، اگر میسر آجائے اور ہجوم نہ ہو۔ (آج کل منیٰ تا عرفات۔ متعدد پختہ اور وسیع سڑکیں بن گئی ہیں۔ اس زمانہ کی عمارات اور راستے بھی ختم اور نابود ہو گئے ہیں اور پھر جانوروں کی قابو یافتہ سواریوں کی جگہ بے قابو مشینوں نے لے لی ہے اس لئے اب مسنون اور مستحب طریقہ پر عمل سخت دشوار بلکہ ناممکن ہو گیا ہے اور پھر ہجوم اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس کے ریلے میں آدمی کہیں کا کہیں نکل جاتا ہے اس لئے اب جہاں سے بھی آسکے آجائے اور ترک سنت و مستحب کا ملال نہ کرے۔ نعمانی)۔

☆☆☆

آٹھواں باب

منیٰ سے متعلق مناسک کا بیان

اس باب میں آٹھ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

رمی کے لئے کنکریاں چننے کا بیان

☆ مسئلہ: مزدلفہ سے منیٰ آتے وقت، رمی جمرۂ عقبہ کے لئے مزدلفہ سے سات کنکریاں لے لینا مستحب ہے۔ کنکریاں کھجور کی گٹھلی یا لوبیا کے دانے کے برابر ہونی چاہئیں۔

☆ مسئلہ: یہ سات کنکریاں پہلے دن رمی جمرۂ عقبہ کے لئے ہیں۔ چاروں دنوں کی پوری رمی کے لئے کل ستر کنکریاں درکار ہوتی ہیں۔ سات تو یہ اور تریسٹھ تین دنوں کے لئے۔ ان تریسٹھ کنکریوں کا مزدلفہ سے ہی لینا مستحب تو نہیں ویسے جائز ہے اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ ستر کی ستر کنکریاں کہیں سے بھی لینا جائز ہے۔ البتہ جمرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریاں نہ اٹھائے اسی طرح سات کنکریاں بھی مزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ سے اٹھانا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

☆ مسئلہ: کسی بھی مسجد سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ مسجد کی کنکریاں قابل احترام ہوتی ہیں، اسی طرح جمرات کے نزدیک پڑی ہوئی کنکریاں اٹھانا بھی مکروہ

ہے کیونکہ جمرات میں موجود کنکریاں اس بات کی علامت ہیں کہ وہ نامقبول و مردود ہیں۔ اس لئے کہ روایت میں آیا ہے کہ مقبول کنکریاں اٹھالی جاتی ہیں اور جن کی وہ کنکریاں ہوتی ہیں ان کے وزن اعمال کے وقت وزن بڑھانے میں استعمال ہوتی ہیں۔ اور ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا بھی مکروہ ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ کراہت تنزیہی ہے۔

☆ مسئلہ: بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا بھی مکروہ ہے۔

☆ مسئلہ: کنکریاں مارنے سے پہلے ان کو دھولینا مستحب ہے۔

دوسری فصل

جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے کی کیفیت کا بیان

☆ مسئلہ: مزدلفہ میں وقوف سے فارغ ہو کر منیٰ پہنچے تو یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ مِنٰى قَدْ اَتَيْتُهَا وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ اَسْاَلُكَ اَنْ تَمُنَّ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْحِرْمَانِ وَ الْمُصِيْبَةِ فِيْ دِيْنِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَلَّغَنِيْ مِنٰى سَالِمًا مُّعَافًا۔ پھر جمرات کی طرف آئے اور پہلے جمرہ کو جو مسجد خیف کی طرف ہے، چھوڑ کر آگے بڑھے۔ بیچ والے جمرہ کو بھی چھوڑ دے اور آگے بڑھے تاکہ جمرۂ عقبہ پر آجائے۔ یہ جمرہ عرفات کی سمت دور ہے اور مکہ کی سمت سے قریب ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حدود منیٰ سے باہر مکہ کی طرف واقع ہے۔ اسے جمرۂ اخیرہ اور جمرۂ ثالثہ بھی کہتے ہیں۔ یہی وہ جمرہ ہے جس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے سے قبل انصار مدینہ سے بیعت لی تھی۔

☆ مسئلہ: اگر رمی کا وقت ہو گیا ہو تو رمی جمرہ عقبہ سے پہلے کسی اور کام میں مشغول نہ ہو اور رمی کے وقت کی تفصیل اسی فصل میں انشاء اللہ بیان ہوگی۔

☆ مسئلہ: جب جمرۂ عقبہ (بڑے شیطان) پر پہنچے تو جمرہ سے پانچ گز یا زیادہ فاصلہ پر کھڑا ہو، بطن وادی میں کھڑا ہو اونچائی پر نہ کھڑا ہو اور اس رخ کھڑا ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر ہو اور مکہ مکرمہ بائیں ہاتھ پر۔ اور جمرہ کے مقابل ہو کر اس کے سات کنکریاں ایک ایک کر کے مارے۔ ہر کنکری پر تکبیر کہے اور ہر کنکری پر دعا پڑھے۔ چنانچہ یہ کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ وَرِضًى لِّلرَّحْمٰنِ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ معمول روایت کیا گیا ہے کہ آپ کنکری مارتے وقت یہ فرماتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ اور قاسم بن محمد کا یہ معمول مروی ہے کہ آپ رمی کے وقت یہ پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ آپ رمی کے وقت یعنی کنکری مارتے وقت یہ پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ بِالْهُدٰى وَقَوِّنِيْ بِالتَّقْوٰى وَاجْعَلِ الْاٰخِرَةَ خَيْرًا لِّيْ مِنَ الْاُوْلٰى۔

☆ مسئلہ: پہلی کنکری مارتے وقت تلبیہ موقوف کر دے۔

☆ مسئلہ: کنکر مارنے کی مستحب صورت یہ ہے کہ کنکر کو داہنے انگوٹھے کی پشت پر رکھے اور کلمہ کی انگلی کے سہارے اسے پھینکے۔ یہ صاحب ہدایہ نے فرمایا۔ اور المجمع کے شارح نے اسے اختیار کیا ہے کہ کنکر کا سرا اپنے داہنے انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے پکڑ کر پھینکے۔ نہایہ اور فتح القدیر نے اسی کو صراحت سے ذکر کیا ہے اور یہ دوسری

صورت ہی زیادہ صحیح، آسان اور مطابق عادت ہے۔ اور یہ اختلاف اس میں ہے کہ اولیٰ کون سی صورت ہے۔ اور جواز کسی خاص صورت اور کیفیت کے ساتھ مقید نہیں۔ جس طرح بھی کنکر ماری جائے گی جائز ہوگا۔ البتہ کنکر کو جمرہ پر رکھ دینا ناجائز ہے اور ڈال دینا مکروہ کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

صرف اپنے دائیں ہاتھ سے رمی کرنا مستحب ہے۔ بائیں ہاتھ سے یا دونوں ہاتھوں سے رمی نہ کرے۔

☆ مسئلہ: بطن وادی میں عقبہ کے نچلے حصہ میں کھڑے ہو کر رمی کرنا سنت ہے۔ عقبہ پر کھڑے ہو کر کوئی رمی کرے تو وہ کراہت کے ساتھ جائز ہوگی۔ کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے، ہاں عذر کی وجہ سے ایسا کرے تو کراہت نہیں رہے گی۔

☆ مسئلہ: پانچ گز سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ مسنون مقدار کم از کم پانچ گز فاصلہ کی ہے۔ اس سے کم فاصلہ ہونے میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے کنکر جمرہ پر رکھ دی یا ڈال دی، اور یہ دونوں طریقے مکروہ ہیں، مسنون طریقہ کنکر مارنے کا ہے اور اس کے لئے کم فاصلہ پانچ گز مقرر کیا گیا ہے۔ حسب صراحت فتح القدیر۔

☆ مسئلہ: ہر کنکری پر تکبیر کہنا سنت ہے۔ اگر تکبیر کی جگہ تہلیل یا تسبیح یا کوئی اور ذکر کہہ لے تو بھی کافی ہو جائے گا۔ البتہ بالکل چپ رہنا، کچھ بھی نہ پڑھنا برا ہے کیونکہ ترک سنت لازم آتا ہے۔

☆ مسئلہ: جمرۂ عقبہ کی رمی سوار ہو کر کرنا افضل ہے اور باقی تمام جمرات کی رمی پاپیادہ افضل ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رمی کا وقت اس وقت کی پانچ حیثیتیں ہیں۔

۱۔ وہ وقت جس میں اس کی ادا صحیح ہو جاتی ہے، یہ وقت ۱۰۔ ذی الحجہ کی صبح صادق

سے شروع ہو جاتا ہے اور ۱۱۔ ذی الحجہ کی صبح صادق کے وقت آخر ہو جاتا ہے۔

۲۔ مسنون وقت۔ ۱۰۔ ذی الحجہ کے سورج نکلنے سے زوال تک ہے۔

۳۔ وقت جواز۔ کہ نہ وہ مسنون ہے نہ مکروہ۔ اور وہ ۱۰۔ ذی الحجہ کے زوال سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔

۴۔ مکروہ وقت۔ اور وہ ۱۰۔ ذی الحجہ کے غروب آفتاب سے لے کر ۱۱۔ ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے۔ اگر کسی نے رمی بلا عذر رات تک موخر کر دی تو اس نے سنت ترک کی اور مکروہ کا ارتکاب کیا، مگر اس کی وجہ سے کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہ ہو گا۔ اور اگر یہ تاخیر عذر کی وجہ سے کی تو کوئی حرج نہیں۔ (ضعیف مرد اور عورتیں ہجوم کے خطرہ سے رات کو رمی کریں تو یہ مکروہ ہیں۔ نعمانی)۔

۵۔ قضاء صحیح ہونے کا وقت۔ اور وہ ۱۱۔ ذی الحجہ کی صبح صادق ہو جانے کے بعد سے لے کر ۱۳۔ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے۔ اگر کسی نے رمی جمرہ عقبہ میں اتنی دیر کر دی کہ ۱۱۔ ذی الحجہ شروع ہو گئی تو رمی کا وقت ادا نکل گیا۔ اب اس پر ایک دم واجب ہو گیا۔ اور باقی کے تین دنوں میں اس کی قضا بھی لازم ہو گئی۔ اگر اس نے ۱۳۔ ذی الحجہ کے غروب تک یہ قضاء بھی نہیں کی تو اب قضا کا وقت بھی نکل گیا اور باتفاق ائمہ اس پر ایک دم واجب رہ گیا۔ (نوٹ: ۱۰۔ ذی الحجہ سے کئے جانے والے اعمال مناسک حج کے لئے روز و شب کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ ان تاریخوں میں دن پہلے شمار ہوتا ہے رات بعد میں۔ عام دنوں میں رات پہلے شمار کی جاتی ہے۔ مگر یہاں ۱۰۔ ذی الحجہ کا دن پہلے اور رات بعد میں اس لئے ۱۰ دن گذار کر رات میں رمی کرنا ۱۰ ہی میں شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے ۱۱۔ ذی الحجہ کی صبح صادق تک اس کا وقت ادا ہے۔ ۱۳۔ ذی الحجہ کے غروب کے بعد یہ ترتیب ختم ہو جاتی ہے۔ اب یہ رات ۱۴۔ ذی الحجہ کی

کہلائے گی۔ یہ ترتیب منیٰ میں صرف ایام حج میں ہوتی ہے۔ کسی اور جگہ نہیں۔ نعمانی)

☆ مسئلہ: اس دن جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے باتفاق ائمہ اربعہ جمرہ کے نزدیک دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔ اور دنوں میں رمی کر کے دعا تو کر سکتا ہے مگر وہاں وقوف نہ کرے۔ بخلاف دیگر جمرات کے کہ ان کے رمی سے فارغ ہو کر ان کے نزدیک کھڑے ہو کر دعا کرنا مستحب ہے۔

۱۰- ذی الحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ ہی کی رمی کرے باقی جمرات کی رمی نہ کرے۔

☆ مسئلہ: قربانی کرنے سے پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی واجب ہے قارن و متمتع کے لئے اور سنت ہے مفرد کے لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب کے لئے سنت ہے۔ سو اگر کسی نے رمی سے پہلے قربانی کر لی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قارن و متمتع پر دم شکر کے علاوہ جو بالاتفاق واجب ہے دم کفارہ بھی واجب ہو گا۔

تیسری فصل

ہدی کی قربانی اور اس کے متعلقات کا بیان

رمی جمرۂ عقبہ سے فارغ ہوتے ہی فوراً اپنی جائے قیام پر آئے اور قربانی کرے۔ قارن اور متمتع پر تو یہ قربانی واجب ہے، حج افراد اور عمرہ والے کیلئے مستحب ہے۔ ہاں اگر مفرد سے احرام کی حالت میں کوئی ایسی جنایت ہو گئی جس سے دم لازم آتا ہو تو پھر مفرد پر بھی قربانی واجب ہے۔

☆ مسئلہ: اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اگر ذبح کرنا جانتا ہو ورنہ ذبح کے وقت موجود رہنا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: ذبح سے پہلے یا بعد دعا پڑھنا مستحب ہے۔ لہٰذا یہ دعا پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ هٰذَا النُّسُكَ وَاجْعَلْهَا قُرْبَانًا لِوَجْهِكَ وَعَظِّمْ اَجْرِیْ عَلَیْهَا۔ بسم اللہ اللہ اکبر کہنے اور ذبح کرنے کے درمیان دعا پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ مسئلہ: ذبح کرنے کے وقت نیت کی ضرورت نہیں احرام کے وقت پہلے جو نیت کی تھی وہی کافی ہے۔

☆ مسئلہ: قربانی کا جانور جتنا بڑا اور فربہ ہو اتنا ہی افضل ہے۔

☆ مسئلہ: جانور کو ذبح یا نحر کرتے وقت روبقبلہ کرنا مستحب ہے۔

چوتھی فصل

ذبح کرنے کی جگہ ووقت سے متعلق مسائل کا بیان

ذبح کرنے کی جگہ

جو قربانی حج وعمرہ کے سبب واجب ہوئی ہو جیسے قران وتمتع، یا جنایت، یا میقات سے بلا احرام تجاوز، یا احصار وغیرہ کا دم تو ان کے لئے جگہ حرم مقرر ہے۔ حرم کی حدود میں کسی بھی جگہ کرے۔ اور یہی حکم دم تطوع کا بھی ہے۔ پورے حرم میں افضل جگہ منیٰ ہے بلکہ قربانی ایام نحر میں ہو تو منیٰ میں کرنا سنت ہے اور قربانی کے دنوں کے علاوہ میں افضل جگہ مکہ مکرمہ ہے کما صرح بہ فی المبسوط۔ اور مکہ میں بھی افضل جگہ مروہ ہے۔ جیسا ملا علی قاریؒ وغیرہ نے کہا ہے۔

☆ مسئلہ: جن قربانیوں کا اوپر ذکر ہوا ان کے لئے حرم شرط صحت ذبح ہے۔ اگر کسی نے ان میں کی کوئی قربانی حرم کی حدود سے باہر کی تو یہ ذبح بالکل صحیح نہ ہوگا اور ضروری ہوگا کہ حرم میں دوبارہ قربانی کرے۔ ہاں نذر کی قربانی اور عید کی قربانی یہ غیر حرم میں بھی جائز ہیں لیکن نذر مانتے وقت حرم میں ذبح کرنے کی نیت کی ہو تو پھر حرم سے باہر جائز نہ ہوگی، ایسی صورت میں نذر کی قربانی مکہ مکرمہ میں کرنی لازم ہوگی جیسا کہ مرشدی نے منسک متوسط کی شرح میں کہا ہے۔

ذبح کا وقت

☆ مسئلہ: تمتع اور قران کی قربانی روز نحر (۱۰ ذی الحجہ) سے پہلے ذبح کرنا بالکل جائز نہیں۔ اور ایام نحر میں اس کا ذبح کرنا واجب ہے شرط صحت نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے ایام نحر میں یہ قربانی نہیں کی اور تاخیر کر دی تو اس پر ایک دم کفارہ لازم ہوگا۔ ایام نحر میں افضل پہلا دن ہے پھر دوسرا پھر تیسرا۔ اور عید کی قربانی ایام نحر کے علاوہ کسی اور دن بالکل جائز نہیں۔ ایام نحر گزر جانے کے بعد اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ ان کے علاوہ باقی قربانیاں مثلاً دم جنایت، میقات سے تجاوز کا دم، احصار، نذر، تطوع وغیرہ کا دم، ان کو سال میں کسی وقت بھی ذبح کرنا جائز ہے۔ اس کے باوجود افضل یہ ہے کہ ان کو بھی ایام نحر میں ذبح کرے تاکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے موافقت ہو جائے۔

پانچویں فصل

اپنی قربانی کا گوشت کھانے نہ کھانے کا بیان

☆ مسئلہ: قربانی اگر جنایت کی ہو، یا تجاوز میقات واحصار کی تو اس کا گوشت خود

کھانا جائز نہیں۔ ہاں تمتع و قران یا نفلی قربانی ہو تو خود بھی اسکا گوشت کھاسکتا ہے بلکہ عید کی قربانی کی طرح ان میں سے بھی کچھ کھانا مستحب ہے۔

فائدہ: قارن و متمتع کے حق میں سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا واجب ہے اور مفرد کے حق میں مستحب ہے۔ جس طرح کے اصل قربانی ان دونوں کے لئے واجب اور مفرد کے لئے مستحب ہے۔

چھٹی فصل

سر منڈانے یا بال کتروانے کے مسائل

☆ مسئلہ: جب قربانی سے فراغت ہوجائے تو پھر سر منڈائے یا سر کے بال کتروائے۔ بال منڈوانے یا کتروانے کے وقت روبقبلہ ہونا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: قول صحیح و مختار کے مطابق پہلے اپنے دائیں طرف کا سر منڈانا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: سر منڈاتے وقت تکبیر کہے اور دعا بھی کرے۔ لہٰذا یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَقَضٰى عَنَّا نُسُكَنَا. اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ فَاجْعَلْ لِّيْ بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَامْحُ عَنِّيْ سَيِّئَةً وَّارْفَعْ لِيْ دَرَجَةً فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ نَفْسِيْ وَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ لِلْمُحَلِّقِيْنَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ

آمین. نیز اپنے والدین، بزرگوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

☆ مسئلہ: سر منڈا کر یا بال کتروا کر ان کا دفن کردینا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: سر منڈا کر، مونچھیں یا ناخن نہ کٹوائے۔ لیکن اگر کٹوالے تو کوئی حرج

بھی نہیں۔ کیونکہ سر منڈا کر احرام سے حلال تو ہو ہی گیا۔ ہاں اگر سر منڈانے سے پہلے مونچھیں یا ناخن کٹوالے تو قول صحیح کے مطابق اس پر کفارہ لازم آئے گا کیونکہ سر منڈانے سے پہلے احرام باقی رہتا ہے۔

☆ مسئلہ: سر منڈانا یا بال کتروانا ان دونوں میں سے ایک بات واجب ہے البتہ مردوں کے لئے سر منڈانا ہی مسنون ہے، بال کتروانا ان کے لئے مباح ہے۔ اور عورتوں کے لئے سر منڈانا حرام ہے۔ اور قصر ان کے لئے مسنون بلکہ واجب ہے۔

☆ مسئلہ: حلق و قصر میں کم سے کم واجب مقدار چوتھائی سر ہے۔ اگر کسی نے اس سے کم کا حلق یا قصر کر لیا تو وہ احرام سے خارج نہیں ہو گا۔ اور ہمارے نزدیک پورے سر کا حلق یا قصر سنت ہے۔ بخلاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک جب تک سارے سر کا حلق یا قصر نہ کرائے گا احرام سے نہ نکلے گا۔

☆ مسئلہ: قصر کی کم سے کم مقدار بالوں کی لمبائی میں سے ایک پور کے برابر ہے۔

☆ مسئلہ: جس کے سر پر ایک پور سے کم بال ہوں، اس کے لئے سر منڈانا ہی ضروری ہے اور جس کے سر پر بالکل ہی بال نہ ہوں وہ سر پر خالی استرا ہی پھروالے۔ بعض نے اسے واجب کہا ہے۔ بعض نے مستحب اور صحیح پہلا ہی قول ہے۔ اور اگر استرا نہ ہونے یا حجام کے نہ ہونے یا سر میں پھوڑا پھنسی وغیرہ ہونے کے سبب سر منڈانا دشوار ہو تو پھر اس کے لئے قصر ہی لازم ہو گا۔ اور اگر حلق و قصر دونوں ہی دشوار ہوں کہ سر میں تکلیف ہے اور بال بھی پورا انگشت سے کم ہیں تو ایسی صورت میں حلق و قصر دونوں ہی اس سے ساقط ہو جائیں گے۔ اور وہ رمی جمار کے بعد احرام سے حلال ہو جائے گا۔ حلق کے قائم مقام کسی چیز کو بنائے بغیر ہی۔ اور اس پر کوئی کفارہ لازم

نہیں ہو گا کیونکہ اس سے واجب کا ترک عذر کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کے لئے افضل یہ ہے کہ ایام نحر گزرنے تک احرام کے خلاف والے افعال سے بچا رہے۔ ممکن ہے اس عرصہ میں تھوڑی دیر کے لئے اس کا عذر جاتا رہے۔ البتہ یہ تاخیر و انتظار اس پر واجب نہیں ہے۔

☆ مسئلہ: محرم سے سر نہ منڈوانا چاہئے

اگر کسی محرم نے سر مونڈا تو مونڈنے والے پر نصف صاع (پونے دو سیر) گندم صدقہ واجب ہو گا اور منڈوانے والے پر دم واجب ہو گا۔ ہاں احرام والے اگر حلق سے پہلے کے تمام افعال سے فارغ ہو چکے ہوں اور اب صرف سر منڈانا ہی رہ گیا ہو اور وہ آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈ لیں تو ان پر کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہو گا۔ (منیۃ المناسک۔ للعلامہ ابی الضیا حنفی)

ساتویں فصل

حلق و قصر کے حکم کے بیان میں

☆ مسئلہ: حلق و قصر کا حکم (اثر) یہ ہے کہ اس کے ذریعہ آدمی احرام سے باہر نکل آتا ہے اور احرام کی وجہ سے جو چیزیں مثلاً سلے ہوئے لباس، شکار، خوشبو کا استعمال، سر اور چہرہ کا چھپانا وغیرہ ممنوع ہو گئی تھیں وہ اب حلال و جائز ہو گئیں۔ مگر بیوی، حلق و قصر کے بعد بھی حلال نہیں ہوئی، وہ طواف زیارت کے بعد حلال ہوتی ہے پس حلق و قصر کے بعد اور طواف سے پہلے صحبت، بوس و کنار، حرام ہیں۔ بشرطیکہ احرام حج کا ہو۔ لیکن عمرہ میں حلق کے بعد تمام ممنوعات حتی کہ بیوی سے صحبت بھی حلال ہو جاتی ہے۔

آٹھویں فصل

سر منڈانے کے وقت اور جگہ کا بیان

حلق کا وقت: سر منڈانا یا تو حج میں ہوگا یا عمرہ میں، ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک تو وقت صحت ہے، اور ایک وقت واجب۔ حج میں حلق کا وقت صحت (کہ اس وقت حلق کرالے تو صحیح ہو جائے گا)، اس کی ابتداء تو ۱۰۔ ذی الحجہ کی صبح صادق سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی اس سے پہلے سر منڈالے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی وجہ سے احرام سے حلال بھی نہیں ہوگا۔ اور اس کا آخری وقت کوئی متعین نہیں کہ اس کے گزرنے پر حلال ہونا صحیح سمجھا جائے۔ بلکہ تمام عمر، اس کا وقت آخر ہے، جب بھی سر منڈالے گا حلال ہو جائے گا۔

اور حج میں حلق واجب کا وقت تو وہ قربانی کے تین دن ہیں۔ راتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ بشرطیکہ رمی جمرہ عقبہ کے بعد منڈائے۔ اگر کسی نے ایام قربانی ہی میں رمی جمرہ عقبہ سے قبل سر منڈالیا، تو (اگرچہ حلال ہو جائے گا مگر) ترک واجب کی بناء پر ایک دم لازم آئے گا۔ چاہے مفرد ہو یا قارن و متمتع۔ کیونکہ سر منڈانے سے پہلے رمی کرنا واجب ہے، مفرد کے لئے بھی اور قارن و متمتع کے لئے بھی۔ اسی طرح اگر کسی نے ایام قربانی گزار کر سر منڈایا تو اس پر بھی دم لازم آئے گا چاہے وہ مفرد ہو یا قارن و متمتع۔ اس لئے کہ وقت واجب سے تاخیر کردے۔

اور حج میں حلق کا افضل وقت قربانی کا پہلے دن یعنی ۱۰۔ ذی الحجہ ہے اور طواف زیارت سے پہلے سر منڈانا سنت ہے واجب نہیں۔

اور عمرہ میں حلق کا وقت صحت، تو اس کا ابتدائی وقت طواف عمرہ کے اکثر چکر

(یعنی چار) کر چکنے کے بعد ہے۔ اور عمرہ میں حلق کا واجب وقت، عمرہ کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد ہے پس اگر عمرہ کرنے والے نے چار چکر طواف پورے کرنے سے پہلے سر منڈالیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور احرام سے نہیں نکلے گا۔ اور اگر سعی سے پہلے سر منڈالیا تو دم واجب ہو گا۔

اور عمرہ میں خاص طور پر حلق کا آخر وقت صحت و واجب کوئی نہیں بلکہ تمام عمر ہی اس کا وقت ہے۔ (جب چاہے منڈائے اور حلال ہو جائے۔ نعمانی)

حلق کی جگہ

حج و عمرہ میں حرم میں سر منڈانا واجب ہے۔ منیٰ میں سنت ہے۔ حرم کے باہر سر منڈانے سے گو احرام سے حلال ہو جائے گا مگر دم واجب ہو گا چاہے حج کا احرام ہو یا عمرہ کا، اور حج بھی افراد ہو چاہے قران و تمتع، سب برابر ہیں۔

☆ مسئلہ: جب ١٠۔ ذی الحجہ کو منیٰ میں سر منڈا کر فارغ ہو جائے تو مکہ مکرمہ آئے اور اسی روز طواف زیارت کرنا چاہئے۔

☆☆☆

نواں باب

طواف زیارت کے بیان میں

جو کہ حج کا تیسرا فرض ہے۔ اور یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

طواف زیارت کی اجمالی کیفیت

☆ مسئلہ: جب ۱۰۔ ذی الحجہ کو رمی، ذبح اور سر منڈانے سے فارغ ہو جائے تو اس کے بعد افضل یہ ہے کہ اسی روز طواف زیارت کرے۔ چنانچہ جب مسجد حرام پر پہنچے تو افضل یہ ہے کہ باب السلام سے داخل ہو اور پہلے اسی طریقہ کے مطابق جو تیسرے باب کی تیسری فصل میں بیان کیا گیا ہے طواف کے سات چکر کرے۔ اگر پہلے طواف قدوم میں رمل اور سعی کر لی ہے تو اب طواف میں رمل اور سعی نہ کرے۔ کیونکہ رمل اور سعی کا مکرر کرنا سنت نہیں ہے۔ اور اگر پہلے رمل و سعی نہیں کی ہے تو اس طواف میں رمل بھی کرے اور طواف کے بعد سعی بھی کرے۔ اور اگر طواف قدوم میں سعی تو کر لی تھی مگر رمل نہیں کیا تھا تو اس طواف سے رمل ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر طواف قدوم میں رمل تو کیا تھا مگر اس کے بعد سعی نہیں کی تھی تو اس کے متعلق مولانا رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر نامی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں یہ مسئلہ لکھا تو نہیں دیکھا مگر جیسا کہ کہا گیا ہے کہ رمل اسی طواف میں مشروع ہے جس کے بعد سعی کی جائے۔ یہ اس بات کی صراحت ہے کہ اس رمل کا کوئی

اعتبار نہیں۔ اس لئے طواف زیارت میں اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔
رہا اس طواف میں اضطباع کا معاملہ تو اس کا حکم تفصیل کے ساتھ تیسرے باب
کی تیسری فصل میں گزر چکا ہے۔

☆ مسئلہ: جب طواف سے فارغ ہو جائے تو ملتزم شریف پر آئے، پھر دو
رکعت طواف مقام ابراہیم کے نزدیک پڑھے کہ یہ افضل جگہ ہے۔ یا مسجد حرام میں کسی
اور جگہ پڑھ لے۔ اور بیان کردہ طریقہ کے مطابق زمزم پئے۔ پھر اس کے بعد اگر
طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی ہے تو سعی کرے۔ سعی سے پہلے حجر اسود پر
آئے، اس کا استلام کرے اس کے بعد سعی کے لئے باہر آئے۔ اور چوتھے باب کی
دوسری فصل میں سعی کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے اس کے مطابق سعی کرے۔

دوسری فصل

طواف زیارت صحیح ہونے کی شرائط اس کے واجبات اور بعض مسائل متعلقہ
طواف کے بیان میں۔

واضح رہے کہ طواف زیارت صحیح ہونے کی شرائط اور اس کے واجبات وہی ہیں جو
پہلے تیسرے باب کی دوسری فصل میں بیان ہو چکے۔ یہاں طوالت اور تکرار کی وجہ
سے ان کو بیان نہیں کیا جا رہا۔ البتہ چونکہ خاص طواف زیارت کے لئے اوقات
مخصوصہ بطور شرائط اور وجوب و فضیلت کے لحاظ سے مقرر ہیں اس لئے اس فصل میں
ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ مسئلہ: باجماع علمائے امت یہ طواف حج کا رکن ہے، اس طواف کے چار چکر
کے بقدر تو فرض ہیں اور باقی واجب ہیں۔

☆ مسئلہ: جب طواف زیارت سے فراغت ہو جائے تو اب اس کے لئے

عورت بھی حلال ہو گئی۔ اب بیوی سے صحبت، یا میل ملاپ جائز ہے۔

☆ مسئلہ : خاص طواف زیارت کے لئے چند اوقات ہیں۔ یعنی وقت صحت وقت واجب، وقت فضیلت۔

وقت صحت تو ۱۰۔ ذی الحجہ کی صبح صادق کی ابتداء ہے۔ پس اگر کسی نے اس سے پہلے طواف زیارت کیا تو وہ صحیح نہیں ہو گا۔ البتہ وقت صحت کا آخر کوئی نہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے کئی سال گزرنے کے بعد طواف زیارت کیا تو بھی صحیح کہا جائے گا، وہ ادا ہی ہو گا اسے قضا نہیں کہیں گے۔

اور وقت وجوب، تو ۱۰، ۱۱، ۱۲- ذی الحجہ کے دن یا رات میں کسی وقت اس طواف کا کرنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو واجب ہے، مگر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک سنت ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے ۱۲ کے بعد طواف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تو اس پر دم لازم آئے گا مگر صاحبینؒ کے نزدیک دم لازم نہ آئے گا چاہے یہ تاخیر ایام تشریق کے آخری دن (۱۳ ذی الحجہ) تک ہی کیوں نہ ہو۔

اور وقت فضیلت، تو وہ ۱۰۔ ذی الحجہ ہے۔ جیسا پہلے بیان ہو چکا۔

☆ مسئلہ : طواف کو فاسد کرنے والی کوئی چیز بجز ارتداد، کوئی نہیں۔ مرتد ہونا جس طرح اور اعمال کو باطل اور کالعدم کر دیتا ہے اسی طرح طواف کو بھی باطل کر دیتا ہے۔

☆ مسئلہ : موت آنے تک طواف زیارت فوت نہیں ہوتا۔ اور اس کا بدل جائز نہیں کیونکہ یہ طواف حج کا رکن ہے، اور رکن کا بدل کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ بجز ایک صورت کے کہ اگر کوئی شخص وقوف عرفات کے بعد طواف زیارت سے قبل مر جائے اور حج پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو بقیہ اعمال حج مثلاً وقوف مزدلفہ، رمی، طواف

زیارت، طواف وداع کے لئے ایک بدنہ واجب ہو جائے گا اور اس کا حج کامل ہو جائے گا۔

لائق توجہ نکتہ

معلوم ہوا کہ روز نحر میں چار باتیں اعمال مشروعہ ہیں۔

ا۔ رمی جمرہ عقبہ ۲۔ جانور کی قربانی ۳۔ سر منڈانا یا کتروانا ۴۔ طواف زیارت۔

اور اگر کسی نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تو اس کے لئے پانچویں چیز یعنی صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی مشروع ہے۔

تیسری فصل

طواف زیارت کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف رمی جمار کے لئے لوٹنے کی کیفیت کا بیان

☆ مسئلہ: جب طواف زیارت سے فارغ ہو جائے تو ظہر کی نماز کے بعد یا قبل منیٰ لوٹ آئے، یہ ظہر مکہ مکرمہ میں پڑھنا افضل ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی۔ حسب روایت اصحاب ستہ۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ظہر منیٰ میں پڑھنا افضل ہے۔

جب منیٰ میں پہنچ جائے تو ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کی راتیں وہیں بسر کرے۔ اور اگر مکہ مکرمہ سے تاخیر سے جائے (یعنی ۱۰ کا دن گزار کر) تو دو راتیں بھی منیٰ میں بسر کرنا جائز ہوں گی۔ یہ رات منیٰ کے علاوہ کسی اور مقام میں بسر کی تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ کسی قسم کا کوئی کفارہ اس کی وجہ سے لازم نہ ہوگا۔

☆ مسئلہ: جب ۱۱۔ ذی الحجہ کا دن ہو تو امام نماز ظہر کے بعد ایک خطبہ پڑھے۔

اس خطبہ کے دوران ۷ ذی الحجہ کے خطبہ کی طرح نہ بیٹھے۔ اس خطبہ میں بقیہ ایام کی رمی جمرہ کے احکام دو دیگر احکام اور مسائل عمرہ وغیرہ بیان کرے۔
ہمارے (احناف کے) نزدیک یہ خطبہ سنت ہے، اس کا ترک بہت بڑی کوتاہی ہے۔

☆ مسئلہ: دوران قیام منیٰ اس بات کا التزام کرے کہ ساری نمازیں پابندی سے خاص طور پر مسجد خیف میں باجماعت ادا کرے۔ کیونکہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی جائے قیام ہے۔
اور افضل یہ ہے کہ مسجد خیف میں مصلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے نماز پڑھے، مسجد خیف کے کچھ فضائل نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے کی تعیین سے متعلق ذکر انشاء اللہ تیرھویں باب کی ساتویں فصل میں بیان ہوگا۔

☆☆☆

دسواں باب

رمی جمار اور اس سے متعلق مسائل کا بیان

اس باب میں چھ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

ایام رمی، مقام رمی کا اجمالی ذکر

☆ مسئلہ: واضح رہے کہ رمی جمار واجب ہے اور رمی کے تین مقام ہیں۔

۱۔ جمرۂ اولیٰ۔ جو منیٰ کی سمت سے قریب ہے اور مکہ کی طرف سے دور۔

۲۔ جمرۂ وسطیٰ۔ (درمیانی)

۳۔ جمرۂ عقبہ۔ جو مکہ کی سمت سے قریب ہے اور مزدلفہ و عرفات کی سمت سے دور۔

☆ مسئلہ: رمی کے چار دن ہیں، ۱۰ ذی الحجہ تا ۱۳ ذی الحجہ۔ پہلے دن صرف جمرۂ عقبہ کی رمی واجب ہے۔ اور باقی دنوں میں تینوں جمرات کی رمی واجب ہے۔ ہاں چوتھے دن کی رمی اس شخص پر واجب ہے جو ۱۳ کی صبح صادق سے پہلے پہلے منیٰ سے روانہ ہو جائے۔ اور جو شخص وقت مذکورہ سے قبل مکہ چلا جائے اس پر چوتھے دن کی رمی واجب نہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کی آیت فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ میں بیان کیا گیا ہے۔

یومین سے مراد ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ ہیں۔

فائدہ: مسجد خیف کے صدر دروازہ سے جمرۂ اولیٰ تک کا فاصلہ ایک ہزار دو سو چون گز اور ۶/۱ گز ہے۔ اور جمرۂ اولیٰ سے جمرۂ وسطیٰ تک دو سو چھتر گز، اور جمرۂ وسطیٰ سے عقبہ تک دو سو آٹھ گز۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں اور زرقانی نے شرح موطا میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ البتہ زرقانی نے یہ اور لکھا ہے کہ ان گزوں سے نیا گز مراد ہے۔ واضح رہے کہ دستی گز جو شرعی گز کہلاتا ہے، نئے گز سے ۸/۱ گز کے بقدر کم ہے۔ کیونکہ نیا گز ۲۴ قیراط (انچ) کا ہوتا ہے اور دستی گز ۲۱ قیراط کا۔ پس دستی گز کے حساب سے مسجد خیف سے جمرۂ اولیٰ تک ایک ہزار چار سو گیارہ گز کا فاصلہ ہے۔ باقی فاصلہ بھی اسی کے مطابق شمار کر لیا جائے۔

دوسری فصل

رمی صحیح ہونے کی شرائط، اس کے واجبات، سنن اور مستحبات کے بیان میں

شرائط صحت رمی

ایسی شرائط سات ہیں۔

۱۔ کنکریاں جمرہ پر گریں، یا اسکے قریب۔ اگر جمرہ سے دور گریں گی تو رمی جائز نہ ہوگی۔ تین گز کا رقبہ قریب شمار ہوگا۔ اس سے زیادہ بعد سمجھا جائے گا۔

۲۔ کنکریاں مارنا۔ لیکن اگر کنکریاں مارنے کے بجائے زمین پر رکھ دے تو رمی صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا نام کنکر مارنا نہیں۔ ہاں اگر کوئی کنکریاں ڈال دے، تو وہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی مارنے کی ایک قسم ہے لیکن مسنون طریقہ چھوڑنے کی وجہ سے یہ صورت مکروہ ہے۔

۳۔ ساتوں کنکریاں الگ الگ مارنا۔ پس اگر کسی نے ساتوں کنکریاں ایک ہی دفعہ

ماردیں تو یہ رمی جائز نہ ہوگی۔ بلکہ وہ ایک کنکر کے حکم میں ہوں گی۔ اور اس پر چھ
کنکریوں کا پھر سے مارنا لازم رہے گا۔

۴۔ خود بنفس نفیس کنکریاں مارنا۔ چنانچہ قدرت ہوتے ہوئے اس میں نیابت
جائز نہیں۔ ہاں خود عاجز و معذور ہو تو جائز ہے، جیسے کوئی بے ہوش ہو یا ایسا بیمار ہو کہ
کنکر مارنے کی طاقت نہ ہو تو اس وقت اس کی طرف سے دوسرا رمی کر سکتا ہے۔

۵۔ جو چیز ماری جائے وہ زمین کی جنس سے ہو۔ گو اس پر کنکر کے نام کا اطلاق نہ
ہوتا ہو۔ پس ڈھیلے کے ٹکڑے یا پکی و کچی اینٹ کے ٹکڑے، چونے، گرد، سرمہ، نمک
(سمندری نمک نہ ہو کیونکہ اس میں پانی کا جزو غالب ہوتا ہے)، پہاڑی
نمک، ہڑتال، مرداسنگ، زمرد، بلور، عقیق، یا خاک کی مٹھی سے رمی کرنا جائز ہے۔
لیکن افضل پتھر کی کنکری سے رمی کرنا ہے۔ اور جو چیز زمین کی جنس سے نہ ہو جیسے
سونا، چاندی، موتی، عنبر، مرجان، بکری کی مینگنی وغیرہ ان سے رمی کرنا جائز نہیں۔

۶۔ رمی کا وقت ہونا۔ یعنی وہ وقت کہ اس کے علاوہ میں رمی کرنا جائز قرار نہ
پائے۔ اور اس کی تفصیل اس باب کی چوتھی فصل میں آئے گی۔

۷۔ زیادہ کنکریاں مارنا۔ اگر کسی نے زیادہ کنکریاں ترک کر دیں۔ مثلاً تین یا اس
سے کم کنکریاں ماریں تو یہ رمی صحیح نہیں ہوگی۔ اور سمجھا جائے گا کہ اس نے گویا رمی کی
ہی نہیں۔ اور اس پر اسی طرح دم واجب ہوگا جیسا رمی بالکل نہ کرنے پر واجب ہوتا
ہے۔ اور اگر کم مقدار میں ترک کیں، مثلاً چار، پانچ، یا چھ کنکریاں ماریں اور باقی چھوڑ
دیں تو ہر کنکر کے بدلہ پونے دو سیر گیہوں صدقہ واجب ہوگا (کم یا زیادہ رمی کے ترک کا
یہ حکم ۱۰ ذی الحجہ کی رمی سے متعلق ہے باقی دنوں میں ۲۱ کنکریوں کا حساب ہوگا۔ اگر ان
کی زیادہ تعداد ترک کر دی تو دم لازم ہوگا اور کم پر ہر کنکری کے عوض صدقہ۔ اس میں

گیارہ اکثر اور دس یا کم قلیل شمار ہوں گی۔ پس پہلے دن چار اور باقی دنوں میں گیارہ اکثر ہوں گی اور تین اور دس اقل۔ اکثر کے ترک پر دم اور اقل کے ترک پر بحساب فی کنکر صدقہ۔ خلاصہ قول لباب و شرحہ۔ ناقل۔ مولانا شیر محمد سندھی)۔

واجبات رمی

وہ تین ہیں۔

۱۔ آخر کے تین کنکر مارنا۔

۲۔ سر منڈانے سے پہلے رمی کرنا۔ چاہے مفرد ہو یا قارن و متمتع۔

۳۔ رمی کے وقت ادا میں رمی کرنا۔ اتنی تاخیر نہ کرنا کہ قضا کا وقت آنے لگے۔ رمی کے اداء و قضاء وقتوں کی تفصیل اس باب کی چوتھی فصل میں آئے گی۔

رمی کی سنتیں

چھ ہیں۔

۱۔ رمی کی کنکریاں پے بہ پے مارنا، بیچ میں وقفہ نہ کرنا۔ اسی طرح جمرات کا تسلسل باقی رکھنا۔ اگر رمی کے درمیان طویل وقفہ کیا تو یہ مکروہ ہے۔

۲۔ جمرہ سے پانچ گز یا زیادہ فاصلہ پر کھڑا ہونا۔ اس سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

۳۔ جمرات میں ترتیب قائم رکھنا۔ یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳- ذی الحجہ کے دنوں میں۔ کیونکہ پہلے دن تو صرف ایک جمرہ پر رمی کی جاتی ہے۔ اس لئے ترتیب کا سوال ہی نہیں۔ نعمانی) چنانچہ پہلے جمرۂ اولیٰ پر رمی کرے۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر، آخر میں جمرۂ عقبہ پر۔ اگر اس کے برعکس کسی نے رمی کی تو جمرۂ وسطیٰ اور عقبہ کی رمی کا اعادہ کرنا سنت موکدہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ترتیب مابین جمرات شرائط صحت میں سے

ہے مگر اکثر علماءا اسے سنت موکدہ کہتے ہیں۔

۴۔ رمی میں مسنون وقت کی رعایت کرنا۔ اس کا ذکر اس باب کی چوتھی فصل میں آئے گا۔

۵۔ کنکر کا چھوہارے کی گٹھلی یا باقلا کے بڑے دانے کے برابر ہونا۔

۶۔ جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کی رمی سے فارغ ہو کر دعا کی خاطر وقوف کرنا۔ جمرۂ قصویٰ (عقبہ) کی رمی کے بعد وقوف نہ کرنا۔

مستحبات رمی

یہ بھی چھ ہیں۔

۱۔ رمی جمرات میں قبلہ رو ہونا۔ اور یہ مستحب ایام تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ ذی الحجہ کی رمی کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ ۱۰۔ ذی الحجہ کی رمی عقبہ میں مستحب یہ ہے کہ جمرہ کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ مکہ مکرمہ بائیں ہاتھ ہو۔

۲۔ ہر قسم کی چھوٹی بڑی نجاست (حکمی) سے پاک ہو۔ نہ بے وضو ہو، نہ غسل کی حاجت میں ہو۔

۳۔ تمام دنوں میں جمرۂ عقبہ کی رمی سوار ہو کر اور باقی جمرات کی پاپیادہ کرنا۔

۴۔ دائیں ہاتھ سے رمی کرنا۔

۵۔ آٹھویں باب کی دوسری فصل میں رمی کا جو مستحب طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق رمی کرنا۔

۶۔ چاروں دن۔ ۱۰ تا ۱۳۔ ذی الحجہ رمی کرنا۔ چوتھے دن سے پہلے کوچ نہ کرنا۔

☆☆☆

تیسری فصل

رمی میں امور احرام و مکروہ کا بیان

محرمات رمی

تین ہیں۔

۱۔ رمی کا اکثر حصہ (چار یا گیارہ) ترک کرنا۔

۲۔ رمی سے پہلے سر منڈانا۔ یعنی جمرۂ عقبہ کی رمی سے پہلے۔

۳۔ رمی کے وقت ادا میں اتنی تاخیر کرنا کہ قضا کا وقت آجائے۔

مکروہات رمی

تیرہ ہیں۔

۱۔ ۱۰۔ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمی کرنا۔

۲۔ ایک روایت کی بناپر تمام دنوں میں زوال سے پہلے رمی کرنا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ درمیانی دو دنوں ۱۲ (۱۱ ذی الحجہ) میں زوال سے پہلے رمی بالکل جائز نہیں اور ۱۳۔ ذی الحجہ کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

۳۔ بڑے پتھر سے رمی کرنا۔

۴۔ بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا اور پھر ان سے رمی کرنا۔

۵۔ مسجد کی کنکریوں سے یا ناپاک کنکریوں سے، یا جمرہ سے اٹھائی ہوئی کنکریوں سے رمی کرنا۔ جیسا کہ آٹھویں باب کی پہلی فصل میں بیان ہوا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر کسی کے ہاتھ سے جمرہ کی جگہ پر کنکر گر جائے تو اسے چاہئے کہ جمرہ کی جگہ کے علاوہ

کسی اور جگہ سے کنکر لے کر اس کے بدلے رمی کرے۔ لیکن اگر کسی نے جمرہ سے کنکر اٹھا کر رمی کردی تو وہ جائز تو ہو جائے گی مگر اس نے برا کیا۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب گری ہوئی کنکری جمرہ کی کنکریوں میں مل جائے۔ لیکن اگر گری ہوئی کنکری پہچان لی جائے اور اسی کو اٹھا کر رمی کردے تو کوئی حرج نہیں۔

۶۔ سات کنکر سے زیادہ مارنا۔

۷۔ رمی کرتے وقت مسنون طریقہ ترک کرنا۔

۸۔ غیر مسنون وقت میں رمی کرنا۔

۹۔ پانچ گز سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا۔

۱۰۔ جمرات کے درمیان ترتیب چھوڑ دینا۔

۱۱۔ کنکریوں یا جمرات کے درمیان تسلسل باقی نہ رکھنا۔ (اور وقفہ دینا)۔

۱۲۔ رمی کے طریقہ پر کنکر نہ مارنا بلکہ ویسے ہی ڈال دینا۔

۱۳۔ جمرہ اولیٰ و وسطیٰ پر رمی کے بعد دعا کے لئے وقوف نہ کرنا۔

چوتھی فصل

رمی جمار کے وقت کا بیان

یاد رہے کہ رمی کے لئے ایک تو ادا یا قضا صحیح ہونے کا وقت ہوتا ہے اور ایک وقت مسنون ہوتا ہے اور ایک مکروہ۔ اور یہ فصل تین انواع پر مشتمل ہے۔

پہلی نوع: ۱۰-ذی الحجہ کے دن جمرۂ عقبہ پر رمی کرنے کے وقت کے بیان میں اور اس کا ذکر تفصیل سے آٹھویں باب کی دوسری فصل میں گزر چکا۔

دوسری نوع: درمیانی دو دنوں (۱۱، ۱۲ ذی الحجہ) کی رمی کے وقت کے بیان میں۔

مسئلہ ۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی کا صحیح وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ پس صحیح قول مشہور کی بنا پر جسے صاحب ہدایہ و قاضی خان، و الکافی، اور البدائع نے اختیار کیا ہے ان دونوں میں زوال سے قبل رمی جائز نہ ہو گی۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ان دو دنوں میں زوال سے پہلے رمی کرنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اگرچہ افضل زوال کے بعد ہی ہے۔ لیکن ظاہر روایت قول اول ہی کی ہے ("ظاہر روایت" کا لفظ محیط میں اس لئے بولا گیا ہے کہ حاکم نے منتقی میں امام صاحب کے حوالے سے جو بیان کیا ہے، اس سے بچا جائے۔ یعنی اگر کوئی تیسرے دن منیٰ سے قبل زوال روانہ ہونا چاہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ رمی کرلے۔ مبسوط اور دوسری معتبر کتب میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔ اور یہ روایت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔ جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور آج کل لوگوں کا اسی روایت پر عمل ہے۔ اور اس میں زحمت سے بچاؤ ہے۔ (ضیاء الابصار حاشیہ نسک الدر المختار شیخ محمد طاہر سنبل المکیؒ) صحیح وہ ہے جو مصنف نے لکھا ہے کہ قول ثانی ضعیف اور غیر راجح ہے۔ سید حسن شاہ مہاجر مکی شاگرد حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تصنیف غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ ظاہر روایت کے مطابق زوال سے قبل رمی جائز نہیں اور یہی جمہور اور اصحاب متون و شروح اور فتاوی کا مسلک ہے۔) مسنون وقت ان دو دنوں میں زوال سے غروب تک ہے۔ اور مکروہ وقت ان دونوں کا غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک ہے۔ جب صبح صادق ہو گئی تو ادا کا وقت جاتا رہا۔ اور قضا کا وقت ایام تشریق ختم ہونے تک ہے۔ پس اگر کسی نے ۱۱ ذی الحجہ کی رمی ۱۲، یا ۱۳ تک موخر کردی یا ۱۲ کی رمی ۱۳ تک موخر کردی تو اس پر دم واجب ہو گا اور ۱۳ کے سورج غروب ہونے سے پہلے قضا بھی واجب ہو گی۔ اس کے بعد قضا کا وقت بھی جاتا رہے گا اور متفقہ حکم کے مطابق

ایک دم واجب ہو گا۔

☆ مسئلہ : آخری دن یعنی ۱۳ ذی الحجہ کو رمی کا وقت صبح صادق کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے، مگر زوال سے قبل مکروہ وقت ہے۔ اور زوال سے غروب آفتاب تک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسنون وقت ہے۔ امام محمد و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس دن بھی سابق دنوں کی طرح زوال سے پہلے رمی جائز نہ ہو گی۔

اور اس دن کا سورج ڈوبنے کے بعد بالاتفاق رمی کا ادا و قضا وقت فوت ہو گیا۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

☆ مسئلہ : اگر کوئی شخص ایام نحر میں سے کسی روز دن کے وقت رمی نہ کر سکے تو اسے چاہئے کہ وہ دن گزرنے کے بعد آنے والی رات کو کر لے۔ اس صورت میں اس پر دم یا صدقہ وغیرہ کچھ واجب نہ ہو گا۔ البتہ خلاف سنت کرنے کی برائی ضرور لازم آئے گی۔ اور اگر دن کی رمی کسی عذر کی بنا پر چھوڑی ہو تو یہ برائی بھی لازم نہ ہو گی۔

اور اگر رات کے وقت بھی رمی نہ کی تو اب بالاتفاق دوسرے دن اس دن کی رمی کی قضا کرے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس پر دم بھی لازم ہو گا۔ البتہ صاحبین کے نزدیک نہیں۔ اگر کسی نے ۱۰، ۱۱، ۱۲ کی رمی نہیں کی تو اب ۱۳ کو سب دنوں کی قضا کرے اور اس صورت میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دم واجب ہو گا۔ اور اگر ۱۳ کو بھی قضا نہیں کی حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا۔ تو اب قضا کا وقت نکل جانے کی وجہ سے رمی اس کے ذمہ سے ساقط ہو گی۔ اور بالاتفاق اس پر ایک دم لازم ہو گا۔

اور چوتھی رات (۱۳ کے بعد آنے والی) رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ رات

گزرنے والے دن کے تابع نہیں۔ بخلاف ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے کہ ان کی ہر رات ان کے تابع ہوتی ہے، رمی جائز ہونے کے حق میں جیسا کہ ابن ھمام اور ابن نجیم وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (قمری تاریخوں میں رات پہلے شمار ہوتی ہے اور دن بعد۔ مگر ایام حج میں صرف تین دن یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ میں دن پہلے شمار کیا جاتا ہے اور رات بعد میں تاکہ اگر کسی دن کی رمی دن کے وقت ادا نہ ہوسکے تو رات کو کرلے، اور وہ رات کی رمی دن ہی کی سمجھی جائے گی۔ مثلاً ۱۰، یا ۱۱ کو ازدحام یا کسی اور وجہ سے دن کو رمی نہ کرسکے اور رات کو کرلے تو وہ ادا ہی سمجھی جائے گی۔ اس پر قضا کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ ہاں اگر دوسرے دن کی صبح صادق ہوگئی تو اب ادا کا وقت جاتا رہا۔ اب جو کرے گا وہ قضا شمار ہوگی۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: رمی کے احکام عورت مرد سب کے لئے یکساں ہیں۔ البتہ عورت کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ رات کے وقت رمی کرے۔ کیونکہ پردے کی رعایت اسی میں زیادہ ہے۔

رمی کے لئے عورت کا کسی کو نائب بنانا جائز نہیں۔ خود اپنے ہاتھ سے رمی کرے۔ البتہ کوئی ایسا عذر ہو کہ خود رمی نہ کرسکے جیسے بیماری وغیرہ تو اس وقت کوئی اور اس کی طرف سے رمی کرسکتا ہے۔

پانچویں فصل

رمی جمار کی کیفیت کا بیان اور رمی کی شرائط و واجبات اور سنن و مستحبات کی تفصیل

واضح رہے کہ رمی جمرۂ عقبہ ۱۰۔ ذی الحجہ کی کیفیت تو آٹھویں باب کی دوسری فصل میں مذکور ہوچکی، اب باقی تین دنوں میں تینوں جمرات کی رمی کی کیفیت کو تین

قسم کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم: دوسرے دن یعنی ۱۱۔ ذی الحجہ کی رمی کی کیفیت کا بیان۔

مسئلہ: جب رمی کا دوسرا دن شروع ہو تو اس دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے اور رمی سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لینا مستحب ہے۔

اس دن جمرۂ اولیٰ سے رمی کی ابتداء کرنا سنت موکدہ ہے۔ جمرۂ اولیٰ، مسجد خیف سے قریب ہے اور مکہ کی راہ میں منیٰ کا جو نشیبی حصہ ہے اس سے دور ہے۔ جمرۂ اولیٰ پر آئے، اور اتنے فاصلہ سے کھڑا ہو کہ کنکریوں کے ڈھیر اور اس کے درمیان کم از کم فاصلہ پانچ گز کا رہے۔ یہ فاصلہ زیادہ تو ہو سکتا ہے مگر اس سے کم نہ ہو۔ جمرہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ جمرہ کے ستون کا زیادہ حصہ اس کے دائیں طرف ہو اور تھوڑا حصہ بائیں طرف۔ تاکہ پورے طور پر آمنے سامنے کی صورت نہ ہو۔ اور قبلہ رو ہو کر اپنے دائیں ہاتھ سے جمرہ پر سات کنکریاں مارے۔ جو کھجور کی گٹھلی یا باقلا کے بڑے دانے کے برابر ہوں۔ اور آٹھویں باب کی دوسری فصل میں رمی کی جو مستحب کیفیت بیان کی جا چکی ہے رمی میں اس کا لحاظ رکھے۔ اور ہر کنکر مارتے وقت زبان سے یہ کہے۔

بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ. رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ وَ رِضًى لِّلرَّحْمٰنِ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

جب ساتوں کنکریاں مار چکے تو جمرہ سے تھوڑا آگے بڑھے اور اپنے بائیں ہاتھ تھوڑا سا گھومے۔ اور وہاں دعا کے لئے روبقبلہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک آسمان رخ اٹھائے۔ ہاتھ اٹھانے کی یہی صورت مطلق دعا میں بھی سنت ہے۔ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ تسبیح و تہلیل کہے، تکبیر پڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ نہایت عاجزی، ذلت اور تضرع وزاری اور دل لگا کر

دعا مانگے۔ طلب مغفرت کرے۔ دعا میں اپنی ذات کے ساتھ ساتھ والدین، اعزہ و اقارب، دوست احباب اور اساتذہ و مشائخ اور تمام مسلمانوں کو شریک رکھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ یہ دعا فرمائی ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ۔

(اے اللہ حج کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ اور ان کی بھی مغفرت فرما جن کے لئے حج کرنے والے مغفرت چاہیں)۔

اس مقام پر دعا، ذکر اذکار کے لئے بہت دیر تک کھڑا رہنا چاہئے۔ بعض مشائخ کرام نے تو طویل قیام کا اندازہ سورۂ بقرہ پڑھنے کی مدت جتنا فرمایا ہے۔ اور بعض نے تین احزاب قرآنیہ کے پڑھنے کے برابر کہا ہے۔ ایک حزب قرآنی سے پاؤ پارے کے برابر مراد لی ہے۔ اور دیگر بعض علماء نے بیس آیات قرآنیہ پڑھنے کی مدت مقرر کی ہے۔ اور یہ مقدار کم سے کم ہے۔ پہلی جتنی مدت وقوف افضل ہے۔

☆ مسئلہ: اسکے بعد جمرۂ وسطی کی طرف آئے، اور جو کچھ عمل جمرۂ اولی پر کیا تھا یہاں بھی کرے۔ البتہ جب کنکر مار کر دعا کے لئے وقوف کرنا چاہے اس وقت جمرہ وسطی سے آگے نہ بڑھے، جس طرح جمرۂ اولی پر آگے بڑھا تھا کیونکہ اس مقام پر آگے بڑھنے کی جگہ نہ ہونے سے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ بلکہ اپنے بائیں ہاتھ نیچے اتر آئے اور جمرۂ وسطی کو اپنے دائیں ہاتھ رکھ کر، بطن وادی (نشیبی زمین) میں جمرہ سے اتنی دور کھڑا ہو کہ وہاں سے کنکری اگر ماری جائے تو جمرہ تک نہ پہنچ سکے۔ دعا، ذکر اذکار، وغیرہ جس طرح جمرۂ اولی پر کی تھیں یہاں بھی کرے۔ یہاں بھی دعا میں ہاتھ اٹھائے۔

☆ مسئلہ۔ اس کے بعد جمرہ قصوی۔ یعنی جمرہ عقبہ پر آئے۔ اس کا محل وقوع مکہ مکرمہ کی طرف سے نزدیک اور مزدلفہ کی سمت سے دور ہے۔ اس کے قریب نشیب

میں کھڑے ہو کر سات کنکر مارے۔ اونچائی پر کھڑے ہو کر نہ مارے۔ یہ مسئلہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔

جمرۂ عقبہ پر تمام دنوں میں رمی کے بعد دعا کے لئے وقوف نہیں کرنا چاہئے۔ ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔ بلکہ بغیر ٹھہرے اور کھڑے ہوئے دعا کرنا چاہئے۔ باقی دو جمرات پر سب دنوں میں رمی کے بعد دعا کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمرۂ عقبہ کے نزدیک جگہ اتنی تنگ تھی کہ اگر کوئی وہاں وقوف کرتا تو دیگر تمام رمی کرنے والوں کو تکلیف ہوتی۔ باقی دو جمرات کی نزدیک جگہ چونکہ کشادہ تھی، وہاں وقوف دوسروں کے لئے باعث زحمت نہ تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۂ عقبہ پر تو وقوف نہیں فرمایا ان دونوں جمرات پر فرمایا۔

☆ مسئلہ: مقدمہ غزنویہ میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ ہر جمرہ کی رمی سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل پڑھنی چاہئے، مگر یہ مسئلہ نہ تو فقہ کی مشہور کتابوں میں کہیں ہے اور نہ احادیث میں مروی، ملا علی قاری نے اس کی صراحت کی ہے۔

لیکن نماز چونکہ بجائے خود ایک مرغوب و پسندیدہ عمل ہے اس لئے کوئی پڑھتا ہو تو اسے منع نہ کرے تاکہ اَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔

☆ مسئلہ: جب ۱۱۔ ذی الحجہ کی ان تینوں رمیوں سے فارغ ہو جائے تو اب منیٰ میں اپنی جائے مقام پر آجائے آج کے دن اب اور کوئی عمل نہیں کرنا رہ گیا ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا ہمارے (احناف) کے نزدیک تو سنت موکدہ ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔

دوسری قسم: تیسرے دن(۱۲ ذی الحجہ) کی رمی کی کیفیت کا بیان۔

☆ مسئلہ: رمی کے تیسرے دن بھی تینوں جمرات پر کنکریاں مارے۔ یہ رمی بھی زوال کے بعد بالکل اسی کیفیت کے ساتھ کی جائے گی جس طرح ۱۱ ذی الحجہ کو کی تھی۔

☆ مسئلہ: اس دن کی رمی سے فارغ ہو کر حاجی کے لئے بلا کراہت جائز ہے کہ وہ چاہے تو منیٰ سے مکہ مکرمہ کے لئے کوچ کر جائے۔ اور ۱۳۔ ذی الحجہ کی رمی ترک کردے۔ بمطابق قرآنی حکم فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ الخ کے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ ابھی منیٰ ہی میں قیام کرے تاکہ ۱۳۔ ذی الحجہ کی رمی بھی کر لے۔

☆ مسئلہ: مسئلہ بالا میں کوچ بلا کراہت اس وقت جائز ہے جب کہ ۱۲ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے روانہ ہو جائے۔ لیکن اگر آفتاب منیٰ ہی میں غروب ہو جائے تو اب رات کو منیٰ سے روانہ ہو جانا مکروہ ہے۔ بہتر ہے کہ رات کو ٹھہرے اور ۱۳ کی رمی کر کے روانہ ہو۔ لیکن اگر کوئی رات ہی کو ۱۳ کی صبح صادق ہونے سے پہلے کوچ کر جائے تو یہ برا ہے تاہم اس کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہ آئے گا۔ ظاہر روایت کے مطابق تو یہی حکم ہے مگر کہا یہ بھی گیا ہے کہ ایسی صورت میں دم بھی لازم آئے گا، اور اگر ۱۳ کی صبح صادق کے بعد روانہ ہوا تو بالاتفاق دم لازم ہو گا۔

☆ مسئلہ: اگر ۱۳ کو روانہ ہونے والے حاجی کے پاس رمی کے لئے اٹھائی ہوئی کچھ کنکریاں بچ رہیں تو یا تو وہ کسی دوسرے ضرورت مند حاجی کو دے دے یا ویسے ہی کسی کھلی جگہ میں ان کو ڈال دے۔ ان کو زمین میں دفن کرنا جیسے بعض ناواقف عوام کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور عدد مسنون سے زائد کنکریاں جمرہ پر مارنا سنت کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ ہے۔

تیسری قسم: ۱۳ ذی الحجہ کی رمی کی کیفیت کا بیان

☆ مسئلہ: جب ۱۳۔ ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے پر منیٰ سے کوچ نہیں کیا تو اب ۱۳ کی رمی بھی واجب ہو گئی۔ زوال کے بعد اب تینوں جمرات پر کنکریاں مارے۔ سابقہ طریقہ کی مطابق۔ ۱۳۔ ذی الحجہ کو زوال سے پہلے بھی رمی کرنا جائز ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ جیساکہ گزر چکا۔

☆ مسئلہ: اگر اس دن غروب آفتاب تک رمی نہ کی تو اب رمی کا ادا اور قضا دونوں وقت فوت ہوگئے۔ اور بالاتفاق اس پر دم لازم ہو گیا۔

چھٹی فصل

رمی سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ طواف وداع کے لئے جانے اور وادی محصب میں قیام کا سنت ہونے کا بیان

جب چوتھے دن (۱۳ ذی الحجہ) کی رمی سے فارغ ہو جائے تو طواف وداع کی خاطر منیٰ سے مکہ آئے۔ افضل یہ ہے کہ منیٰ سے (بعد زوال) ظہر کی نماز سے پہلے روانہ ہو اور جب راستہ میں محصب کے مقام پر پہنچے تو وہاں ٹھیرے چاہے گھڑی بھر کو رکے۔ کیونکہ ایسا کرنا سنت موکدہ ہے۔ وہاں رک کر دارین کی بھلائی اور اعمال خیر کی توفیق کی دعا کرے۔ اور محصب میں ظہر و عصر مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھنا، وہاں تھوڑی نیند لینا افضل ہے۔ اس کے بعد مکہ میں داخل ہو۔

فائدہ: محصب کا تلفظ ص کے زبر اور تشدید کے ساتھ ہے، یہ مکہ کے قریب ایک مقام ہے۔ اس کو بطح، بطحاء، حصباء اور خیف بھی کہتے ہیں۔ اس کا محل وقوع دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ قول صحیح کے مطابق اس کی حد کی تفصیل یوں ہے کہ جب مکہ

مکرمہ سے منیٰ کی طرف جائیں تو مکہ کے قبرستان کے نزدیک ایک پہاڑ پڑتا ہے اور دوسرا پہاڑ اس پہاڑ کے مقابلہ میں ہے۔ اب آپ منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بطن وادی سے، بلندی پر اپنے بائیں ہاتھ جہاں سے چڑھائی شروع کریں گے وہاں سے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا سارا حصہ محصب ہے۔ مکہ مکرمہ کا قبرستان، محصب میں شامل نہیں ہے۔ (اب تعمیراتی پھیلاؤ اور آبادی کی کثرت کی بناء پر، نشیب و فراز پر عمارات اور سڑکیں بن جانے کے سبب ممکن ہے محصب کی یہ حد بندی کافی نہ ہو مگر دریافت کرنے پر اس کا پتہ بآسانی سے لگ جاتا ہے۔ غالبًا آجکل اس علاقہ کو معابدہ کہتے ہیں۔ نعمانی)

☆ مسئلہ: محصب میں نہ ٹھیرنا بوجہ ترک سنت برا ہے۔

☆ مسئلہ: حج کے جملہ اعمال سے فارغ ہوکر اور ایام تشریق گزر جانے کے بعد جب کوئی مکہ میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ جتنے عمرے کرنے کی ہمت ہو اپنی طرف سے اپنے والدین بھائی بہن عزیز و اقارب وغیرہ کی طرف سے کرے۔

(فتاویٰ سراجیہ)

حج کے اعمال سے فراغت کی شرط ہم نے اس لئے لگائی کہ اگر کوئی شخص عرفات کے وقوف کے بعد حلق سے پہلے، یا حلق کے بعد طواف زیارت سے قبل، یا حلق و طواف کے بعد سعی سے پہلے یا حلق و طواف و سعی کے بعد رمی جمار سے پہلے، احرام باندھ لے تو ان تمام صورتوں میں اس پر عمرہ کا احرام توڑنا واجب ہے۔ اور ایک دم بھی اس احرام کے توڑنے کی وجہ سے لازم ہوگا۔ (نیز اسی کے ساتھ اس عمرہ کی جس کا احرام توڑا ہے قضا بھی واجب ہوگی۔ مطلب یہ کہ مندرجہ بالا صورتوں میں احرام باندھنے کی وجہ سے اس پر تین باتیں لازم و واجب ہوں گی۔ (۱) یا احرام توڑے (۲)

اس کا دم دے (۳) اس کی قضا کرے۔ نعمانی)۔

اور اگر کوئی یہ احرام نہ توڑے تو بھی دو اعمال حج (نسک) جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اہل مکہ جو اکثر ایسا کر لیتے ہیں کہ حج کی سعی کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں ان پر دو اعمال حج، جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم ہو جاتا ہے۔

شیخ علی قاری اور حنیف الدین المرشدی نے منسک متوسط کی شرحوں میں اس کو صراحت سے بیان کیا ہے۔

اور ایام تشریق گزر جانے کی شرط اس لئے لگائی کہ روز عرفہ، ایام نحر و ایام تشریق میں عمرہ مکروہ ہے۔ اس کا بیان بارہویں باب میں احکام عمرہ کے ذیل میں انشاءاللہ آئے گا۔

☆☆☆

گیارہواں باب

طواف وداع۔ جو واجبات حج میں سے ہے، کا بیان

یہ باب چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

اس بیان میں کہ طواف وداع کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں۔

☆ مسئلہ : طواف وداع ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے چاہے اس نے حج افراد کیا ہو یا قران وتمتع۔ اس لئے صرف عمرہ کے لئے آنے والے آفاقی پر واجب نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اہل مکہ، اہل حرم اور اہل حل پر واجب ہوگا۔ جیسے جدہ، تنعیم، عرفات اور اسی طرح کی آبادیوں میں رہنے والے۔ اور نہ ان لوگوں پر واجب ہوگا جو عین مواقیت پر رہتے ہیں۔ مواقیت سے خارج نہیں رہتے۔

☆ مسئلہ : وقوف عرفات نہ کر سکنے کی وجہ سے جس کا حج فوت ہوگیا اس پر بھی طواف وداع واجب نہیں نہ اس پر جسے حج کرنے سے روک دیا گیا ہو (یعنی محصر) اور نہ ایسے پاگل پر جو احرام باندھنے کے بعد پاگل ہوگیا ہو اور نہ بچوں پر۔ کیونکہ پاگل اور بچے مکلف نہیں۔ حیض ونفاس میں مبتلا عورتوں پر بھی ان کے معذور ہونے کے سبب واجب نہیں ہاں اگر یہ مکہ کی آبادی سے نکلنے سے پہلے پاک ہو جائیں تو ان پر واجب ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کی کچھ تفصیل پہلے باب کی پانچویں فصل میں گزر چکی۔

☆ مسئلہ: طواف وداع اس آفاقی پر بھی واجب نہیں جو مکہ یا حوالی مکہ یا داخل میقات حلّی علاقہ میں وطن بنانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بشرطیکہ اس نے یہ نیت ۱۲۔ذی الحجہ کے زوال سے پہلے کر لی ہو اور اگر نیت زوال کے بعد کی تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک طواف وداع ساقط نہ ہو گا۔ اس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

وطن بنانے کی نیت کی شرط لگانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی آفاقی ایک معین مدت تک مکہ مکرمہ میں قیام کی نیت کر لے تو اس سے طواف وداع ساقط نہ ہوگا۔ چاہے مدت قیام سالہا سال ہو اور انہوں نے قیام کی نیت ۱۲۔ذی الحجہ کے زوال سے پہلے کی ہو یا بعد۔

(موجودہ زمانے میں کوئی بھی آفاقی مکہ مکرمہ یا دیگر علاقہ جات کو اپنے ارادہ سے وطن نہیں بنا سکتا تا آنکہ حکومت وقت اجازت نہ دے۔ اس لئے اب اگر کوئی یہ نیت کر بھی لے تو بھی طواف وداع اس سے ساقط نہیں ہو گا۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: ۱۲ذی الحجہ زوال سے قبل مکہ مکرمہ کو وطن بنانے کی نیت کرنے کے بعد رائے بدل گئی اور اب اسے وطن نہیں بنانا چاہتا اور وہاں سے جانا چاہتا ہو تو خروج کے وقت اس پر طواف وداع واجب نہیں۔ جیسا کہ مکی پر باہر جانے کے وقت واجب نہیں ہوتا۔

دوسری فصل

طواف وداع ترک کرنے سے متعلق بعض مسائل کا بیان

☆ مسئلہ: جس پر طواف وداع واجب تھا اس نے طواف نہیں کیا اور مکہ سے

... تو جب تک وہ میقات کے اندر ہے اس پر واجب ہے کہ واپس ... طواف کرنے آئے۔ یہ واپسی احرام کے ساتھ لازمی نہیں کیونکہ طواف ... کے احرام کی حالت میں ہونا شرط نہیں۔

اور اگر میقات سے باہر چلا گیا تو اب اس پر لوٹ کر آنا واجب نہیں، اس پر دم واجب ہے۔ اب اگر وہ واپس آئے اور اس نیت سے کہ طواف وداع کر لوں تاکہ دم ساقط ہو جائے تو اب اس کے لئے احرام لازمی ہے۔ اور احرام بھی عمرہ کا باندھے طواف وداع کی نیت سے احرام نہ باندھے۔ کیونکہ میقات سے باہر کا کوئی بھی آدمی جب بھی حرم میں داخلہ کا ارادہ کرے اس کے لئے احرام باندھ کر آنا لازمی ہے۔

پس جب وہ احرام باندھ کر لوٹے تو پہلے طواف عمرہ کرے، کیونکہ وہ قوی ہے اس کے بعد طواف وداع کرے۔ تو وہ دم ساقط ہو جائے گا۔

☆ مسئلہ: میقات سے تجاوز کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ لوٹ کر نہ آئے بلکہ دم بھیج دے تاکہ حرم میں ذبح کر دیا جائے، اس میں اس کا یہ فائدہ ہے کہ سفر کی تکلیف سے بچ جائے گا۔ اور مسکینوں محتاجوں کو اس کے دم سے فائدہ ہو جائے گا۔

☆ مسئلہ: اوپر کے مسئلہ میں طواف وداع کے لئے لوٹ کر آنے یا ترک پر دم لازم ہونے کا جو ذکر ہوا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ اس نے طواف زیارت کے بعد کوئی بھی نفلی طواف نہ کیا ہو، لیکن اگر اس نے کوئی نفلی طواف کر لیا ہو تو یہ طواف اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔ چاہے طواف وداع کی نیت نہ کی ہو، اور چاہے وہ طواف نفل ۱۰/ کو کیا ہو یا اس کے بعد کیا ہو، اور جملہ اعمال حج سے فارغ ہو کر کیا ہو یا کوئی چیز باقی رہنے کی صورت میں کیا ہو۔

☆ مسئلہ: مکہ سے قافلہ وغیرہ کی روانگی کے وقت جو عورت اعذار نسوانی میں

مبتلا ہو اس کا حکم پہلے باب کی پانچویں فصل میں مفصل گزر چکا یہاں اس کو مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

تیسری فصل

طواف وداع صحیح ہونے کی شرائط، اس کے واجبات اور اس کے جائز و مستحب اوقات کا بیان۔

☆ مسئلہ: تیسرے باب کی دوسری فصل میں مطلق طواف کے بیان میں جو شرائط صحت اور واجبات بیان کئے گئے ہیں وہی طواف وداع میں بھی ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ طواف وداع کے لئے چونکہ وقت مخصوص ہے اس لئے اسی فصل میں اسی کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆ مسئلہ: طواف وداع صحیح ہونے کے وقت کی ابتدا طواف سے فارغ ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ صرف رخصت ہونے کا ارادہ کرنے سے اس وقت کی ابتدا نہیں سمجھی جائے گی۔

اور صحت ادا کا آخری وقت کوئی متعین نہیں، تمام عمر میں جب بھی طواف وداع کرے گا، اسے ادا ہی کہا جائے گا، قضا نہیں کہیں گے۔ مثلاً کوئی سال بھر کے بعد کرے تو وہ ادا ہی کہلائے گا۔

☆ مسئلہ: طواف وداع کا مستحب وقت وہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ سے کوچ کرنے لگے تو طواف کرے۔ یعنی طواف کے بعد فوراً روانہ ہو جائے، طواف اور روانگی کے درمیان کوئی کام نہ کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حج کے بعد قیام مکہ کے دوران روانگی تک کوئی اور طواف نہ کرنا چاہیے بلکہ جتنے طواف چاہے کرے، ان میں سے پہلا طواف وداع ہو جائے گا۔ ہاں جب سفر پر روانہ ہونے لگے اور وداع کی نیت سے طواف

کرلے تو یہ طواف وداع تصور ہوگا اور پہلا طواف نفل ہو جائے گا۔

☆ مسئلہ: طواف وداع کرنے کے بعد بھی اگر کچھ مدت مکہ مکرمہ میں مقیم رہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں چاہے مدت کتنی ہی طویل ہو۔ صرف ترک مستحب لازم آئے گا۔ اس صورت میں افضل یہ ہے کہ جب مکہ سے جانے لگے اس وقت وداع کی نیت سے ایک طواف اور کرلے تاکہ استحباب کی برکت مل جائے۔

☆ مسئلہ: امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت بیان کی گئی کہ آپ نے فرمایا کہ اگر دن میں کسی نے طواف وداع کیا پھر مکہ مکرمہ میں عشاء کے وقت تک مقیم رہا تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ جاتے وقت وداع کی نیت سے ایک اور طواف کرلے تاکہ مکہ سے روانگی کے وقت اس کا آخری عمل طواف ہو۔

چوتھی فصل

طواف وداع کی اجمالی کیفیت کا بیان

☆ مسئلہ: جب مسجد حرام میں داخل ہو تو طواف کی نیت کرے اور پھر حجر اسود کو بوسہ دے کر ابتدا کرے۔ اس کے بعد سات چکر اس طریقہ کے مطابق پورے کرے جو تیسرے باب کی تیسری فصل میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

طواف وداع میں اضطباع، رمل اور صفا و مروہ کی سعی نہیں ہوتی، طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے یا مسجد حرام میں کسی جگہ دو رکعت واجب الطّواف ادا کرے۔ پھر زمزم پر آئے اور قبلہ رو ہو کر تمام آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے جن کی تفصیل حوالہ بالا میں مذکور ہوئی، زمزم پئے اور اپنے اوپر کچھ پانی بہائے، برکت کی نیت سے تمام بدن پر غسل کی طرح ڈالے تو اچھا ہے۔ اس کے بعد ملتزم شریف پر آکر چمٹ جائے۔

☆ مسئلہ: ملتزم پر چمٹنے کی کیفیت یہ ہو کہ سینہ اور دایاں رخسار کعبہ مکرمہ کی

دیوار سے لگائے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر دائیں ہاتھ سے در کعبہ کی دہلیز پکڑ لے۔ تھوڑی دیر کعبہ کا پردہ پکڑ کر بھی کھڑا رہے۔ اور اس دوران حمد و ثناء، تکبیر و تہلیل اور درود شریف اور استغفار پڑھے۔ اور نہایت عاجزی و گریہ وزاری سے رو رو کر اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اپنی آل اولاد، بہن بھائی، عزیز و اقارب، بزرگوں، دوستوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائیں کرے۔ اور یہ الفاظ بھی کہے۔

اَلسَّائِلُ بِبَابِكَ يَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَ مَعْرُوْفِكَ وَ يَرْجُوْ رَحْمَتَكَ۔

اس موقع پر یہ دعا پڑھنا بھی منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ. اَلْبَيْتُ بَيْتُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ حَمَلْتَنِيْ عَلٰى مَا سَخَّرْتَ لِيْ مِنْ خَلْقِكَ حَتّٰى سَيَّرْتَنِيْ فِيْ بِلَادِكَ وَ بَلَّغْتَنِيْ بِنِعْمَتِكَ حَتّٰى اَعَنْتَنِيْ عَلٰى قَضَاءِ مَنَاسِكِكَ فَاِنْ كُنْتَ رَضِيْتَ عَنِّيْ فَازْدُدْ عَنِّيْ رِضًى وَّاِلَّا فَمُنَّ الْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تَنْاٰى عَنْ بَيْتِكَ دَارِيْ وَ يَبْعُدَ عَنْ فِرَارِيْ هٰذَا وَاِنْ انْصِرَافِيْ اِنْ اَذِنْتَ لِيْ غَيْرَ مُسْتَبْدِلٍ بِكَ وَلَا بَيْتِكَ وَلَا رَاغِبٌ عَنْكَ وَلَا عَنْ بَيْتِكَ. اَللّٰهُمَّ فَاَصْحِبْنِى الْعَافِيَةَ فِيْ بَدَنِيْ وَالْعِصْمَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَ اَحْسِنْ مُنْقَلَبِيْ وَارْزُقْنِى الْعَمَلَ بِطَاعَتِكَ مَآ اَبْقَيْتَنِيْ. وَاجْمَعْ لِيْ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اور خانہ کعبہ سے جدا ہوتے وقت کے لئے یہ دعا بھی بہت مشہور ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَيْتُكَ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. اَللّٰهُمَّ فَكَمَا هَدَيْتَنَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى عَنَّا بِرَحْمَتِكَ يَآ

اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

☆ مسئلہ: اس سے فارغ ہو کر اگر موقع میسر آجائے تو بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہو اور دخول کعبہ کے جو آداب تیرھویں باب کی دوسری فصل میں بیان کئے جائیں گے ان کو ملحوظ رکھے۔

☆ مسئلہ: اس کے بعد تیسری فصل کے تیسرے باب میں ذکر کردہ طریقہ پر حجر اسود کا استلام کرے۔

☆ مسئلہ: اس کے بعد کعبہ مکرمہ سے رخصت ہو اور بوقت رخصت یہ الفاظ کہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنْ بَیْتِکَ الْحَرَامِ۔ وَاِنْ جَعَلْتَ فَعَوِّضْنِیْ مِنْہُ الْجَنَّۃَ۔

نیز یہ کلمات بھی پڑھ لے۔

آئِبُوْنَ، تَآئِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ وَلِرَحْمَتِہٖ قَاصِدُوْنَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

مسجد حرام سے باہر نکلنے تک ان دعاؤں کو دہراتا رہے (کذا فی البحر العمیق) رخصت ہوتے وقت منہ کعبہ کی طرف ہو، آنکھیں اس پر لگی ہوئی، حسرت فراق اور جدائی کے غم میں آنسو بہا رہی ہوں۔ رونا نہ بھی آئے تو بتکلف رونے کی سعی کرے، ورنہ رونی شکل ہی بنا لے۔ رخصت ہونے کی افضل صورت بعض علماء نے الٹے پاؤں لوٹنے کی بتائی ہے کہ نظر کعبہ پر رہے اور پیچھے ہٹتا جائے، کیونکہ کعبہ کی عظمت و جلال کی رعایت کا مظاہرہ اسی ہیئت میں ہوتا ہے۔ مگر رخصت کی یہ ہیئت نہ

احادیث سے ثابت ہے نہ آثار صحابہؓ سے۔ (بحوالہ ہدایہ، کافی، تبیین، المجمع وغیرہا)۔
اور بعض دیگر علماء نے عام طریقہ کی چال سے رخصت ہونے کو افضل بتایا ہے کہ باہر کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پشت کر کے کچھ چلے پھر مڑ کر کعبہ کو دیکھ لے، مطلب یہ کہ چلتا جائے اور مڑ مڑ کر دیکھتا جائے، جیسے کوئی مہجور' جدائی اور فراق کی منزل بادل ناخواستہ کاٹ رہا ہو کہ جانے کو دل نہیں چاہتا مگر مجبوراً جانا پڑ رہا ہے۔ (میرے خیال میں یہ خالص جذباتی صورت ہے، اس کو مسئلہ کی حدود سے آزاد رکھا جائے۔ جس ذوق کا آدمی جو صورت اختیار کرے اس کے لئے انشاءاللہ وہی صورت افضل ہو گی۔ نہ الٹے قدموں رخصت ہونے والے سیدھی چال والے پر نکیر کریں اور نہ سیدھی چال والے اپنی فضیلت جتائیں، یہ طریق عشق ہے، اعتراض کی جگہ نہیں۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: رخصت ہونے کی جو صورت بھی ہو وہ مسجد حرام سے باہر نکلنے تک برقرار رہے۔

☆ مسئلہ: باب خزورہ سے مسجد سے باہر آنا مستحب ہے، یہی قول ہے اور اس پر امت کا عمل در آمد ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازہ سے باہر تشریف لائے تھے (بحوالہ ترمذی)۔ باب خزورہ خانہ کعبہ کے مغربی جانب ہے اور اب باب وادع کے نام سے مشہور ہے۔ بعض اہل علم نے باب عمرہ سے باہر آنے کو مستحب کہا ہے۔

☆ مسئلہ: ثنیہ سفلی سے (نشیبی گھاٹی) جو مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں جبل قعیقان کے قرب وادی ذی طویٰ کی طرف واقع ہے، مکہ مکرمہ سے باہر نکلنا مستحب ہے۔ چاہے یہ راستہ اس کے ملک کو نہ جاتا ہو، (وجہ استحباب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی راستہ سے مکہ مکرمہ سے خروج فرمایا تھا۔ نعمانی) اس ثنیہ (گھاٹی)

کی ہے۔ اس کی تحقیق باب دوم میں گزر چکی۔

☆ مسئلہ: نسوانی اعذار میں مبتلا عورتیں کعبہ سے رخصت کے وقت مسجد حرام میں داخل نہ ہوں بلکہ مسجد کے کسی بھی دروازہ پر کھڑے ہو کر دعائیں کر لیں اور اوپر مذکورہ دعائیں پڑھ لیں۔ یا ایسا کئے بغیر ہی روانہ ہو جائیں۔

☆ مسئلہ: مساکین و فقراء حرم پر اپنی ہمت و ذوق کے بقدر رخصت کے وقت کچھ صدقہ کرنا مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: ان تمام امور سے فراغت کے بعد اب حاجی کو مدینہ منورہ برائے زیارت حضرت سید الاولین والآخرین وصلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین روانہ ہو جانا چاہئے، تاکہ حرمین شریفین کا زائر بن کر سعادت کونین کا مستحق بن سکے۔ زیارت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت انشاء اللہ چودھویں باب میں مذکور ہوگی۔

☆☆☆

بارہواں باب

عمرہ کے احکام۔ جو حج اصغر کہلاتا ہے اس باب میں چار فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

عمرہ کے فضائل اور اسکے وقت کا بیان

☆ مسئلہ: حج معروف کے مقابلہ میں عمرہ حج اصغر ہے۔ اور حج معروف، حج اکبر ایک ہی ہیں (جمعہ کے دن کو حج اکبر کہنے کی روایت بے اصل ہے۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: قول مختار، و صحیح کے مطابق ہم احناف کے نزدیک تمام عمر میں ایک مرتبہ عمرہ ادا کرنا سنت موکدہ ہے۔ بعض علماء نے واجب بھی کہا ہے۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک عمر بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا حج کی طرح فرض ہے۔ ایک سے زیادہ چاروں اماموں کے نزدیک بالاتفاق مستحب ہے۔

اور ہمارے نیز امام شافعی واحمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک سال میں ہمت وطاقت کے مطابق کئی عمرے بھی مستحب ہیں۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک سال میں ایک سے زیادہ عمرہ مکروہ ہے۔

☆ مسئلہ: عمرہ کے فضائل کی ایک وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما یعنی ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کی

مدت کے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ (بخاری و مسلم)
اور ملا رحمت اللہ نے اپنی منسک کبیر میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین عمرے ایک حج کے برابر ہیں۔ اور ایک روایت میں دو عمروں کو حج کے برابر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ رمضان کے علاوہ کئے جانے والے عمروں کے متعلق ہے، رمضان میں کیا جانے والا تو ایک عمرہ بھی حج کی مانند ہو جاتا ہے۔ عنقریب ہی اس کا بیان آئے گا۔

☆ مسئلہ: عمرہ سال کے تمام دنوں میں جائز ہے۔ البتہ سال کے پانچ دنوں یعنی ۹ ذی الحجہ تا ۱۳ ذی الحجہ عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ ان تاریخوں سے پہلے باندھے ہوئے احرام کے ساتھ ان دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (حوالہ العمیق)

☆ مسئلہ: عمرہ کا افضل وقت ماہ رمضان ہے چاہے دن میں ہو یا رات میں، اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "رمضان میں کیا جانے والا عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے" اور ایک روایت میں "میرے ساتھ کئے ہوئے حج کے برابر" کے الفاظ آئے ہیں۔ (بخاری)
اگر کسی شخص نے عمرہ شروع تو شعبان میں کیا مگر ختم رمضان میں کیا تو اگر طواف کے زائد چکر رمضان میں کئے تو وہ عمرہ رمضانیہ شمار ہوگا ورنہ عمرہ شعبانیہ ہوگا۔

☆ مسئلہ: عمرہ کے احرام کے لئے افضل جگہ اہل مکہ کے لئے (اور ان کے لئے جو کسی صورت اہل مکہ کے حکم میں ہیں۔ نعمانی) تنعیم ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خصوصیت کے ساتھ تنعیم سے احرام باندھنے کے لئے فرمایا تھا۔
تنعیم کے بعد افضل مقام جعرانہ ہے۔

جعرانہ و تنعیم کے معنی، تنعیم کی وجہ فضیلت اور حضرت صدیقہ کے احرام کی جگہ کے تعین سے متعلق تفصیلی بحث پہلے باب کی دوسری فصل میں گزر چکی۔ بوقت ضرورت وہاں دیکھ لی جائے۔

دوسری فصل

عمرہ کے حج کی مانند ہونے، اس کے ادا کرنے کی کیفیت اور حج و عمرہ کے درمیان فرق کی وجوہ کا بیان۔

☆ مسئلہ: عمرہ ہر شخص کے لئے سنت موکدہ نہیں ہے بلکہ اس شخص کے لئے سنت موکدہ ہے۔ جس میں حج فرض ہونے والی شرائط مثلاً زادو راحلہ کی استطاعت وغیرہ پائی جائیں۔

اور فرائض و واجبات، سنن و مستحبات اور ممنوعات کے لحاظ سے عمرہ کا احرام حج کے احرام کی طرح ہے۔

اور عمرہ کے احرام کا میقات سے باندھنا اسی طرح واجب ہے جس طرح حج کا احرام اور فرائض و واجبات، سنن و مستحبات و مکروہات اور تمام مسائل میں عمرہ و حج کے احکام یکساں ہیں البتہ دس مسئلوں میں باہم فرق ہے۔

۱۔ عمرہ فرض نہیں، حج فرض ہے۔

۲۔ عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت جواز مقرر نہیں، بجز پانچ دنوں کے کہ ان میں عمرہ مکروہ ہے۔

۳۔ عمرہ فوت نہیں ہوتا۔ حج فوت ہو سکتا ہے۔

۴۔ عمرہ میں نہ وقوف عرفات ہے نہ مزدلفہ و منیٰ میں قیام و شب گزاری، نہ رمی جمار، نہ جمع بین الصلاتین اور نہ خطبہ۔ جبکہ حج میں یہ تمام باتیں ہوتی ہیں۔

۵۔ عمرہ میں طواف قدوم بھی نہیں ہوتا چاہے معتمر آفاقی ہو۔ بخلاف حج کے۔

۶۔ عمرہ کے بعد طواف وداع نہیں ہے چاہے معتمر آفاقی ہو اور بعد عمرہ سفر کرنا چاہتا ہو، بخلاف حج کے۔ ظاہر روایت یہی ہے اگر چہ کہا یہ بھی گیا ہے کہ عمرہ میں بھی حج کی طرح طواف وداع واجب ہے۔

۷۔ عمرہ میں کسی بھی جنایات میں بدنہ (سالم گائے یا اونٹ) واجب نہیں ہوتا بخلاف حج کہ کہ اس میں دو باتوں کی وجہ سے پورا بدنہ واجب ہوتا ہے۔ ایک تو اس وقت جب وقوف عرفات کے بعد طواف زیارت سے قبل ہمبستر ہو جائے، دوم اس وقت جب کہ طواف زیارت غسل کی حالت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا جائے۔

۸۔ مکی اور جوان کے حکم میں ہوں سب کے لئے عمرہ میں میقات حل ہے اور حج میں ان کی میقات حرم ہے۔ البتہ آفاقی کے لئے حج و عمرہ دونوں کی میقات ایک ہی ہے۔

۹۔ عمرہ والے کا تلبیہ طواف شروع ہوتے ہی موقوف ہو جاتا ہے۔ بخلاف حج افراد و قران والے کے کہ ان کا تلبیہ رمی جمرہ عقبہ شروع کرتے وقت موقوف ہوتا ہے۔

۱۰۔ عمرہ کے طواف میں اگر معتمر سے کوئی جنایت سرزد ہو جائے تو اس کے کفارہ میں صدقہ واجب نہ ہوگا چاہے اس قسم کی جنایت سے حج میں صدقہ واجب ہو جاتا ہو حتی کہ اگر عمرہ کے طواف کے سارے، یا اکثر یا کم چکر ناپاکی کی حالت میں کئے تو بھی صدقہ لازم نہیں ہوگا بلکہ دم واجب ہوگا بخلافِ طواف زیارت کے کہ اس کے اگر کم چکر ناپاکی کی حالت میں کئے اور پاکی کی حالت میں ان کا اعادہ نہیں کیا تو اس کے ہر چکر کے بدلے صدقہ واجب ہوگا یعنی فی چکر نصف صاع گندم۔

اور ہم نے عمرہ کی جنایات میں طواف کی جنایت کی جو قید لگائی ہے تو اس ... ہے کہ طواف کے علاوہ کسی اور عمل مثلاً عمرہ کی سعی میں کوئی جنایت ہو جائے تو ... وہی حکم ہے جو حج کی جنایت کا حکم ہے۔(یعنی اگر اس جیسی جنایات کا حج میں جو ... ہوتا ہے وہی یہاں بھی ہوگا۔ طواف عمرہ کی جنایت کی طرح دم ہی متعین نہیں ... اس میں صدقہ بھی ہو سکتا ہے۔ نعمانی)۔

تیسری فصل

عمرہ کے فرائض اور اس کے صحیح ہونے کی شرائط اور اس کے واجبات کا بیان

☆ مسئلہ: عمرہ کے فرائض اور اس کے صحیح ہونے کی شرائط وہی ہیں جو حج کے سلسلہ میں بیان ہوئے بجز وقوف عرفات کے کہ وہ عمرہ میں سرے سے ہے ہی نہیں۔

پس عمرہ کے فرائض میں احرام اور طواف وغیرہ شامل ہوں گے اور عمرہ کے احرام و طواف کے وہی فرائض ہیں جو حج کے احرام و طواف کے ہیں جو باب الحج میں بیان کئے جا چکے۔

☆ مسئلہ: عمرہ کے طواف میں فرض اس کے اکثر چکر یعنی پہلے چار چکر ہیں۔

☆ مسئلہ: عمرہ کے طواف کے واجبات میں طواف کے آخری تین چکر، صفا، مروہ کے درمیان سعی اور سر منڈانا یا بال کتروانا ہیں۔

نیز عمرہ کے احرام، طواف، سعی اور حلق میں وہی باتیں واجب ہیں جو حج کے احرام، طواف، سعی اور حلق میں واجب ہیں جو سب کی سب پیشتر ابواب حج میں مذکور ہوئیں۔ البتہ وہ دس باتیں جو حج و عمرہ میں فرق کی ہیں اور جو اس سے پہلی فصل میں بیان

... ان سے مستثنیٰ ہیں۔

چوتھی فصل

عمرہ ادا کرنے کی اجمالی کیفیت کا بیان

مسئلہ: عمرہ ادا کرنے کا اجمالی طریقہ یہ ہے کہ حج کے احرام کی طرح عمرہ کا احرام باندھے اور حج کے احرام میں مذکور تمام سنن و آداب کو ملحوظ رکھے۔ اور دونوں احراموں میں بجز نیت کے تعین کے نیز مکی و آفاقی کی میقات کے اور کوئی فرق نہیں۔ احرام باندھنے کے بعد ان تمام ممنوعات، مکروہات اور مفسدات سے اجتناب کرے جن سے حج کے احرام میں بچا جاتا ہے۔ جب مکہ میں داخل ہو تو اول باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو کہ یہ افضل ہے یا باب العمرہ سے داخل ہو کہ معمول یہی ہے، مسجد میں آکر طواف کی نیت کرے، حجر اسود کو بوسہ دے اور اس وقت تلبیہ موقوف کرے اور کعبہ کا طواف شروع کردے اور سات چکر لگائے۔ ان چکروں میں ان تمام آداب کی رعایت کرے جو تیسرے باب کی تیسری فصل میں بیان کئے گئے ہیں۔ اول کے تین چکروں میں رمل کرے اور ساتوں چکروں میں اضطباع کرے۔ جب طواف سے فارغ ہو جائے تو دو رکعت طواف ادا کرے۔ اس کے بعد حجر اسود کا استلام کرکے مسجد سے باہر صفا و مروہ پر سعی کے لئے آئے، باب صفا سے باہر آنا افضل ہے۔ پس حج کی طرح سعی کرے جس کا بیان چوتھے باب کی دوسری فصل میں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سر منڈائے یا بال کترواے اور احرام سے حلال ہو جائے تا کہ عمرہ پورا ہو جائے۔

☆☆☆

تیرہواں باب

بعض متفرق مسائل کا بیان۔ یہ باب بارہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل

مکہ مکرمہ میں قیام کے آداب

جب کسی شخص کو حج کے بعد یا پہلے مکہ مکرمہ میں قیام کی سعادت نصیب ہو تو اسے اس چند روزہ قیام کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور دوران قیام جب بھی وقت ملے زیادہ سے زیادہ کعبہ مکرمہ کے طواف کرنے چاہئیں، کیونکہ طواف بھی نماز کی طرح کی مستقل عبادت ہے، نماز تو مکروہ اوقات میں منع بھی ہے مگر طواف کسی وقت مکروہ نہیں۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی مستقل عبادت نہیں ہے، اس لئے حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور وقت بطور نفل مشروع بھی نہیں۔ (کذا قال ملا علی قاری)

☆ مسئلہ : مقیم مکہ کو چاہئے کہ حج کے مہینوں کے علاوہ اور دنوں میں عمرہ کثرت سے کرے۔ اور حج کے مہینوں میں مکی، یا جو مکہ میں مقیم شرعی ہو یا وہ لوگ جو حل میں رہتے ہیں ان کے لئے عمرہ کا یہ حکم ہے کہ ان کے لئے باتفاق علماء عمرہ جائز ہے بشرطیکہ اس سال وہ حج نہ کریں۔ کیونکہ یہ عمرہ مفردہ ہے۔ امام قدوری کی شرح کرخی، شیخ الاسلام کی مبسوط اور نہایہ، عنایہ اور بحر الرائق سے یہی مستفید ہوتا ہے۔

اور اگر وہ عمرہ کرلیں اور اسی سال حج بھی کریں تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ یا تو وہ حج تمتع ہوگا یا قران اور یہ دونوں صورتیں مکیوں اور جو ان کے حکم میں ہیں آفاقی کے

لئے منع نہیں ہیں۔ جیسا کہ پہلے باب کی تیسری فصل میں مفصل مذکور ہوا۔

☆ مسئلہ: دوران قیام مسجد حرام میں خوب نمازیں پڑھے، روزے رکھے، صدقہ خیرات بھی خوب کرے اور سارے ہی نیک کاموں کی کثرت رکھے، بیت اللہ شریف کے اندر اور حطیم میں داخل ہو اور خوب زمزم پئے۔ کہا گیا ہے کہ جو مکہ مکرمہ میں مقیم ہو اور تین باتیں اس سے فوت ہو جائیں تو گویا وہ محروم ہے (۱) اس پر دو دن ایسے گذر جائیں کہ خانہ کعبہ کا ایک بھی طواف نہ کرے (۲) بغیر عمرہ کے سر منڈائے (۳) کوئی روزہ رکھے اور زمزم سے افطار نہ کرے۔ (منسک کبیر)

لیکن ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ خرما سے روزہ افطار کرنا مسنون ہے۔ اگرچہ مکہ میں ہو۔ اور کسی کا یہ قول کہ مکہ میں زمزم کو خرما پر تقدم حاصل ہے یا دونوں کو ایک ساتھ استعمال کرے، تو یہ قول طریق اتباع کے خلاف ہونے کے سبب ضعیف ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ میں کافی روزے رکھے۔ اور کوئی بات ایسی منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے خلاف کبھی خرما پر پانی کو مقدم فرمایا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا۔

☆ مسئلہ: مکہ مکرمہ میں اور اس کے نواح میں جو مقامات مقدسہ ہیں وہاں کثرت سے دعائیں کرے اور مساجد ماثورہ اور مشہور مقامات کی زیارت کرے، ان کا تفصیلی ذکر اسی باب کی ساتویں فصل میں آرہا ہے۔

☆ مسئلہ: جب تک مسجد حرام میں قرآن ختم نہ کرلے گو ایک ہی مرتبہ ہو مکہ مکرمہ سے باہر نہ جائے۔ کیونکہ تین مسجدیں ایسی ہیں کہ ان میں ختم قرآن مستحب ہے۔ (۱) مسجد حرام۔ (۲) مسجد نبوی۔ (۳) مسجد مقدس (بیت المقدس)۔ اور مسجد حرام میں ختم قرآن زیادہ موکد و اکمل ہے۔

☆ مسئلہ : گناہوں سے بہت ہی زیادہ بچے اور ممنوعات سے دور بھاگے کیونکہ بادشاہ کے دربار میں بے ادبی دوسری جگہ کی بے ادبی سے بہت ہی زیادہ سخت ہے کیونکہ مکہ مکرمہ کے گناہ بھی اس کی نیکیوں کی طرح کئی گنا شمار کئے جانے کی روایت آئی ہے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ اسی باب کی چھٹی فصل میں آئے گی۔

ملا رحمت اللہ نے منسک کبیر میں فرمایا ہے کہ مکہ کے رہنے والے اور زائرین کو چاہئے کہ مسجد حرام میں مباح افعال کے ارتکاب سے بھی اجتناب کریں کیونکہ یہ عبادت کا مقام ہے۔

☆ مسئلہ : اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ جن اوقات میں عمرہ جائز ہے اس وقت عمرہ، طواف کعبہ سے افضل ہے یا طواف عمرہ سے۔

علامہ ابن حجر مکی اسے قول معتمد بتاتے ہیں کہ عمرہ، طواف سے افضل ہے۔

اور شیخ ملا علی قاری اس قول کو اظہر بتاتے ہیں کہ طواف افضل ہے، اس لئے کہ وہ مقصود بالذات اور ہر وقت و ہر حالات میں مشروع ہے، اور یہ اختلاف اسی وقت ہے جب کہ دونوں کی مدت برابر ہو اور اگر عمرہ کی مدت طواف سے زیادہ ہو تو پھر عمرہ یقیناً طواف سے افضل ہے۔

☆ مسئلہ : مسافران حرم کے لئے مسجد حرام میں نفل نماز کی نسبت نفلی طواف زیادہ افضل ہے۔ اور باشندگان مکہ کے لئے نفل نماز طواف نفل سے افضل ہے۔ یہ مولانا رحمت اللہ نے منسک کبیر میں بیان کیا ہے۔ اور علامہ نووی نے ایضاح المناسک میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر و عطاو مجاہد رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

ہم رضا کا بھی یہی مسلک ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طواف مطلقاً نماز
نفل ہے۔ اور بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے، جب کہ بعض دیگر شوافع حضرات
اس کے برعکس کے قائل ہیں۔

علامہ حنیف الدین مرشدی نے منسک متوسط کی شرح میں کہا ہے کہ سکان مکہ
کے حق میں نماز افضل ہونے سے یہ مراد ہے کہ یہ افضلیت اس وقت ہے جب کہ
مدت طواف و نماز برابر ہو۔ لیکن طواف کے سات چکر دو رکعات نفل سے افضل
ہیں، کیونکہ طواف کی مدت میں یہ دو رکعات بھی شامل ہیں بلکہ اس سے زیادہ کو شامل
ہے۔

☆ مسئلہ: علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بعض علماء نے یہ فتویٰ
دیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد ذکر کرتے ہوئے طلوع شمس تک بیٹھے رہنے سے اور دو
رکعت نماز اشراق سے طواف کرنا افضل ہے، مگر ان بعض علماء کے کلام میں اعراض
ظاہر ہے۔ صحیح یہ ہے کہ انتظار دو رکعت نماز اشراق طواف سے افضل ہے۔ کیونکہ ایسا
کرنے کے بارے میں احادیث سے ایسا کرنے والے کے لئے حج و عمرہ کے بقدر ثواب
کی بشارت ثابت ہے جب کہ طواف کے متعلق ایسی یا اس کے قریب کوئی بات
احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں۔

☆ مسئلہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ ہر رات دن میں ایک سو دس رحمتیں خانہ کعبہ پر نازل فرماتے ہیں، ان میں سے
ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس (خانہ کعبہ میں۔ نعمانی) نماز ادا کرنے
والوں کے لئے اور دس کعبہ مکرمہ کو تکنے والوں کے لئے۔ (اس کی تصریح تو میرے علم
ناقص میں کہیں نہیں ہے مگر میرا وجدان کہتا ہے کہ ان چالیس رحمتوں کا مستحق خانہ

کعبہ میں نماز پڑھنے والا ہے کیونکہ یہ ایک سو دس رحمتیں خانہ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مسجد حرام کے ساتھ نہیں۔ اور اسی سے اللہ تعالی کے اس بے پایاں کرم واحسان کا اندازہ ہو سکتا ہے جو حطیم کا حصہ کھلا رکھ کر عام حجاج پر کیا گیا ہے۔ آج کل لاکھوں کروڑوں زائرین میں سے بجز چند کے خانہ کعبہ میں داخلہ کی سعادت کسے میسر آتی ہے۔ ان محرومین کے لئے حطیم ہی ہے کہ اس کا داخلہ ان کی محرومی کا مداوا ہوتا ہے، اگر حطیم بھی داخل چاردیواری ہوتا، تو بجز چند کے پوری ملت مسلمہ داغ حسرت لئے اور محرومی کا رنج اٹھائے گزر جاتی۔ میرے خیال ناقص میں ان چالیس رحمتوں کا مستحق داخل کعبہ یا حطیم میں نماز پڑھنے والا ہوتا ہے۔ مسجد حرام میں کسی اور جگہ نماز پڑھنے والا ان میں حصہ دار نہیں ہوتا۔ اپنے اس ناقص خیال کی اہل علم سے تصحیح یا تغلیط کا خواستگار ہوں۔ نعمانی)۔

قاضی عزالدین ابن جماعہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطریق مرفوع روایت کی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

لیکن یہ بات سب جانتے ہیں کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی بالاتفاق حجت ہے، اس کی تصریح بہت سے محدثین نے فرمائی ہے۔

حافظ محب الدین طبری کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مفہوم میں دو احتمال ہیں۔

ایک تو یہ کہ ان تین طرح کے جتنے افراد بھی ہوں سب پر یہ رحمتیں برابر برابر تقسیم ہوتی ہوں، بغیر اس بات کا لحاظ کئے کہ کس کا عمل زیادہ ہے کس کا کم، اس لئے کہ ہر ہر فرد پر طائف، مصلی اور ناظر کا لفظ صادق آتا ہے، اس کی مثال یوں سمجھی جاسکتی ہے کہ مثلاً کسی نے حکم دیا کہ اس گھر میں ہر آنے والے کو سو روپیہ دو، اب کوئی وہاں ایک بار داخل ہوا اور کوئی کئی بار (ایک بار والے کو بھی سو روپیہ ملے گا۔ کئی بار والے کو

...سورۃ پیہ!) تو یہ صورت تقسیم میں برابری کے خلاف نہیں۔
دوسرے یہ کہ یہ رحمتیں عاملین و فاعلین پر بمقدار عمل تقسیم کر دی جائیں۔
کیونکہ یہ روایت بطور تحریص و ترغیب آئی ہے۔ اور جو بات اس لئے ہو اس میں زیادہ کام
کرنے والے اور کم کام کرنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ دوسری صورت
ہی اظہر ہے۔ (طبری)

☆ مسئلہ: قاضی القضاۃ عزالدین ابن جماعہ نے اپنی منسک میں لکھا ہے کہ مجھ
سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ آیا تنہائی میں طواف بہتر ہے یا مجمع کے ساتھ مل کر۔ میں
نے جواب دیا کہ جتنا مجمع زیادہ ہوگا اتنا ہی فضیلت میں زیادہ ہوگا جیسے نماز میں کثرت
باعث فضیلت ہے۔ لیکن اگر مجمع کی وجہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں جو خشوع و
خضوع میں مخل ہوں اور ان کی وجہ سے ذکر و تلاوت میں گڑبڑ ہوتی ہو تو پھر تنہائی کا
طواف افضل ہے۔

لیکن علامہ نووی نے اپنی منسک متوسط میں اس کے خلاف تصریح بیان کی ہے، کہ
افضل یہ ہے کہ طواف و سعی خلوت و تنہائی میں کرے۔

قاضی عزالدین مذکور کہتے ہیں کہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ کو اس کے یوم
آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے کبھی طواف کرنے والے انس و جن و فرشتوں سے کسی وقت
خالی نہیں رہنے دیا۔ بعض بزرگان سلف نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ میں ایک دن
جب کہ گرمی شدید اور اس میں لو کی تیزی شامل تھی، گھر سے نکلا اور اپنے دل میں خیال
کیا کہ کعبہ اپنے طواف کرنے والوں سے اگر کسی وقت خالی ہو سکتا ہے تو وہ یہی وقت
ہو سکتا ہے۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو مطاف کو خالی دیکھا۔ جب میں بیت
اللہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ (اژدھا) پھن اٹھائے خانہ کعبہ کا

طواف کر رہا ہے۔

اور حافظ ابو القاسم سہیلی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے دن مکہ مکرمہ میں اتنی سخت لڑائی ہوئی اور لوگ اس لڑائی میں اتنے مشغول تھے کہ کعبہ کے طواف کو ایک شخص بھی نہیں رہا۔ اس وقت دیکھا گیا کہ ایک اونٹ خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہے۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ساٹھ ہزار نفر ہر سال اس کا حج کریں گے، پس اگر کسی سال انسانوں سے یہ تعداد پوری نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے یہ تعداد پوری فرمادیتے ہیں۔ امام غزالی نے احیاء میں اور ابن جماعہ نے اپنی منسک میں، اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور علامہ سید محمد برزنجی نے اپنی تصنیف نواقض الروافض میں لکھا ہے کہ یہی حکم روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ زمین کے مشرقی و مغربی گوشوں سے مشتاقان دید ہر سال (کم از کم) ساٹھ ہزار نفوس آتے ہیں، اگر یہ تعداد کبھی انسانوں سے پوری نہ ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اس کی تکمیل فرمادیتے ہیں۔

بحر عمیق میں لکھا ہے کہ امام ابو بکر محمد بن حسن نقاش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حجاج کی زیادہ سے زیادہ تعداد جو حج کے لئے آئے گی، پندرہ لاکھ ہوگی۔ اور یہ زیادتی کی آخری حد ہے کہ اس پر مزید زیادتی نہیں ہوگی جس طرح کمی کی آخری حد چھ لاکھ ہے کہ اس میں مزید کمی نہیں ہوگی۔

☆ مسئلہ: پانی برستے میں طواف کرنے کی فضیلت زیادہ ہے، اس لئے کہ ابی عقال سے ایک روایت منقول ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی

برانی میں بارش برسنے کے وقت طواف کیا، جب ہم نے طواف پورا کر لیا تو مقام ابراہیم پر آئے اور دو رکعات ادا کیں۔ اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے وہ عمل کیا ہے جو تمہاری بخشش کا باعث ہوگا۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برستے مینہ میں طواف کیا تھا۔ (ابن ماجہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برستی بارش میں جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف کرے تو اللہ تعالیٰ ہر اس قطرہ کے بدلے جو اس کے بدن پر گرے اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھاتے اور دوسرے قطرہ پر ایک برائی مٹاتے ہیں۔

اور مجاہد سے روایت منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں مسجد حرام میں سیلاب عظیم آیا اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف سیلابی پانی کھڑا ہوگیا۔ لوگ طواف کرنے سے رک گئے، اس وقت میں نے دیکھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کعبہ کی طرف آئے اور تیرتے ہوئے اس کا طواف کیا۔ یہ سب ابن جماعہ نے ذکر کیا ہے۔

☆ مسئلہ: قاضی ابن جماعہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ شدید گرمی کے وقت طواف کرنے کی بھی بہت فضیلت ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے سخت گرم دن میں کعبہ کے سات چکر کیے، ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دیئے بغیر کسی کو تکلیف دیئے (اور دھکم مکا ہوئے بغیر) اور سوائے ذکر و اذکار کے کم بات کی، پس اس کے ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں اس کو ملتی ہیں۔ ستر ہزار برائیاں محو کی جاتی اور ستر ہزار درجے بلند کیے جاتے

ہیں۔ ایسا ہی امام حسن بصری نے اپنے مکتوب بنام اہل مکہ، نیز ابن امیر الحاج نے اپنی مناسک میں ذکر کیا ہے۔

☆ مسئلہ: ابوالشیخ نے حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور مکتوب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ میں درج ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کعبہ کو صرف ایک نظر دیکھ لے، نہ طواف کرے نہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا یہ دیکھ لینا مکہ مکرمہ سے باہر پڑھی ہوئی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف دیکھنا ثواب و عبادت کی نیت سے ہو بطور عادت نہ ہو۔

کعبہ مکرمہ کی طرف دیکھنے کی فضیلت میں اوپر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی گزر چکی ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے روایات و آثار اسی سلسلہ میں موجود ہیں، بسبب اختصار یہاں انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆ مسئلہ: جو مسجد حرام میں آکر بیٹھے اس کے لئے مستحب ہے کہ کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس کے قریب بیٹھے اور از روئے ایمان و تصدیق اس کی طرف دیکھے، کیونکہ تصریح بالا سے معلوم ہو چکا کہ یہ عبادت ہے۔

☆ مسئلہ: اگر کوئی صرف حجر اسود کو چومے اور طواف کعبہ نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حجر اسود کا استلام بھی عبادت ہے، جس کا کعبہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اہل علم کی تقریباً اکثریت کا یہی قول ہے اور اسی پر سب کا عمل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ روایت ہے کہ وہ مسجد حرام سے اس

تک باہر نہیں نکلتے تھے جب تک حجر اسود کو طواف میں یا ویسے ہی چوم نہ لیں۔
روایت حضرت سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، طاؤس اور امام مالک بن انس
عنہم کے متعلق بھی مروی ہے۔ ابن جماعہ نے اپنی منسک میں ایسا ہی ذکر کیا

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جب مسجد حرام میں داخل ہونے لگے تو اس طرح
کی نیت کرلے (میں جب تک اس مسجد میں ہوں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں)
اسے اعتکاف کا بھی ثواب مل جائے چاہے وہاں گھڑی بھر کو ٹھیرے۔ حسب
علماء ایسے آدمی کو مسجد حرام میں کھانا پینا، سونا جائز ہے۔

دوسری فصل

بیت اللہ کے اندر داخل ہونے اور اس کے طریقہ کا بیان

☆ مسئلہ: ائمہ کے نزدیک بیت اللہ شریف میں داخل ہونا مستحب ہے۔ بیہقی
نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کعبہ میں داخل ہوا وہ گویا حسنات میں داخل ہوا اور
سیئات سے نکل گیا، اس حال میں کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔
اور فاکہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جو بیت
اللہ شریف میں داخل ہوا اور اس میں نماز پڑھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا
ہے جس طرح پیدائش کے دن تھا۔
بیت اللہ کا داخلہ مستحب اس وقت ہے جبکہ اس کے داخلہ سے کسی کو تکلیف نہ
پہنچے۔ اگر تکلیف پہنچے تو پھر داخل نہ ہو، کیونکہ داخلہ تو مستحب ہے مگر ایذا دیناء حرام

ہے۔(اور مستحب کے حصول کے لئے حرام کا ارتکاب کہاں کی عقلمندی ہے۔ ان ...
آنکھوں نے بموقعہ حاضری بیت اللہ کے غسل کے متبرک پانی، اور جھاڑوؤں پر چھینا
جھپٹی اور ہلڑبازی، عورتوں مردوں کی مشترکہ دھکم پیل کا ایسا اندوہناک نظارہ کیا ہے ...
معلوم نہیں کتنے حراموں کا مجموعہ بن کر کتنا بڑا حرام بن گیا تھا۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ : جب بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونے کا موقعہ ملے تو اس کے آداب کا لحاظ رکھے۔ پہلے تو دخول کعبہ کے لئے غسل کرے کہ یہ مستحب ہے۔ پھر خوشبو لگانا بھی مستحب ہے بشرطیکہ احرام کی حالت میں نہ ہو۔ پاؤں سے جوتے اتارے کہ جوتوں سمیت عام مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے یہ تو بیت اللہ شریف ہے۔ جب دروازہ کعبہ پر پہنچے تو اس کی دہلیز کو بوسہ دے۔ داخلہ کے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے، نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالے، اور اندر جانے اور باہر نکلنے کے وقت وہ دعائیں پڑھے جو عام مسجد میں داخل وخارج کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ سَلِّمْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْٓ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ نکلتے وقت۔ اَبْوَابَ فَضْلِكَ کہے۔ نیز یہ بھی پڑھے۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا۔

☆ مسئلہ : داخلہ بیت اللہ کے وقت خشوع و خضوع، عاجزی وزاری کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرے اپنے گناہوں پر شرمسار و نادم ہو، عظمت و بڑائی بیت اللہ کے آداب ملحوظ رکھے، بیت اللہ کی چھت، اس میں لٹکے ہوئے جھاڑ و فانوس وغیرہ پر نظر نہ

اٹھائے کیونکہ ام المومنیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی مسلمان سے ایسی حرکت کا سرزد ہونا تعجب کی بات ہے کہ وہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر اس کی چھت کو تکے، کیونکہ اس سے خدا تعالیٰ کی بے ادبی اور ترک تعظیم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے مگر آپ کی نظر سجدہ کی جگہ سے ادھر ادھر نہ اٹھی تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسم باہر تشریف لے آئے۔ (ابن المنذر و حاکم نے اس کو روایت کیا اور صحیح بتایا)۔

☆ مسئلہ: جب بیت اللہ میں داخل ہو جائے تو وہاں جتنی نماز پڑھ سکے پڑھنا مستحب ہے، اس کی کم مقدار دو رکعت ہیں۔ یہ دو رکعتیں اس مقام پر پڑھے جہاں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ اس مقام کی شناخت یہ ہے کہ دروازہ سے داخل ہو کر سیدھا منہ کر کے سامنے دیوار کی طرف جائے اور جب دیوار اور اسکے درمیان تین گز (ہاتھ) کا فاصلہ رہ جائے تو وہاں نماز پڑھے کیونکہ یہی مصلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (رواہ البخاری)

اور وہ دو سبز چوکے (بلاک) جو کعبہ کے دو ستونوں کے درمیان ہیں وہ مصلی نبی نہیں ہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں۔ ملا علی قاری وغیرہ نے اس کی تصریح ذکر کی ہے۔

☆ مسئلہ: نماز سے فارغ ہو کر مستحب یہ ہے کہ اپنے چہرہ کے سامنے والی دیوار کے پاس آئے اس پر اپنا رخسار رکھے، اور اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء کرے۔ استغفار کرے اور دعا مانگے۔ اس کے بعد بیت اللہ کے چاروں کونوں میں جائے اور ہر ایک کے نزدیک، حمد و ثناء، تکبیر و تہلیل و تسبیح، استغفار اور درود شریف کا ورد کرے۔ اور اپنے لئے نیز والدین، آل اولاد، اعزہ و اقربا دوست احباب بزرگوں اور تمام مسلمانوں کے

لئے اچھی دعائیں کرے۔ اس لئے کہ داخل کعبہ مانگی ہوئی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ منجملہ اور دعاؤں کے دخول جنت بلا حساب اور بلا عذاب کے ابتلاء کی دعا بھی مانگے، کیونکہ اس سے حسن خاتمہ اور توبہ پر وفات لازم آتی ہے۔ اور اس وقت یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَآ اَدْخَلْتَنِيْ بَيْتَكَ فَاَدْخِلْنِيْ جَنَّتَكَ اَللّٰهُمَّ يَارَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا مِنَ النَّارِ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ. اَللّٰهُمَّ يَا خَفِيَّ الْاَلْطَافِ اٰمِنَّا مِمَّا نَخَافُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ وَعَدْتَّ الْاَمَانَ لِدَاخِلِيْ بَيْتِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ. اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْ اَمَانِيْ اَنْ تَكْفِيَنِيْ مُؤْنَةَ الدُّنْيَا وَكُلَّ هَوْلٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ حَتّٰٓى اَبْلُغَهَا بِرَحْمَتِكَ۔

☆ مسئلہ: کعبہ مشرفہ کے ہر ستون کے نزدیک دعا کرنی چاہئے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا فرمانا ثابت ہے۔ جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے۔ رہا ستونوں سے لپٹنا تو اسکے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے اس سے منع فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل

...میں نے نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ستون کے ساتھ معانقہ
...فرمایا ہو۔ ابن جماعہ نے بھی اپنی منسک میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مسئلہ: ایک دن میں کئی مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہونے میں کوئی
...نہیں، اس کو صاحب نوادر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

مسئلہ: بیت اللہ شریف کے داخلہ کا مستحب ہونا مردوں، عورتوں دونوں
...لئے ہے، بشرطیکہ مردوں سے الگ ان کو داخل ہونے کا موقعہ مل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا
...عورتیں بیت اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ کریں تب وہ باہر ایک طرف کو کھڑی
...ہوجائیں اور جب مرد اندر سے آجائیں تب وہ داخل ہوں (رواہ البخاری) اور آج کل
...مصنف کے زمانہ میں) عورتوں کے لئے الگ دن مقرر کردیا گیا ہے جو مردوں کے
...ن کے علاوہ ہے۔ اور اس میں بڑی راحت ہے۔

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک بیت اللہ میں داخلہ ہر
...اناکس کے لئے آسان تھا۔ مگر اس دور میں بیت اللہ کا داخلہ عامی کے لئے تو تقریباً
...ممکن ہو گیا ہے۔ موسم حج کے علاوہ تو معلوم نہیں کہ بجز اسلامی دنیا کی نمایاں
...شخصیتوں کی آمد کے علاوہ کبھی بیت اللہ کو عام داخلہ کے لئے کھولا جاتا ہے یا نہیں۔ حج
...کے موسم میں دو مرتبہ کی حاضری میں بجز غسل کعبہ والے دن کے کبھی بیت اللہ کھلتا
...نہیں دیکھا۔ اور اس دن بھی داخلہ مخصوص ہوتا ہے۔ بادشاہ، گورنر، وزراء
...قائدین، اسلامی ممالک کے سفراء اور ملکی و غیر ملکی معززین یا ان شخصیتوں کے
...سفارشیوں وغیرہ کے سوا عام آدمی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس دور کے محرومین ہی کو
...بیت اللہ کے داخلہ کے ثواب میں شریک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن

ہوئے اور میں نے نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ستون کے ساتھ معانقہ کا معاملہ فرمایا ہو۔ ابن جماعہ نے بھی اپنی منسک میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

☆ مسئلہ : ایک دن میں کئی مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، اس کو صاحب نوادر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

☆ مسئلہ : بیت اللہ شریف کے داخلہ کا مستحب ہونا مردوں، عورتوں دونوں کے لئے ہے، بشرطیکہ مردوں سے الگ ان کو داخل ہونے کا موقعہ مل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا جب عورتیں بیت اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ کریں تب وہ باہر ایک طرف کو کھڑی ہو جائیں اور جب مرد اندر سے آجائیں تب وہ داخل ہوں (رواہ البخاری) اور آج کل (مصنف کے زمانہ میں) عورتوں کے لئے الگ دن مقرر کر دیا گیا ہے جو مردوں کے دن کے علاوہ ہے۔ اور اس میں بڑی راحت ہے۔

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک بیت اللہ میں داخلہ ہر کس وناکس کے لئے آسان تھا۔ مگر اس دور میں بیت اللہ کا داخلہ عامی کے لئے تو تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ موسم حج کے علاوہ تو معلوم نہیں کہ بجز اسلامی دنیا کی نمایاں شخصیتوں کی آمد کے علاوہ کبھی بیت اللہ کو عام داخلہ کے لئے کھولا جاتا ہے یا نہیں۔ حج کے موسم میں دو مرتبہ کی حاضری میں بجز غسل کعبہ والے دن کے کبھی بیت اللہ کھلتا نہیں دیکھا۔ اور اس دن بھی داخلہ مخصوص ہوتا ہے۔ بادشاہ، گورنر، وزراء، نمائندین، اسلامی ممالک کے سفراء اور ملکی و غیر ملکی معززین یا ان شخصیتوں کے سفارشیوں وغیرہ کے سوا عام آدمی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس دور کے محرومین ہی کو بیت اللہ کے داخلہ کے ثواب میں شریک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن

تک کے لئے حطیم کا حصہ کھلا رکھوایا ہے۔ حطیم میں داخلہ والے اور نماز پڑھنے والے کو ویسا ہی اور اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا چہار دیواری والے اندرونی حصہ پر ملتا ہے۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: بیت اللہ میں داخل ہونا حج کے افعال میں سے نہیں ہے بلکہ ایک مستقل مستحب فعل ہے۔ (جو ایام حج و غیر ایام حج میں ثواب میں یکساں ہے۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: ملا رحمت اللہ سندھی نے منسک کبیر میں اور ملا علی قاری نے منسک متوسط کی شرح میں کہا ہے کہ بیت اللہ کے داخلہ پر اور مقام ابراہیم کی زیارت پر اجرت لینا حرام ہے۔ اور اس کے حرام ہونے میں علماء اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ بحرو اخرو غیرہ میں صراحت کی گئی ہے۔

☆ مسئلہ: مقیم مکہ کے لئے مستحب ہے کہ وہ روزانہ بار بار حطیم میں داخل ہو اور وہاں جتنی زیادہ عبادت کر سکے کرے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ ذکر اذکار کرے۔ اس لئے کہ حطیم بھی بیت اللہ کا حصہ اور جزء ہے اس میں داخلہ بھی آسان ہے اور حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے والی جگہ دعا قبول ہونے کا مقام ہے۔ تفصیل انشاءاللہ آگے آئے گی۔ دخول حطیم کے وقت یہ پڑھنا بہتر ہے۔

اِلٰهِیْ اَتَیْتُكَ مِنْ مَّسَافَةٍ بَعِیْدَةٍ مُؤَمِّلًا مَعْرُوْفَكَ فَاٰتِنِیْ مَعْرُوْفًا عَنْ مَّعْرُوْفِكَ تُغْنِیْنِیْ بِهٖ عَنْ مَّعْرُوْفِ مَنْ سِوَاكَ یَا مَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ۔

حطیم کی طرف کی دیوار کعبہ کے پرنالہ کے نیچے والے حصہ پر چمٹنا بھی مشروع و جائز ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت سے روایت آئی ہے۔

اسی طرح مقام مستجار پر جو کعبہ کی پشت پر رکن یمانی کے نزدیک ہے چمٹنا بھی جائز ہے۔ اس کی مشروعیت کے متعلق ابن زبیر رضی اللہ ۔ اور دیگر جماعت اسلاف

کے نام بن محمد و عمر بن عبدالعزیز، حضرت جعفر صادق، ایوب سختیانی، وغیرہ
ہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے روایت آئی ہے۔ اسی طرح ابن جماعہ نے اپنی منسک
میں بیان کیا ہے۔ مگر ملا علی قاری نے "تشہد میں رفع سبابہ" کے متعلق دور سالہ لکھا
ہے اس میں لکھا ہے کہ مقام مستجار میں دعا کے لئے کھڑا ہونا آج کل روافض کا شعار بن
گیا ہے۔ اس لئے ان کی مشابہت سے بچنے کی خاطر وہاں کا وقوف ترک کر دینا چاہئے۔
(آج کل اول تو روافض نے بیت اللہ کا رخ کرنا ہی چھوڑ دیا ہے، اور جو کوئی آتے بھی
ہیں تو ان کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ کبھی ہمارا کیا شعار رہا ہے۔ اس لئے اب میرے خیال
میں مقام مستجار پر کھڑا ہونا اور دعا مانگنا اور اس مقام پر چمٹنا یا تشبہ، مشابہت روافض جائز
ہے۔ واقفین مقام کو اس سعادت سے ضرور بہرہ اندوز ہونا چاہئے۔ نعمانی)

نکتہ لطیف (فائدہ حسنہ): علامہ نووی نے اپنی ایضاح میں اور حافظ ابن حجر مکی
نے اپنی توضیح میں کہا ہے کہ مقام ابراہیم کو نہ ہاتھ سے چھوئے نہ منہ سے
چومے، کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ (آج کل مقام ابراہیم شیشہ کے مضبوط اور خوبصورت
گلوب میں جس پر پیتل کی خوشنما مضبوط جالی لگی ہوئی ہے رکھا ہوا ہے اور باہر سے
صاف نظر آتا ہے۔ بعض سادہ دل ناواقف عوام برکت کے لئے اس جالی کو چھوتے
اور بعض محافظوں کی نظر بچا کر اس کو چوم بھی لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا
چاہئے کہ جب اصل پتھر کو چھونا اور چومنا مکروہ ہے تو جالی کے ساتھ ایسا کرنا کیسے جائز
ہو سکتا ہے۔ ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔ نعمانی)

قاضی عزالدین ابن جماعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا نیز علماء
سلف کا یہی قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا مقتضی اور امام احمد رحمۃ اللہ
علیہ کا صریح مسلک بھی یہی ہے۔ اور یہ کراہت صرف مقام ابراہیم کے ساتھ

مخصوص نہیں بلکہ حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ یا غیر مکہ کے تمام چیزوں کا یہی حکم ہے کہ ان کو (عبادت۔ تبرک یا کسی قسم کی سعادت سمجھ کر) نہ چومے نہ ان کو چھوئے۔

مشہور حنفی عالم علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ زین الدین نے فرمایا ہے کہ متبرک و مقدس مقامات کو تبرک کی نیت سے چومنا اور وہاں کے صلحاء کی دست بوسی کرنا، تبرک و سعادت کی نیت سے جائز و پسندیدہ ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے التجا کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جسم کے جس حصہ پر بوسہ دیا ہے وہاں سے کپڑا ہٹا دیجئے۔ اور وہ جگہ ناف تھی، چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ناف سے کپڑا اٹھایا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تبرکاً وہاں بوسہ دیا۔ اسی وجہ سے بعض صلحائے امت جب قرآن شریف و حدیث شریف کے اوراق کو دیکھتے تو ان کو چومتے ہیں۔ (عینی)

ابن جماعہ نے اپنی منسک میں لکھا ہے کہ کسی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تبرک کی نیت سے چھونا یا بوسہ دینا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ بعض علماء ہر قابل تعظیم شے کو چومنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اگر چہ وہ انسان ہو یا غیر انسان جیسے قرآن مجید اور کتب احادیث۔ اس امر میں ظاہر بات یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قول مختار جواز ہے اور اس لئے دخول بیت اللہ کے وقت کعبہ کی دہلی (چوکھٹ) کو چومنا مستحب قرار دیا ہے۔

مزید نکتہ لطیف: اس بیان میں کہ ہجرت مدینہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کعبہ میں کتنی بار داخل ہوئے۔

علامہ تقی الدین فاسی نے مکہ مکرمہ کی مختصر تاریخ جس کا نام تحصیل المرام من تاریخ البلد الحرام ہے کے نویں باب میں اس امر کے متعلق لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں جو روایات ہمیں ملی ہیں ان سے بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبہ میں چار مرتبہ داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) عمرہ قضا کے وقت۔ (۲) فتح مکہ کے دن۔ (۳) فتح مکہ کے دوسرے دن اور (۴) حجۃ الوداع کے موقعہ پر۔

فتح مکہ والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبہ میں داخل ہونے کے متعلق صحیحین وغیرہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مذکور ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور دوسرے روز داخلہ کے متعلق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر بیٹھے، حمد و ثناء، تکبیر و تہلیل فرمائی اور بغیر نماز پڑھے واپس تشریف لے آئے۔ پھر میں دوسرے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوا تو اس روز آپ کھڑے رہے اور دعا فرمائی پھر اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر باہر تشریف لائے۔ اسے احمد بن منیع نے اپنی مسند میں اور دار قطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابن جماعہ وغیرہ کی تصریح کے مطابق یہ حدیث فتح مکہ کے وقت سے متعلق ہے۔

اور حجۃ الوداع کے وقت داخلہ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت ہے جسے احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن المنذر، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی و حاکم نے جس کی تصریح کی ہے۔ علامہ ازرقی نے اس حدیث کو

قبول نہیں کیا۔ کیونکہ ابن جماعہ کی تصریح کے مطابق وہ تیرہ اوراق سے زائد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کعبہ میں داخلہ کے قائل نہیں۔

اور عمرۃ قضاء کے وقت داخلہ کی روایت کو محب الدین طبری نے ذکر کیا ہے جس کی صحت کے بارے میں شک ہے۔ اس لئے کہ صحیحین میں اسمٰعیل بن خالد کی روایت یوں ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمرہ کے وقت کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ اور علماء نے (مثلاً نووی وغیرہ) کہا ہے کہ اس روایت میں عمرہ سے مراد عمرۃ قضاء ہے۔ (خلاصہ تاریخ الفاسی۔ ومنسک ابن جماعہ)

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز پہلی مرتبہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ علامہ فاسی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہا کہ عمرۃ قضاء کے وقت دخول ثابت نہیں ہے۔ عمرہ قضاء ۷ھ میں ہوا اور فتح مکہ ۸ھ میں۔

تیسری فصل

بیت اللہ شریف کی پیمائش اور تعداد تعمیر اور اس متعلقہ امور کا بیان۔

علامہ ازرقی، فاسی اور قطب الدین نے (اپنی نوشتہ) مکہ مکرمہ کی تاریخوں میں بیان کیا ہے کہ دنیا کی پیدائش کے دن سے لے کر آج ہمارے زمانہ تک کعبہ مکرمہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے۔

(۱) پہلی بناء ملائکہ کرام کے ہاتھوں انجام پائی۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ الخ اس کی دلیل ہے۔

(۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی اور اس کی تعمیر

پانچ پہاڑوں، جبل لبنان، طور سینا، طور زیت (واقع شام)، جودی اور حراء سے پتھر لئے گئے اور کعبہ کی بنیاد میں حراء کے پتھر رکھے گئے۔

(۳) تیسری بار حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد تعمیر کیا۔

(۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے سابقہ بنیادوں پر اس کی تعمیر فرمائی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیات وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے حجراسود والے کونے سے رکن عراقی تک کی پیمائش ۳۲ گز اور رکن عراقی و شامی کے درمیان ۲۲ گز اور رکن شامی ورکن یمانی کے درمیان ۳۱ گز اور رکن یمانی سے رکن حجراسود تک ۲۰ گز مقرر فرمائی۔ بلندی ۹ گز رکھی۔ اس میں دو دروازے شرقاً، غرباً (آمنے سامنے) رکھے۔ اور اس پر چھت نہیں ڈالی۔ سب سے پہلے کعبہ پر چھت قصی بن کلاب نے ڈالی۔

(۵) پانچویں مرتبہ، عمالقہ نے اس کی تعمیر کی۔ عمالقہ، عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔ اور یہی مکہ مکرمہ کے پہلے آباد کار تھے۔

(۶) چھٹی مرتبہ کعبہ کی تعمیر بنو جرہم نے کی، (ج کا پیش ر پر جزم) بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔ اور بعض روایات میں بنو جرہم کی تعمیر کو عمالقہ کی تعمیر سے مقدم بتایا گیا ہے۔

(۷) ساتویں بار۔ قصی بن کلاب نے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ پشت اوپر کے جد ہیں خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ اور پہلی مرتبہ اس پر درخت دوم کی شاخوں اور لکڑی کی چھت ڈالی۔ (دوم ایک درخت ہے جس پر بیر کی طرح کا پھل لگتا ہے، وہ پھل مُقل مکی کہلاتا ہے۔ اس درخت کا ہندی نام گوگل ہے۔ بعض نے اس کو بیری کا درخت

کہا ہے۔ نعمانی)

علامہ قطب الدین مکی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ قصی نے کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر کی تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جس کسی نے بھی کعبہ کی تعمیر کی ابراہیمی بنیادوں کو ملحوظ رکھا، بجز قریش مکہ کے کہ انہوں نے حطیم کی طرف سے طول میں کم کردیا اور حطیم کو خانہ کعبہ سے باہر کردیا۔ حجاج بن یوسف نے بھی قریش کی اسی بنا کو باقی رکھا۔ اور جس طرح انہوں نے حطیم کو خانہ کعبہ سے باہر رکھا تھا اس نے بھی ایسا ہی کیا۔

اور یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ گیارہویں مرتبہ کی حالی تعمیر میں بھی یہ صورت باقی ہے اور کعبہ کی بنا قریش کے مطابق ہی ہے۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ قطب الدین نے جو کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بنانے والوں نے انہی بنیادوں کی پیروی کی، اس سے ان کا مقصد طول و عرض کے لحاظ سے بنائے ابراہیمی کی مطابقت بیان کرنا ہے۔ اگرچہ دیگر امور میں ردوبدل کیا گیا ہو، جیسے چھت ڈالنا، بلندی میں اضافہ وغیرہ وغیرہ۔

(۸) آٹھویں بار خانہ کعبہ کی تعمیر قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۵ سال تھی، اس تعمیر کے وقت آپ نہ صرف موجود تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اس کی تعمیر میں عملی حصہ لیا۔

قریش نے بنائے ابراہیمی میں چار ردوبدل کئے۔ (۱) بلندی زیادہ کی۔ پہلے نو گز میں مزید نو گز کا اضافہ کیا۔ چنانچہ اونچائی ۱۸ گز ہو گئی۔ (۲) مقدار طول میں ۷ گز کے بقدر ٹکڑا کم کردیا اور اسے خانہ کعبہ سے حطیم کے مقام پر باہر کردیا۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی

تعمیر کے حلال کمائی سے جو رقم جمع کی تھی وہ پوری نہ پڑی اور اس قدر تعمیر کے بعد ختم ہو گئی۔ لہذا اس قدر حصہ انہوں نے کھلا چھوڑ دیا۔ (۳) کعبہ کا مغربی جانب کا دروازہ بند کر دیا جو مشرقی دروازہ کے مقابل تھا۔ (۴) کعبہ کے دروازہ کو سطح زمین سے بلند کر کے بنایا تاکہ کوئی ان کی اجازت کے بغیر کعبہ میں داخل نہ ہو سکے۔

اس کے بعد قریش قبائل میں اس بات پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کس جانب نصب کیا جائے۔ کیونکہ ہر کوئی اسے اپنی سمت میں لگانے پر مصر تھا۔ بالآخر اس پر رضامند ہوئے کہ کل جو شخص سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو وہ شخص مختار ہے کہ حجر اسود کو جہاں چاہے نصب کر دے۔ چنانچہ اس رات وہ منتظر رہے کہ صبح کون پہلے داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ صبح کے وقت سب سے پہلے مسجد حرام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور حجر اسود کے نصب کا معاملہ پورے طور پر آپ کے سپرد کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیت اللہ کے دروازہ کے قریب والے کونے پر نصب فرما دیا جو آج تک اسی مقام پر ہے۔

(۹) نویں بار خانہ کعبہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تعمیر فرمایا۔ کیونکہ کعبہ حصین بن نمیر والئی مکہ بجانب یزید کے ہاتھوں زخم خوردہ ہو کر شکستہ و سوختہ ہو گیا تھا۔ حصین کو یزید نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپ نے بیت الامن دار السلامہ میں پناہ لی ہوئی تھی حصین نے آگ و پتھر برسائے جس کے سبب کعبہ کی دیواروں کے کچھ حصے منہدم ہو گئے۔ کعبہ کے پردے اور اس میں لگی ہوئی لکڑیاں بھی کچھ جل گئیں۔ اسی دوران حصین کو یزید کی موت کی اطلاع ملی اور وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت واپس چلا گیا۔ اس وقت حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ چاہا کہ سابقہ کمزور عمارت کو منہدم کر کے مضبوط بنیادوں پر از

نقشہ خلیل کے مطابق از سر نو تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم سے تمام دیواریں زمین تک منہدم کر کے صاف کر دی گئیں اور بنیاد ابراہیم نمایاں ہو گئی تو اسی بنیاد پر کعبہ مکرمہ کی تعمیر مکمل کی کعبہ کا دروازہ سطح زمین سے ملا ہوا رکھا گیا جیسا پہلے تھا۔ حطیم کی طرف کا سات گز چھوٹا ہوا حصہ بھی شامل کر لیا گیا۔ اور مغربی جانب کا دروازہ بھی کھلوا دیا گیا۔ کیونکہ یہ دونوں دروازے اصل ابراہیمی میں شامل تھے۔ جس کا ثبوت وہ روایت تھی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اور بلندی میں سابقہ بلندی پر مزید نو گز کا اضافہ کیا، کل بلندی ۲۷ گز ہو گئی۔

بیان کیا گیا ہے کہ ۱۵ جمادی الاخر سنہ ۶۴ھ کو انہدام کی ابتدا ہوئی اور ۲۷ رجب سنہ ۶۴ھ کو عمارت مکمل ہو گئی (یعنی ایک ماہ بارہ یوم میں) بحوالہ محب الطبری۔ اور فاسی نے سن تکمیل سنہ ۶۵ھ بتایا ہے۔

(۱۰) دسویں بار سنہ ۷۴ھ میں حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے حکم کے مطابق تعمیر کی، مگر اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر منہدم نہیں کی صرف حطیم والا حصہ بقدر ۷ گز بیت اللہ سے باہر نکال دیا جسے ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے داخل کعبہ کر دیا تھا۔ یہ مقدار کم کرنے کے بعد حجر اسود سے رکن عراقی تک کا طول ۲۵ گز اور رکن عراقی تا شامی کا ۲۴ گز رہ گیا۔ اس کے بعد مغربی دروازہ بند کر دیا اور مشرقی دروازہ کو زمین سے چار گز ایک بالشت کے بقدر اونچا کر دیا۔ بقایا حصوں کو جوں کا توں رہنے دیا۔ بس یہی بنا جو ابن زبیر رضی اللہ عنہ و حجاج کی مشترکہ تعمیر کی ہو سکی ہے آج ہمارے زمانہ تک باقی ہے۔ یہ خلاصہ ہے اس کا جو تاریخ مکہ و متعلقہ کتب میں بیان کیا گیا ہے۔

اور علامہ قہستانی ؒ نے مختصر وقایہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ خانہ

جب مسجد حرام کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ اور بیت اللہ دو منزلہ ہے۔ اس کا طول ۱۸ گز اور عرض پندرہ گز ہے۔ الخ۔

اور دسویں مرتبہ کی تعمیر و شکست و ریخت کی جملہ تفاصیل بہت طویل ہیں۔ یہاں اختصار کی وجہ سے ان کو ترک کر دیا ہے۔ اگر کسی کو تفصیل معلوم کرنے کی ضرورت اور شوق ہو تو سیرت شامیہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کرے۔

نکتہ لطیف: علامہ عبداللہ بن سالم بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح بخاری میں کعبہ کی گیارہویں تعمیر کا حال بیان کیا ہے جو حجاج کے بعد ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۳۹ھ میں بہت بڑا سیلاب آیا جس کا پانی حرم میں داخل ہو گیا اور حجاج کی تعمیر کردہ دیوار منہدم ہو گئی۔ اس کی خبر سلطان مراد خان بن محمد خان کو دی گئی۔ سلطان نے مستری بھیجے اور بہت سا روپیہ پیسہ بھی بھیجا۔ اور اس وقت تین اطراف کی بقیہ دیواریں بھی منہدم کر کے نئی تعمیر کی گئی۔ یہ تعمیر سنہ ۱۰۴۰ھ میں مکمل ہوئی۔

یہ خلاصہ ہے علامہ عبداللہ بصری کی تحریر کا۔ اور علامہ ابن علان البکری نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور علامہ حسن شرنبلالی، مصنف "امداد الفتاح" نے ایک رسالہ میں جس کا نام "اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت اللہ المحرم" ہے ونیز علامہ ابوالکرم محمد بن احمد بن مصطفیٰ زنجیلی مکی، حنفی نے اپنے تصنیف کردہ رسالہ مفردہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

علامہ زنجیلی نے یہ بھی لکھا ہے کہ سیلاب کا پانی مسجد حرام میں ۲۰ شعبان ۱۰۳۹ھ بروز جمعرات رات کے ابتدائی حصہ میں داخل ہوا اور آخری حصہ میں سیلاب ختم ہو گیا۔ اس وقت بارش کا پانی خانہ کعبہ کے دروازہ سے تقریباً ایک گز نیچے تک پہنچ گیا تھا۔ مطاف کے چاروں طرف بنے ہوئے ستون جن میں روشنی کے ہنڈے لٹکائے

جاتے تھے پانی میں ڈوب گئے تھے، مقام ابراہیم پر بنا ہوا قبہ پانی سے بڑ ہے تقریب
ڈوب گیا تھا۔

سیلاب ختم ہوا تو حطیم کی طرف والی دیوار پوری کی پوری گر پڑی۔ مشرقی دیوار جس میں دروازہ ہے وہ بھی آدھی کے قریب ڈھے گئی۔ اور اس کے مقابل کی مغربی دیوار کا بھی تیسرا حصہ گر پڑا۔ حجر اسود اور رکن یمانی والی جنوبی دیوار بظاہر تو صحیح سالم کھڑی رہی مگر اندرونی طور پر تعمیری نقطہ نظر کے مطابق وہ بھی کافی متاثر ہوئی۔ سلطان مراد خان کو اطلاع ہونے، معمار، سامان اور روپیہ پیسہ بھیجنے کے مرحلے طے ہو کر بقیہ دیواروں کا انہدام ۱۰ جمادی الاخری ۱۰۴۰ھ بروز دوشنبہ کو شروع ہوا۔ اور نئی تعمیر کا کام ۲۵ جمادی الأخری ۱۰۴۰ھ بروز سہ شنبہ سے شروع ہوا۔ اور ۲۰ ذی قعدہ ۱۰۴۰ھ کو ختم ہوا۔ اس دوران خانہ کعبہ کی جدید تعمیر کے ساتھ ساتھ مطاف و مسجد حرام کے دیگر حصوں کی مرمت وغیرہ کا کام بھی کیا گیا، چنانچہ مطاف، مقام ابراہیم، مسجد حرام کے دروازے۔ باب السلام، باب ابراہیم، ان کے منارے، مدرسہ سلیمانیہ وغیرہ کی مرمت بھی اسی عرصہ میں ہوئی۔ خلاصہ تحریر تجیلی۔

پس معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی۔ علامہ ارزقی، علامہ فاسی و قطب الدین مکی نے اپنے زمانہ تک حجاج کی تعمیر کو باقی اور دسویں بتایا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گیارہویں مرتبہ کی تعمیر کے وقت وہ زندہ کب تھے۔ علامہ قطب الدین کا وصال ۹۹۰ھ میں ہوا جبکہ علامہ ارزقی و علامہ فاسی ان سے بھی کافی پہلے وفات پا چکے تھے۔

فائدہ: اوپر صرف کعبہ کی مکمل تعمیر کا حال و تعداد بیان کی گئی ہے۔ جزوی مرمت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ عمارت پرانی ہو جانے یا دروازہ و چھت، پرنالہ اور ہر طرف جو

۔۔۔ دریگر عمارات میں ہوتی رہتی ہے اس کی مرمت بہت مرتبہ ہوئی۔ جن میں
بعض کا بیان حافظ ابن حجر نے فتح القدیر میں کیا ہے۔ پھر ابن حجر کی وفات کے بعد
بھی مرمت وغیرہ کا کام ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ البصری نے شرح بخاری میں
بیان کیا ہے۔

فائدہ: علماء نے فتویٰ دیا ہوا ہے کہ نئی دیوار بنانے کی خاطر کعبہ کی پرانی دیوار کو
گرانا جائز نہیں۔ تاکہ بادشاہ وامراء ایسا کرنے کو کھیل نہ بنالیں۔ اسی لئے امام مالک رحمۃ
اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون رشید کو ایسا کرنے سے اس وقت منع کردیا جب اس نے کعبہ کو
نیا بنانے کا ارادہ کیا۔ اور عدم جواز کا یہ فتویٰ اس وقت ہے جب بلا ضرورت ایسا کیا
جائے، ہاں ضرورت کے وقت کہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے کچھ حصہ گر جائے یا کسی اور
وجہ سے اس میں مرمت ضروری ہو، اس وقت اس کی اصلاح و مرمت ناجائز نہیں۔
جیسا کہ ابن حجر نے اپنی تصنیف المسمیٰ بہ "المناهل العذبه فی اصلاح ما وهن
الکعبه" میں اسکی تصریح کی ہے۔

فائدہ: علامہ فارسی کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندرونی حصہ میں ابتداءً ایک قطار
میں چھ ستون تھے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تھے۔ مگر
حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تین ستون کم کردیئے۔ اور آج کل (بزمانہ علامہ
فارسی) چار ستون ہیں اور مجھے اس چوتھے ستون کی تاریخ کے متعلق معلوم نہ ہوسکا
(کس نے اور کب اضافہ کیا)۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: ہم نے کعبہ کی تعمیر کی جو تعداد ذکر کی ہے اس سے کعبہ کے ہر طرف کا
رقبہ مختصر طور پر معلوم ہوگیا۔ اب رہا حطیم کا طول و عرض، تو علامہ ازرقی اور ابن
جماعہ کہتے ہیں کہ حطیم کی کل لمبائی مشرقی جانب کے کھلے حصے سے مغرب سمت کے

کے حصے تک ۱۷ گز ہے۔ اور اس کا عرض میزاب رحمت سے دیوار شامی سے ...
...رے تک ۴ ۳/۲ ۱۷ گز (ہاتھ) ہے۔ اس میں دیوار کی چوڑائی ۴ ۳ و ۲ گز اور ...
اندر ۱۵ گز (ہاتھ) ہے۔ اس سب مقدار میں سے سات ہاتھ اور بقول بعض چھ ہاتھ
ایک بالشت کعبہ کا حصہ ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ الخ میں کعبہ مکرمہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اس آیت میں فیہ سے فی قربہ مراد ہے۔ اور آیات بینات سے کعبہ کی خصوصیات اور کرامات مراد ہیں جن کے سبب دیگر تمام عمارات سے کعبہ ممتاز ہو گیا ہے۔ ان خصائص میں سے دو تو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ یعنی مقام ابراہیم جو ایک پتھر ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمین کے نشانات کا اثر آنا بلا شک و شبہ اعجازی نشان اور آیت بینہ ہے۔ دوسرے، جو شخص حرم کعبہ کے پاس آ جائے وہ مامون ہو جاتا ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ امن عذاب آخرت سے ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر وہ شخص جو ارتداد یا قصاص یا کسی اور وجہ سے مستحق قتل ہو وہ اگر حرم کعبہ میں پناہ لے لے تو جب تک وہ حرم میں ہے اسے جرم کی پاداش میں پکڑا نہیں جائے گا۔

ایک کرامت، لوگوں کا شوق اور تعلق خاطر ہے، کہ دنیا کے کونے کونے سے لوگ اس کے طواف کے لئے کھنچے چلے آتے ہیں۔

ایک کرامت کعبہ یہ کہ لوگ جب کعبہ کو دیکھتے ہیں، تو ان کے دل مرعوب ہوتے اور ان میں خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے اور بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

کعبہ کی ایک اور کرامت یہ ہے کہ کبوتر اور دیگر پرندے اس کے اوپر سے گزرتے اور اس کے اوپر بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں۔ البتہ صرف بیمار پرندہ طلب شفا کے

ے بیٹھتے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اور جگہوں کی طرح یہاں بھی کعبہ کی دیواریں اور پردے پرندوں کی بیٹوں سے ہر وقت ملوث رہتے۔

ایک کرامت یہ ہے کہ کعبہ کو چھو کر لوگ اپنے مرض سے شفا پاتے ہیں، چنانچہ حجر اسود پر یا کعبہ کے دیگر حصوں پر درد کی جگہ رکھتے اور رگڑتے ہیں۔

ایک کرامت یہ ہے کہ جب کعبہ کا دروازہ کھلتا ہے تو لوگ اتنی کثیر تعداد میں اس کے اندر داخل ہوتے ہیں کہ اتنی چھوٹی جگہ میں ان سب کی سمائی عقل میں نہیں آتی اور سب کے سب بغیر کسی تکلیف کے اس میں نماز ادا کرتے ہیں۔

ایک کرامت یہ ہے کہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے والا فوراً سزا پاتا اور ہلاک ہو جاتا ہے اور جو حرم کعبہ میں کسی پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے وہ بھی فوراً سزا پاتا ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں اصحاب سیر نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں۔

کعبہ کی ایک کرامت اصحاب فیل کی ہلاکت ہے۔

ایک کرامت حجر اسود اور مقام ابراہیم کا دشمن کی دست برد سے محفوظ رہنا ہے۔ جب سے بہشت سے نازل ہوئے ہیں آج تک بے شمار دشمنوں کے باوجود کعبہ میں محفوظ ہیں۔ ایک مرتبہ قرامطہ نے عداوت کے سبب جب حجر اسود چرالیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو واپس کرا لیا۔ جس کی تفصیل کتاب سیر میں مذکور ہے۔

ایک کرامت یہ ہے کہ اگر رکن یمانی کی سمت بارش ہو جائے تو تمام شہر میں خوشحالی اور ارزانی پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک اور کرامت جو منیٰ میں ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ باوجود کثرت رمی جمار کے کنکریوں کی بہت کم مقدار وہاں نظر آتی ہے۔

اور بھی بے شمار کرامات ہیں جنہیں طوالت کے سبب چھوڑ دیا گیا۔

قاضی عزالدین ابن جماعہ نے اپنی منسک میں علامہ طبری سے نقل کیا ہے کہ منیٰ کے دنوں میں تین بہت بڑی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک رمی کی ہوئی کنکریوں کا اٹھالیا جانا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ہر سال جتنی کنکریاں ماری جاتی ہیں میرا خیال ہے کہ ان میں سے بہت کم پڑی رہ جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کی رمی مقبول ہو جاتی ہے فرشتے ان کی کنکریاں اٹھا لیتے ہیں اور جو مقبول نہیں ہوتیں وہ وہیں پڑی رہ جاتی ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم دیکھتے کہ ان کنکریوں کے پہاڑ اکٹھے ہو جاتے، رواہ دار قطنی و بیہقی و حاکم مرفوعا روایت کی اور بیہقی نے ایسی ہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعا روایت کی ہے۔

اور طبری کہتے ہیں کہ اس کی تصدیق وصحت کے لئے ایک حسی نظیر موجود ہے اور وہ یہ کہ عمرہ کے لئے تنعیم والے راستہ میں ایک جگہ مشہور ہے کہ یہ ابی لہب کی قبر ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، اس کی قبر وہاں نہیں ہے۔ اس راستہ سے گزرنے والوں میں چند جاہل اس جگہ پر ایک ایک پتھر مار دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد ایک سال میں آنے والے حجاج کی تہائی سے بھی کم ہوتی ہے۔ اس کے باوجود حال یہ ہے کہ اس جگہ ان سنگ ریزوں کے تودے لگ گئے۔ اتنے بڑے کہ سال بھر تینوں شیطانوں پر ماری ہوئی ساری کنکریاں بھی اکٹھی کر دی جائیں تب بھی "قبر ابی لہب" کا تودہ ہی بڑا ہے۔

واضح رہے کہ منیٰ میں ہر سال چھ لاکھ افراد رمی کرتے ہیں، انسان اس تعداد سے کم ہوں تو فرشتے اس کی کو پورا کرتے ہیں۔ اور ہر فرد زیادہ سے زیادہ ستر [illegible] کنکر [illegible] مارتا ہے اور ایسا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے [illegible]

...زمانہ تک ہو رہا ہے اور اس کے باوجود وہاں ٹڈیوں کا کوئی تودہ نظر نہیں آتا۔ اس
...بڑھ کر کھلی اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

منی کی دوسری بڑی کرامت یہ ہے کہ قربانی کے دنوں میں منی کے
پہاڑوں، مکانوں کی چھتوں اور جگہ جگہ قربانی کا گوشت سکھایا جاتا ہے۔ اور وہ خدا کے
فضل سے چیل کوؤں کی دست برد سے محفوظ رہتا ہے۔ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ
چیل کی عادت ہے کہ جب وہ آدمی کے ہاتھ یا سر پر کوئی سرخ چیز دیکھتی ہے چاہے وہ
گوشت نہ ہو تو فوراً جھپٹا مار کر لے اڑنے کی کوشش کرتی ہے۔

ان دنوں میں (اول تو کوئی چیل کو نظر ہی نہیں آتا۔ اگر کوئی) چیل اوپر اڑ بھی
رہی ہو تو اس کی یہ ہمت نہیں کہ وہ جا بجا کھلے عام پھیلے ہوئے گوشت پر جھپٹا مار سکے۔

تیسری کرامت یہ ہے کہ ان دنوں میں کھانے پر ایک بھی مکھی نظر نہیں آتی۔
حالانکہ ان ایام میں ایسی میٹھی اشیاء اور غذائیں کھائی جاتی ہیں جن پر ٹوٹ پڑنے کی
مکھیوں کی عادت ہوتی ہے۔ مگر اس زمانہ میں ایسی چیزوں پر بیٹھنا تو کجا اس کے آس پاس
بھی کوئی مکھی نہیں منڈلاتی۔ حالانکہ ان دنوں میں جگہ جگہ گوشت، خون، گندگی اور
تمام ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن میں مکھیاں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور جب منی کے
ایام گزر جاتے ہیں تو پھر اس کثرت سے مکھیاں ٹوٹ پڑتی ہیں کہ اس چیز کے کھانے کو
کسی کا جی نہیں چاہتا۔ اور یہ نشانیاں ہر کسی پر ظاہر و عیاں ہیں۔ جو بھی نگاہ عبرت
رکھتا ہو اپنی آنکھوں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ یہ سب مضمون ابن جماعہ نے طبری سے نقل
کیا ہے۔

چوتھی فصل

مسجد حرام کے طول و عرض، اس کے دروازے، محرابیں، ستون، قبے، کنگرے، منارے اور اس کی تعمیر کے بیان میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کعبہ مشرفہ تعمیر فرمایا اس وقت کعبہ کے اطراف میں نہ کوئی مکان، دیوار وغیرہ تھی نہ ہی کوئی اور تعمیر۔ یہ صورت عمالقہ، بنو جرہم اور خزاعہ کے دور تک رہی۔ احترام کعبہ کی وجہ سے یہ لوگ کعبہ کے آس پاس مکان وغیرہ بنانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اور جب کعبہ کی تولیت قصی بن کلاب کے سپرد ہوئی تو اس نے قوم کو جمع کیا اور ان کو کعبہ کے اطراف مکانات بنانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ لوگوں نے کعبہ کے چاروں طرف مکانات تعمیر کر لئے اور بیرونی دروازے کعبہ کی جانب رکھے تاکہ طواف کرنے والے ان دروازوں سے طواف کے لئے کعبہ میں آ جائیں۔ اور طواف کے لئے اتنی جگہ چھوڑ دی جتنی جگہ میں آجکل (بزمانہ قدیم) گڑے ہوئے پتھر لگے ہوئے اور مطاف کا حاشیہ بنا ہوا ہے۔ یہ صورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک رہی نیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک باقی رہی۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور حجاج کی کثرت ہوئی تو آپ نے ۱۷ھ میں مسجد حرام کے اردگرد کی سرائیں خرید کر ان کی زمین شامل کر کے مسجد حرام کو وسیع فرمایا۔ اور مسجد کے گرد قد آدم سے کم دیوار بنائی۔ اس دیوار پر چراغ رکھے جاتے تھے اور یہ مسجد حرام کی دیوار سب سے پہلے آپ ہی نے بنوائی۔

اور جب خلافت خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو آپ نے ۲۶ھ میں مکانات خرید کر ان کی زمین مسجد میں شامل کر کے اس کو

فرمایا۔ اور مسجد میں دالان (رواق) بنانے۔ اور دالان سب سے پہلے آپ ہی نے بنائے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مسجد حرام کو بہت زیادہ وسیع کیا کہ سرائے ازرق کو دس ہزار دینار (اشرفی) سے زیادہ میں خرید کر اس کا پورا رقبہ مسجد میں شامل کیا۔

پھر خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مسجد کی دیواریں اونچی کیں اور مسجد پر ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈالی۔ مگر حضرت ابن زبیر نے جتنی وسعت دی تھی اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا۔

اس کے بعد عبدالملک کے بیٹے ولید نے مسجد میں مزید توسیع کی اور اس میں سنگ مرمر کے ستون کھڑے کئے۔

اس کے بعد ابو جعفر منصور نے اپنے دور خلافت میں وسعت بڑھائی۔ اور سنگ مرمر کے اور ستون لگائے۔

پھر مہدی نے اپنی خلافت کے زمانہ میں دو مرتبہ اس میں توسیع کی۔ پہلی مرتبہ ۱۶۰ھ میں اور دوسری مرتبہ ۱۶۷ھ میں وسعت کا کام شروع کیا اور ۱۶۹ھ میں ختم ہوا۔ مہدی کا انتقال بھی اسی سن میں ہوا۔ دونوں مرتبہ میں توسیع پر اس نے کافی روپیہ خرچ کیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے خرچ کا اندازہ فی گز ۲۵ دینار تھا۔ اس نے مسجد کے لئے شام اور دیگر ممالک سے سنگ مرمر کے ستون مہیا کئے۔ جو کشتیوں میں جدہ لائے جاتے اور وہاں سے مکہ مکرمہ۔

اس کے بعد معتضد عباسی نے ۱۸۰ھ میں شمالی رخ میں تھوڑا سا اضافہ کیا اور دارالندوہ کو مسجد حرام میں شامل کیا۔ اس اضافہ شدہ حصہ کو آج کل باب الزیادہ کے نام

سے پکارتے ہیں۔

دارالندوہ کعبہ کے شمالی جانب ایک مکان تھا جسے قصی نے بنایا تھا۔ اور قریش ملہ اپنے شادی بیاہ کے معاملہ میں نیز جنگی معاملات میں مشورہ کے لئے یہاں جمع ہوتے تھے۔ ندوہ کے لغوی معنی جمع ہونے کے ہیں، کہتے ہیں کہ قصی سے پہلے دارالندوہ موجود نہیں تھا۔

پھر کعبہ کی پشت کی جانب اضافہ کیا گیا اور یہ زیادتی باب ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اضافہ مقتدر عباسی کے زمانہ خلافت کے دوران ۳۰۶ھ میں ہوا۔ پھر ۹۸۰ھ تک یہی رقبہ رہا اور اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ البتہ بعض بادشاہوں کے زمانہ میں چھتوں، دیواروں دروازوں کی جزوی مرمت واصلاح کا کام ہوتا رہا۔

۹۸۰ھ میں ترکی سلطان سلیم خان نے تمام مسجد کو منہدم کر کے نئی بنیادوں پر از سر نو تعمیر کرایا۔ سنگ مرمر کے ستون لگائے۔ اور عمارت مسجد کو نہایت پختہ اور بہت خوبصورت بنایا۔ اور بے انتہا روپیہ اس کی تعمیر میں صرف کیا۔ جدید تعمیر ۹۸۴ھ میں سلطان سلیم کے بیٹے سلطان مراد کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔ واللہ اعلم۔

علامہ قہستانی نے شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے کہ پوری مسجد کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار (مربع) گز ہے۔ پندرہ دروازے، ۱۴۷ محرابیں اور ۴۲۴ ستون ہیں جو سب کے سب سنگ مرمر کے ہیں۔ اھ

علامہ قہستانی نے یہ تفصیل اپنے زمانہ کے لحاظ سے لکھی ہے۔ آپ کے زمانہ کے بعد مسجد میں جو توسیع ہوئی، یا دروازوں، محرابوں اور ستونوں میں جو ردوبدل، کمی بیشی ہوئی اس کو متاخرین میں علامہ قطب الدین نے تاریخ مکہ میں تحریر فرمایا ہے۔ یہاں اس تفصیل کا اختصار اور خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

مسجد حرام کے دروازے اور محرابیں

علامہ قطب الدین کہتے ہیں کہ آج کل مسجد حرام میں ۱۹ دروازے ہیں جو ۳۹ محرابوں پر کھلتے ہیں۔

کعبہ کی مشرقی سمت، باب کعبہ اور مقام ابراہیم کی جانب چار دروازے ہیں۔

۱۔ باب بنی شیبہ جو باب السلام کے نام سے مشہور ہے اس پر تین محرابیں ہیں۔

۲۔ باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس پر دو محرابیں ہیں۔ علامہ فارسی نے اپنی کتاب شفاء الغرام میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں اپنے مکان سے تشریف لاتے وقت جب کہ آپ کا قیام حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھا۔ اسی دروازہ سے داخل ہوتے اور واپس تشریف لے جاتے تھے۔

۳۔ باب الجنائز۔ اسے باب عباس بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کے مقابل تھا۔ اس پر تین محرابیں ہیں۔ بعض جگہ اس کو باب النبی اور باب الجنائز بھی کہا گیا ہے۔

۴۔ باب بنی ہاشم کہ اس کا مشہور نام باب علی رضی اللہ عنہ ہے۔ اس پر بھی تین محرابیں ہیں۔

مسجد حرام میں کعبہ کے جنوبی جانب کہ یمن کی سمت بھی ہے، سات دروازے تھے۔

۱) اسے باب بازان کہا جاتا ہے۔ اس پر دو محرابیں ہیں۔

۲) باب البغلہ۔ اس کی بھی دو محرابیں ہیں۔

۳) باب بنی مخزوم۔ جو آج کل باب صفا کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ یہ صفا سے متصل ہے۔ اور اس پر پانچ محرابیں ہیں۔

۴)یہ دروازہ باب اجیاد صغیر کے نام سے مشہور ہے۔اس پر دو محرابیں ہیں۔

۵)باب المجاہدیہ کے نام سے مشہور ہے۔اور اسے باب الرحمۃ بھی کہا گیا ہے۔ اس کی بھی دو محرابیں ہیں۔

۶)یہ دروازہ مدرسہ شریف عجلان سے متصل ہونے کے سبب باب عجلان کے نام سے مشہور ہے۔اس پر بھی دو محرابیں ہیں۔

۷)یہ دروازہ جو کعبہ کے رکن یمانی کے مقابل واقع ہے باب ام ہانی کہلاتا ہے، کیونکہ یہ دروازہ بی بی ام ہانی بنت ابو طالب کے مکان کے نزدیک تھا جو مسجد حرام میں شامل کردیا گیا ہے۔اس پر بھی دو محرابیں ہیں۔

مسجد حرام کے غربی جانب پشت کعبہ پر تین دروازے ہیں۔

۱)باب الحزورہ۔جو لب باب الوداع کے نام سے مشہور ہے۔اس پر دو محرابیں ہیں۔

۲)باب الخیاطین۔جو اب باب ابراہیم سے مشہور ہے۔اس پر ایک بڑی محراب ہے۔یہ دروازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے معروف نہیں بلکہ ابراہیم نامی ایک خیاط (درزی) تھے جو اس دروازہ کے نزدیک بیٹھتے تھے۔انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ یہیں گزار دیا تھا۔اس لئے ان کے نام سے ہی یہ دروازہ منسوب ہو گیا۔

۳)باب العمرہ۔جو لوگ عمرہ کے لئے تنعیم جاتے ہیں ان کی اکثریت اسی دروازے سے آتی جاتی ہے اسی لئے یہ نام پڑ گیا۔زمانہ قدیم میں اسے باب بنی سہم کہا جاتا تھا۔اس پر بھی ایک ہی محراب ہے۔

اور مسجد حرام میں رکن شامی کی سمت پانچ دروازے ہیں۔

۱)یہ دروازہ باب السدہ کے نام سے مشہور ہے۔زمانہ قدیم میں اسے باب عمر بن

دین کہا جاتا تھا۔ اس پر بھی ایک محراب ہے۔

۲) باب العجلہ۔ اسے مدرسہ عبدالباسط سے متصل ہونے کے سبب باب الباسطیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس پر بھی ایک محراب ہے۔

۳) ایک دروازہ، اضافہ دارالندوہ والا، جو کعبہ کے رکن عراقی کی سمت ہے، اس پر بھی ایک محراب ہے۔

۴) وہ دروازہ جو اضافہ دارالندوہ والا رکن شامی کی طرف ہے اس پر تین محرابیں ہیں۔

۵) وہ دروازہ جو باب الدریبہ کے نام سے مشہور ہے۔ جو مینار اور باب السلام کے قریب ہے۔ اس پر ایک محراب ہے۔

مسجد حرام کے ستون

اس زمانہ میں جو ستون لگے ہوئے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ قسم اول رخام (ر پر پیش خ پر زبر) اور صوان کے ستون ہیں (ص پر پیش واو پر تشدید)۔ رخام سنگ مرمر کو کہتے ہیں اور صوان سخت پتھر کی ایک قسم ہے۔ پہلی قسم کے ان ستونوں کی تعداد ۳۱۱ ہے۔ مسجد حرم کی مشرقی سمت میں سنگ مرمر کے ۶۲ ستون ہیں۔ اور شمالی جانب جس طرف حطیم ہے سنگ مرمر کے ۸۱ ستون ہیں۔

مغربی جانب میں کل ۶۴ ستون ہیں۔ ان میں سے چھ ستون صوان کے اور ۵۸ سنگ مرمر کے۔ اور جنوبی سمت میں ۸۳ ستون ہیں ان میں سے ۱۱ ستون صوان کے اور ۷۲ سنگ مرمر کے۔ اور دارالندوہ والے اضافی حصہ میں ۱۵ ستون ہیں، ایک صوان کا اور ۱۴ سنگ مرمر کے۔ اور باب ابراہیم کی طرف اضافہ والے حصہ میں سنگ مرمر کے چھ ستون ہیں۔

دوسری قسم کے ستون شمیسی پتھر کے ہیں۔ (شمیس صیغہ تصغیر ہے فعیل کے وزن پر)۔ یہ ایک کنواں ہے جو مکہ اور جدہ کے درمیان ہے۔ کہتے ہیں کہ جدولی جانب حد حرم یہی کنواں ہے۔ اس کے پاس زرد رنگ کے پہاڑ ہیں، انہی پہاڑوں سے یہ ستون تراشے گئے۔ اور ان کو مکہ لاکر مسجد حرام میں نصب کیا گیا۔ ان شمیسی ستونوں کی تعداد ۲۴۴ ہے۔ ان میں مشرقی حصہ میں ۳۰، شمالی سمت میں ۴۴، مغربی جانب ۳۶ اور جنوب کی طرف ۷۶ ستون ہیں۔ مسجد کے چاروں کونوں میں ایک ایک اور دار الندوہ کے اضافی رقبہ میں ۳۶ اور باب ابراہیم کے اضافی حصہ میں ۱۸ ستون ہیں۔

مسجد حرام کے قبے

ان قبوں کی تعداد ۱۵۴ ہے۔ مشرقی سمت ۲۴۔ مغربی جانب ۲۴۔ جنوبی سمت میں ۳۶ اور منارہ خرورہ کے قریب مسجد حرام کے کونے میں ایک قبہ ہے۔

باب الندوہ والے اضافی حصہ میں ۱۱۶ اور باب ابراہیم کے اضافی حصہ میں ۱۵ قبے ہیں۔

شرافات یعنی مسجد حرام کے کنگرے

ان کی تعداد ۱۳۷۹ ہے۔

مسجد حرام کے شرقی جانب ۱۶۲ کنگرے ہیں جن میں سے ۲۷ سنگ مرمر کے ہیں۔ ان کا درمیانی کنگرہ بہت طویل ہے۔ اور بقیہ ۱۳۵ شمیسی پتھر کے ہیں۔

اور شمالی طرف ۴۱۳ کنگرے ہیں۔ ان میں سے ۷۶ سنگ مرمر کے ہیں اور ان میں ۳ بہت طویل ہیں اور بقیہ کنگرے شمیسی کے ہیں۔

مغربی جانب ۲۰۴ کنگرے ہیں جن میں سے ۷۵ سنگ مرمر کے۔ ان کا درمیانی کنگرہ کافی طویل ہے اور باقی سنگ شمیسی کے ہیں۔

جنوبی سمت میں ۳۳۵ کنگرے ہیں، ۷۰ سنگ مرمر کے جن میں سے ۳ طویل ہیں۔ باقی کنگرے شمیسی پتھر کے ہیں۔

دارالندوہ کے اضافی رقبہ میں ۱۹۱ ہیں جو سب کے سب حجر شمیسی کے ہیں۔

اور باب ابراہیم کی طرف والے اضافی حصے میں ۱۴۶ کنگرے ہیں جن میں ۹ کے سوا سب شمیسی پتھر کے ہیں۔

مسجد حرام کے مینارے

فی زمانہ مسجد حرام میں ۷ مینار ہیں جن میں پانچوں وقت اذان ہوتی ہے۔

(۱) منارہ باب عمرہ۔ (۲) منارہ باب السلام۔ (۳) منارہ باب علی۔ (۴) منارہ باب الحزورہ۔ (۵) منارہ باب الزیادہ۔ (۶) منارہ مدرسہ سلطان قائتبائی، جو صفا و مروہ کے درمیان مسعیٰ کے قریب واقع ہے۔ (۷) منارہ سلطان سلیمان خان، جو باب الزیادا اور باب السلام کے درمیان واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں اور منارے بھی تھے جن کا ذکر علمائے تاریخ نے اپنی کتابوں میں کیا ہے مگر اب ان کا کوئی نشان باقی نہیں۔ یہ ہے خلاصہ علامہ قطب الدین وغیرہ کے بیان کا۔

فائدہ: اور علامہ قہستانی کے حوالے سے مسجد حرام کا کل رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع گز لکھا گیا ہے۔ لیکن علامہ فارسی نے اپنی تاریخ صغیر تحصیل المرام میں اس کی تحقیق لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جدید گز سے مسجد حرام کی پیمائش کی ہے۔ اور علامہ قہستانی کی تحریر سے دستی گز مراد معلوم ہوتا ہے۔ پس پیمائش میں اس کا طول مغربی دیوار سے اس کے مقابل کی مشرقی دیوار تک ۸/۱-۲۵۶ جدید گز نکلا۔ جو دستی گز کے حساب سے ۴۲۷ گز (دستی) ہوتا ہے۔ اور اس پیمائش کو میں نے مغربی دیوار کے درمیان سے مشرقی دیوار کے درمیان تک ناپا۔ اور ناپتے وقت حطیم کے درمیان سے

کعبہ کے رکن شامی کے پاس سے گزرا۔

اور مسجد حرام کا عرض دیوار شامی سے دیوار یمانی تک ۲۶۶ جدید گز ہوا۔ دستی گز کے حساب سے ۳۰۴ گز ہوا۔

یہ پیمائش دیوار شامی کے درمیان سے دیوار یمانی کے درمیان تک کی اور پیمائش کے وقت کعبہ کی مشرقی دیوار اور مقام ابراہیم کے درمیان بلکہ مقام ابراہیم کے بالکل قریب سے گزرا۔ (خلاصہ تحریر علامہ فارسی)۔

پس اس پیمائش کی بنا پر مسجد حرام کا کل رقبہ جدید گز کے حساب سے ۹۸۶۹۶ مربع گز ہوا۔ اور دستی گز کے حساب سے ۱۲۳۲۷۷ مربع گز ہوا۔ واللہ اعلم۔

پانچویں فصل

مطاف کا رقبہ۔۔۔جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد حرام تھی

واضح رہے کے ملا علی قاری نے اپنی منسک متوسط کی شرح میں لکھا ہے کہ مطاف سے وہ جگہ مراد ہے جو طواف کے لئے متعین کی گئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد حرام اتنی ہی تھی۔

اور مولانا قطب الدین مکی نے تاریخ مکہ مکرمہ میں لکھا ہے کہ مطاف بیت اللہ کے گرداگرد کا وہ حصہ ہے جو صوان قسم کے تراشے ہوئے پتھروں کو بطور فرش بچھا کر قائم کیا گیا ہے۔ اور مطاف کی تعمیر ۹۶۱ھ میں سلاطین ترکی میں سے سلطان سلیمان خاں بن سلطان سلیم خاں کے حکم سے کی گئی۔ (خلاصہ تحریر علامہ قطب)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ پتھروں کا یہ فرش سلطان سلیم خاں ثانی بن سلیمان خان بن سلیم خاں کے دور خلافت میں بنایا گیا۔ اس بادشاہ کا زمانہ خلافت دسویں صدی کا آخر تھا۔

اس فرش کے بننے سے پہلے مطاف کو دوسری طرح نمایاں کیا گیا تھا یعنی مطاف کے آخری سرے پر دائرے کی شکل میں زمین سے اونچے پتھر گاڑے گئے تھے تا کہ مطاف کا حصہ نمایاں رہے۔

(مولانا قطب الدین) فرماتے ہیں کہ اس رسالہ کی تالیف کے وقت مجھے کوئی کتاب ایسی نہیں ملی جس میں مطاف کی مقدار بیان کی گئی ہو، اس لئے میں نے اس کی مقدار متعین کرنے کے لئے از خود اس کی شرعی گزے سے پیائش کی۔ شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے۔

واضح رہے کہ مطاف دائرہ کی شکل میں ہے، چوکور شکل میں نہیں ہے اور گولائی بھی چاروں طرف برابر نہیں ہے۔ اس لئے میں نے وسط کعبہ سے کعبہ کی چوطرفہ پیائش کی ہے۔ چنانچہ کعبہ کے شمالی جانب کا حصہ حطیم کو چھوڑ کر ۲۵ گز ایک بالشت اور ۱۲ انگل ہوا۔ اور کعبہ کے مغربی جانب ۳۴ گز سے دو انگل کم۔ جنوبی سمت ۳۱ گز ۸ انگل۔ اور مشرقی سمت باب السلام قدیم تک ۴۴ گز ہوا۔ میں نے یہ حساب وسط کعبہ سے ہر چہار طرف لگایا ہے۔ کعبہ کے کونوں سے یا ان کونوں اور عمارت کے درمیان سے نہیں لگایا۔ اگر وسط کعبہ کو چھوڑ کر حساب لگایا جاتا تو ظاہر ہے اس مقدار کے خلاف ہوتا اس لئے کہ مطاف گول ہے چوکور نہیں۔ واللہ اعلم۔

چھٹی فصل

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نمازوں اور دیگر اعمال خیر کے کئی گنے ہونے کا بیان

☆ مسئلہ: بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں پڑھی ہوئی ایک نماز مسجد حرام کو چھوڑ کر باقی مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نمازوں سے افضل و بہتر ہے۔

لیکن صحیحین کی حدیث میں مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کا باہم فرق مذ...
نہیں۔ مگر امام احمد اور ابن حبان رحمہما اللہ نے باسناد صحیح یہ روایت کی ہے کہ:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں پڑھی ہوئی ایک نماز مسجد حرام کو چھوڑ کر باقی مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں پڑھی ہوئی ایک نماز میری مسجد میں پڑھی ہوئی سو نمازوں سے افضل ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں میں باہم سو گنے کا فرق ہے۔ علامہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اکثر علماء اثر کا یہی مسلک ہے اور یہی قول صحیح ہے جس پر اکثر علماء کا عمل ہے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازیں برابر ہیں۔ اور بعض علماء نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اور بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ مسجد نبوی کی نماز مسجد حرام کی نماز سے افضل ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (خلاصہ عبدالبر)

☆ مسئلہ: علماء کی آراء اس میں مختلف ہیں کہ آیا یہ فضیلت فرض نمازوں کے ساتھ مخصوص ہے یا اس میں نوافل وغیرہ بھی شامل ہیں۔

حنفیہ میں علامہ سروجی کہتے ہیں کہ اس میں فرض ونوافل سب شامل ہیں، شوافع کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض مالکیہ اور حنابلہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور علامہ طحاوی حنفی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں مسجدوں کا یہ تضاعف فرائض کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرض کے علاوہ تمہاری دیگر نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔
(رواہ الترمذی وغیرہ)

اور علامہ عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ مسجد حرام و مسجد نبوی کا تضاعف فرض و نوافل کے لئے عام ہے الا یہ کہ ان کا (نوافل کا) گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ابوداؤد کی ایک صحیح السند روایت میں آیا ہے کہ کسی کا گھر میں نماز پڑھنا میری مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے بجز فرض نماز کے۔

پس ان روایات کی روشنی میں، جو حضرات عموم حدیث میں نوافل کو بھی شامل کرتے ہیں ان کے نزدیک اگر کوئی مسجد نبوی میں نفل پڑھے گا تو اسے ہزار نماز کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جب گھر میں پڑھے گا تو اسے ہزار سے زیادہ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ یہی حکم مسجد حرام کا ہوگا۔ (خلاصہ تحریر منسک کبیر)

فائدہ: مکہ و مدینہ میں ثواب کی زیادتی نمازوں ہی کی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام دیگر اعمال خیر مثلاً روزہ و صدقہ وغیرہ بھی حسب تصریح محب الدین طبری و غزالی، اس میں شامل ہیں۔ اور اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ علامہ سندھی نے منسک کبیر میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

فائدہ: علماء کے اقوال اس بارے میں مختلف ہیں کہ مسجد حرام سے کیا مراد ہے جس میں نماز روزہ اور تمام عبادات کا ثواب کئی گنا ملتا ہے۔

پہلا قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد خاص خانہ کعبہ ہے۔ اور اس قول کے مطابق حطیم بھی اس میں شامل ہے۔

دوسرا قول بعض حضرات کا یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مسجد ہے جس میں جماعت ہوتی ہے خواہ یہ وہ اصل مسجد ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھی یا وہ حصہ مسجد ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شامل مسجد ہوا۔ اور علامہ رحمت اللہ

سندھی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب احناف کے کلام کے مطابق یہی قول ظاہر ہے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ثواب کی تضعیف کو مرافض کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو مسجد میں پڑھے جائیں کیونکہ نوافل کے لئے افضل جگہ گھر ہے۔ پس ان حضرات نے گھر کا حکم، مسجد کے حکم سے الگ شمار کیا ہے۔ اسی لئے علامہ طحاوی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَيَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد خاص مسجد بشمول تمام ارض مکہ ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ کا تمام علاقہ ہے چاہے وہ مسجد سے خارج ہو۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام ارض حرم ہے۔ اور حرم کا طول و عرض اسی باب کی دسویں فصل میں ذکر کیا جائے گا۔

اور یہ تمام اختلاف مسجد حرام کے بارے میں ہے۔ مگر مسجد نبوی میں ثواب کی زیادتی مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ خصوصیت مسجد قدیم کے ساتھ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھی یا تمام مسجد کے ساتھ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وسیع ہوئی۔

اور علامہ نووی اس خصوصیت کے مسجد نبوی قدیم سے متعلق ہونے کے قائل ہیں نہ مسجد حرام کے بارے میں۔ کیونکہ وہ حدیث جس میں مسجد نبوی کی فضیلت آئی ہے اس میں لفظ فی مسجدی ہذا کا خاص اشارہ مذکور ہے۔ بخلاف مسجد مکہ کے کہ اس کے بارے میں لفظ مسجد الحرام مذکور ہے۔

اور تمام علماء نے مسجد نبوی کے بارے میں موجودہ مسجد کو ثواب کی زیادتی میں عام مانا ہے جیسا کہ مسجد حرام کے بارے میں ہے۔ اور یہی قول حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا ہے۔ اور علماء شافعیہ میں محبّ طبری، سید علی سمہودی اور ابن جماعہ وغیرہ بھی اسی

کے قائل ہیں۔ اور اس کے لئے بہت سے دلائل بیان کئے ہیں جن کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

ان دلائل کے منجملہ ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فی مسجدی ہذا" سے ان دیگر مساجد کو خارج کرنا مقصود ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں۔

اور علامہ عینی نے احناف میں سے، بخاری کی شرح میں فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب تسمیہ اور اشارہ دونوں کسی قول میں جمع ہو جائیں تو تسمیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ جیسے کسی شخص نے امام کی اقتداء کی یوں نیت کی کہ "میں اس امام کی جو زید ہے اقتداء کرتا ہوں" پھر معلوم ہوا کہ وہ امام زید نہیں عمرو تھا تو اس کی اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر یوں نیت کی کہ "میں اس جوان کی اقتداء کرتا ہوں" اور وہ امام جوان نہیں بلکہ بوڑھا تھا تو اس کی اقتداء صحیح نہیں ہوئی۔ کیونکہ اعتبار مسمی کا تھا اور وہ غیر مسمی نکلا۔

پس معلوم ہوا کہ ثواب کی تضعیف مسجد نبوی قدیم کے ساتھ مخصوص نہیں، کیونکہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ تسمیہ و اشارہ کے وقت تسمیہ کا اعتبار ہوگا اور اشارہ بیکار ہوگا۔

اور مولانا رحمت اللہ نے منسک کبیر میں کہا ہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ نووی کے سوا کوئی بھی تخصیص (مسجد نبوی قدیم) کا قائل نہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ نووی نے بھی اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

فائدہ: واضح رہے کہ کئی گنا پن مکہ میں اعمال خیر کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ یہاں گناہ اور نافرمانی کا وبال بھی کئی گن ہوتا ہے۔ البتہ یہ باب مکہ ہی کے ساتھ

مخصوص ہے مدینہ منورہ میں برائی اور گنا کا وبال کئی گنا نہیں ہوتا۔ ہاں نیکیاں دونوں جگہ کئی گنا اجر پاتی ہیں۔ (حسب تصریح منسک متوسط وغیرہ)

اور مولانا رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر میں لکھا ہے کہ مکہ میں نیکی اور بھلائی ہزار گنا تک بڑھتی ہے اور اسی طرح برائی بھی اتنے ہی گنا ہوتی ہے۔

پس اگر یہ روایت درجہ صحت تک پہنچتی ہو تو اس سے نیکی اور بدی، دونوں کے کئی گنا ہونے میں برابری ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ روایت صحیح نہ بھی ہو تب بھی اس میں تو کوئی شک و شبہ ہے ہی نہیں کہ حرم خداوندی میں گناہ نہایت ہی سخت اور بہت ہی برا اور انتہائی قبیح فعل ہے اور بہت ہی سخت عتاب اور شدید غصہ کا موجب ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تو "مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا" فرمایا ہے، آیت مبارکہ اور حدیث شریف میں مطابقت کیسے ہو سکتی ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ آیت میں برابری باعتبار کمیت کے ہے اور حدیث شریف میں زیادتی کیفیت اور سزا کے بڑے ہونے میں ہے۔ اس لئے حدیث و آیت میں کوئی منافات نہیں۔

ساتویں فصل

مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد ان مقامات کا بیان جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ اور جنکی زیارت مستحب ہے۔ یہ فصل دو اقسام کے مقامات کے ذکر پر مشتمل ہے۔

پہلی قسم: وہ مقامات قبولیت جو مسجد حرام کے اندر واقع ہیں اور اٹھارہ ہیں۔

۱) مطاف۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ طواف جائز ہونے کی حیثیت سے تو پوری مسجد حرام مطاف ہے، لیکن مقام اجابت کی حیثیت سے مطاف سے مراد وہ خاص حصہ ہے جو طواف کے لئے متعین اور معروف ہے۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہے زمانہ مبارک کے حصہ طواف کیساتھ ساتھ آج تک کا پورا توسیع شدہ رقبہ شامل ہے اور مطاف کا طول و عرض اسی باب کی پانچویں فصل میں بیان کیا گیا ہے۔

۲)ملتزم شریف۔ اور یہ جگہ قول جمہور کے مطابق خانہ کعبہ کے دروازہ اور حجر اسود کے درمیان کا حصہ ہے۔ اور بعض اسلاف سے کہ ان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، یہ روایت ہے کہ ملتزم سے مراد وہ جگہ ہے جو رکن یمانی اور کعبہ کی پشت والے دروازے کا جو آج کل بند ہے اور جسے اب مستجار کہتے ہیں، درمیانی حصہ ہے۔

۳)میزاب رحمت کے نیچے کا حصہ۔ یعنی کعبہ کا پرنالہ گرنے کی جگہ۔

۴)بیت اللہ کا اندرونی حصہ۔

۵)چاہ زمزم کے قریب۔

۶)مقام ابراہیم کے پیچھے۔ مقام کے معنی اور وہ مقدار جس پر "پیچھے" کا اطلاق صحیح ہوتا ہے تیسرے باب کی تیسری فصل میں بیان کر چکے ہیں۔

۷)صفا کے اوپر۔

۸)مروہ کے اوپر۔

۹)سعی کی جگہ، خصوصاً میلین کے درمیان۔

۱۰)میدان عرفات میں۔

۱۱)مزدلفہ میں، وہاں بھی مشعر الحرام میں خصوصاً۔

۱۲)منیٰ میں۔

۱۳)جمرات کے نزدیک۔ اور پہلے جمرۂ عقبہ کے نزدیک دعا کے لئے کھڑے ہونے سے جو منع کیا گیا ہے تو یہ قول اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ دعا کے لئے کھڑے

نفس دعا کی ممانعت نہیں، چلتے چلتے اس مقام پر بھی دعا کرنا جائز ہے۔
ہونے کی ممانعت ہے

۱۴) ہر وہ جگہ جہاں سے بیت اللہ نظر آتا ہو۔

۱۵) حطیم کا تمام داخلی حصہ۔

۱۶) حجر اسود کے نزدیک۔

۱۷) رکن یمانی کے نزدیک۔

۱۸) مستجارہ میں۔ یہ جگہ رکن یمانی اور کعبہ کی پشت پر بنے ہوئے دروازے کا جواب بند ہے درمیانی حصہ ہے۔ مستجار تقریباً چار گز (دستی) کا رقبہ ہے۔ مستجار کے متعلق کچھ ذکر اسی باب کی دوسری فصل میں ہو چکا ہے۔

ان مقامات پر قبولیت دعا کے متعلق یہ بات رہ جاتی ہے کہ اس سے اوقات مخصوصہ یعنی حج و عمرہ کے زمانہ کی دعا مراد ہے، یا حکم اجابت ہر وقت عام ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوقات حج و عمرہ میں یہ حکم ہے ویسے ممکن یہ بھی ہے کہ ہر وقت یہی حکم ہو۔

فائدہ: مسجد حرام کی ان جگہوں کا ذکر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ اور ایسے مقام گیارہ ہیں۔

۱) بیت اللہ کے اندر۔ اور اس جگہ کی تعیین جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اس سے پہلے باب کی دوسری فصل میں کی جا چکی ہے۔

۲) مقام ابراہیم کے پیچھے۔ اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی مقام ابراہیم کی وہی جگہ تھی جو آج کل ہے یا وہ بیت اللہ سے ملا ہوا رکھا تھا۔ بہر حال جو صورت بھی ہو مقام ابراہیم جہاں بھی ہو

...نماز پڑھنے اور قبولیت دعا کی ہے۔

۳) حجر اسود کے مقابل، مطاف کے کنارے پر۔

۴) رکن عراقی کے قریب۔ کہ حطیم اور باب کعبہ کے درمیان۔

۵) مقام حضرہ پر، جو حطیم اور باب کعبہ کے درمیان کعبہ سے بالکل ملا ہوا تھا۔ اور یہ جگہ ہے جہاں جبرئیل علیہ السلام نے امامت فرمائی۔ اور اہل مکہ کے نزدیک حد تواتر تک کی شہرت بھی یہی ہے۔ (حسب تصریح العمدہ) مقام حضرہ کا نام معجنہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ کے وقت اسی گڑھے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مٹی کا گارا بنایا تھا۔ اور یہیں کی مٹی کے گارے سے آپ نے کعبہ کے پتھر ایک دوسرے پر جمائے تھے۔

۶) کعبہ سے باہر، کعبہ کے دروازہ کے نزدیک، کیونکہ ایک دوسری روایت کے مطابق اسی جگہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے امامت کی تھی۔

۷) کعبہ کے سامنے کی طرف۔ کیونکہ کعبہ مکرمہ کی دیگر تمام جہتوں کے مقابلے میں نماز کے لئے یہی سمت افضل ہے۔ (ہند و پاکستان کی سمت قبلہ یہی رخ ہے۔ نعمانی)۔ اس کے بعد میزاب والی سمت کا درجہ ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہے۔ (مدینہ سے سمت قبلہ یہی رخ ہے۔)

۸) حطیم میں۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو پورے حطیم میں نماز ادا فرمائی یا صرف چھ سات گز والے حصہ میں (کہ خانہ کعبہ کا جز اتنا ہی ہے)۔ یا پھر میزاب رحمت کے نیچے۔

۹) رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں سنگ مرمر کا فرش کیا ہوا ہے۔ اور اس کے مقابل "عمارۃ المنصور" کی عبارت لکھی ہوئی

ہے۔ مولانا رحمت اللہ نے بھی منسک کبیر میں ایسا ہی کہا ہے۔

۱۰) رکن شامی کے نزدیک اس طور کہ باب عمرہ پس پشت رہے۔ نماز پڑھنے والا حطیم میں کھڑا ہو یا اس سے باہر۔

۱۱) حضرت آدم علیہ السلام کے مصلی کی جگہ۔ اور وہ رکن یمانی کے دونوں طرف میں سے کسی ایک طرف واقع ہے۔ زیادہ واضح یہ ہے کہ وہ جگہ مستجار میں ہے۔ مستجار، رکن یمانی اور کعبہ کے بند شدہ دروازہ کا درمیانی حصہ کہلاتا ہے۔

دوسری قسم: اس قسم میں وہ تمام متبرک مقامات شامل ہیں جو خارج مسجد حرام، مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس واقع ہیں۔ اور جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ ان کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ اگرچہ ان مقامات متبرکہ کی زیارت کی نسبت نماز و طواف و عمرہ کے افعال افضل ہیں مگر ان کی زیارت بھی مستحب ہے۔ (بحوالہ ابن جماعہ) اور ایسے مقامات کی تعداد ۲۸ ہے۔

۱) حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا مکان۔ کہ تا قیام مکہ قبل از ہجرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہیں قیام فرما رہے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد ہوئی وہ سب اسی مکان میں پیدا ہوئی۔ مثلاً حضرت قاسم، بی بی زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور حضرت زہرا کے پیدا ہونے کی جگہ تو اس مکان میں آج تک معروف و معین ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی اسی مکان میں ہوئی، اور مکہ مکرمہ میں یہی وہ مکان ہے جہاں اور جگہوں کی نسبت کثرت سے وحی نازل ہوئی۔ متفقہ طور پر مسجد حرام کے بعد مکہ میں یہی مکان سب سے افضل و محترم ہے)۔

۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش۔ قول صحیح کی بنا پر جس جگہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ثابت ہے وہ مشہور مکان ہے۔ وہ مکان اصل میں ہاذم بن عبد مناف کا تھا، اور بطور میراث بواسطہ عبد المطلب حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) والد ماجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منتقل ہوا۔ اور حضور ابھی شکم مادر ہی میں رونق افروز تھے کہ حضرت عبداللہ کا وصال ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اسی مکان میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش کے ساتھ ساتھ آپ کی طرف اس مکان کی ملکیت بھی منتقل ہوگئی۔ اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکان میں قیام فرمارہے۔ پھر حضرت خدیجہ کے مکان میں منتقل ہوگئے اور تاہجرت وہیں سکونت پذیر رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت عقیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکان پر قبضہ کرلیا۔ اور جب حضرت عقیل اسلام لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مکان حضرت عقیل کو ہبہ کردیا۔ اور حضرت عقیل کے بعد بطور میراث ان کے صاحبزادوں کو منتقل ہوگیا۔ پھر محمد بن یوسف ثقفی نے ایک لاکھ دینار میں یہ مکان ان لڑکوں سے خرید لیا۔

پھر جب ہارون رشید کی والدہ خیزران بنت حارث، حج کے لئے مکہ مکرمہ آئی تو اس نے یہ مکان خرید کر اسے مسجد بنادیا تاکہ لوگ اس میں نوافل پڑھ کر اور عبادت کرکے برکت حاصل کریں۔ اور یہ مسجد آج تک (بزمانہ مصنف) باقی ہے۔ (اب اس مکان میں مکتبہ یعنی لائبریری قائم ہے۔ نوافل وغیرہ پڑھنے کا اب بھی انتظام ہے۔ مسجد کی حیثیت اب نہیں ہے۔ نعمانی)

۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مکان کہ وہ بھی مکہ میں مشہور ہے۔ ایام بعثت کے ابتدائی دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مرتبہ اس مکان میں تشریف

جاتے رہے۔ یہی مکان حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مولد ہے۔ اور ہجرت کے وقت اسی مکان سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں تشریف لے گئے۔ یہ مکان اس کوچہ میں واقع ہے جس کا نام ''زقاق الحجر'' ہے۔ اور اس گلی کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہاں دو پتھر تھے، ایک متکاء، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ٹیک لگائی تھی۔ دوسرا متکلم، کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا۔

علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ منشورہ وغیرہ میں کہا ہے کہ یہ بات یقین کی حد تک صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً مکہ میں ابھی تک ایک ایسا پتھر موجود ہے جس نے بعثت کے ابتدائی دنوں میں مجھے سلام کیا۔

اس پتھر کی تعیین میں رائیں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ حجر اسود ہے۔ اور سلف و خلف میں یہ مشہور ہے کہ وہ نمایاں پتھر ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب لگا ہوا تھا۔ اور اسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا تھا۔

۴) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جائے پیدائش۔ کہتے ہیں کہ یہ جگہ نومی، نام کے ایک پہاڑ پر جو مکہ کے زیریں علاقہ میں مشہور ہے واقع ہے۔ علامہ فارسی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھا ہے۔

۵) حضرت اسد اللہ الغالب، جناب علی رضی اللہ عنہ کی جائے پیدائش۔ آپ کی پیدائش کی جگہ مکہ میں مشہور و معروف ہے۔ آپ کی پیدائش کے سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت سے آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں اس کے درمیان میں واقع ہوئی۔ مگر مشہور پہلی ہی روایت ہے۔

۶) حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کا مکان۔ آپ قریش کی شاخ بنی مخزوم سے تھے۔ صفا کے نزدیک یہ مکان کافی مشہور ہے۔ کفار مکہ کے نشانہ ظلم بنے

سے بچنے کے لئے کافی عرصہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پناہ گزیں رہے۔ اسی مکان میں صحابہؓ کی خاصی تعداد ایمان لائی جن میں مشہور ہستیاں حضرت حمزہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اس مکان میں آیت یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ نازل ہوئی اور آجکل یہ مکان "دار الخیزران" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ ہارون رشید کی والدہ خیزران نے اسے خرید کر برکت حاصل کرنے والوں کے لئے مسجد بنادیا تھا۔

اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مکان اور مولد النبی کے بعد مکہ میں یہی مکان افضل ہے۔ لہٰذا مکان خدیجہ اور مولد النبی دونوں اس سے افضل ہیں۔ اس مکان کی زیارت سے مقصد اس مسجد کی زیارت ہے جو اس میں ہے۔ اس مسجد کا طول آٹھ گز ایک انچ کم ہے اور عرض جدید گز سے سات گز ہے۔

اس مکان کی تعمیر کئی مرتبہ ہوئی۔ آخری تعمیر سنہ ۸۲۱ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ علامہ فارسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۷) جبل ثور کا غار۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ میں آیا ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے وقت کفار سے اس غار میں چھپے تھے۔ اور تین شبانہ روز اس غار میں قیام فرمایا تھا۔ یہ غار مکہ کے دائیں جانب واقع ہے۔

علامہ فارسی نے تاریخ کبیر مکہ مکرمہ میں لکھا ہے کہ ثور ایک پہاڑ ہے جو مکہ کے نشیبی علاقہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کی بلندی تقریباً ایک میل ہے۔ اور پہاڑ کی چوٹی سے سمندر نظر آتا ہے۔ اور اس پہاڑ پر وہ غار ہے جس میں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ داخل ہوئے تھے۔ اس غار کی لمبائی اٹھارہ بالشت ہے اور اس کا تنگ دہانہ پانچ بالشت ہے۔ دہانہ کی زمین سے اونچائی درمیان سے تو ایک بالشت ہے اور دونوں طرف سے دو ثلث بالشت۔

اور سنہ ۸۰۰ھ یا اس سے قبل یہ دہانہ فراخ کر دیا گیا ہے کیونکہ اس میں داخل ہوتے وقت ایک شخص پھنس گیا تھا۔

اور کہتے ہیں کہ اس پہاڑ پر ایک درخت ہے، اس درخت کی کوئی چیز اگر کسی شخص کے پاس ہو تو کاٹنے والے حشرات کی گزند سے وہ شخص محفوظ رہتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قابیل نے ہابیل کو اسی پہاڑ پر قتل کیا تھا۔ خلاصہ تحریر علامہ فاسی۔

۸) جبل حراء کا غار۔ جہاں قبل نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں عبادت فرماتے تھے اور یہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ اقراء کی پہلی پانچ آیتوں کی پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ کے مشرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اس پہاڑ کے بالائی حصہ میں یہ غار ہے کہ جس میں کافی عرصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہے۔

یہ غار مشہور ہے، سلف سے خلف تک اس کی نشان دہی ہوتی رہی ہے، لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بظاہر قول غار حرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل قیام کے سبب یہ غار ثور سے افضل ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین یوم قیام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ غار حراء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام کی مدت ایک ماہ ہے۔

۹) مسجد الرایہ۔ جو مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔

۱۰) مسجد الجن۔ یعنی وہ جگہ جہاں جن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے اور آپ سے قرآن مجید کی سماعت کی۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ میں کعبہ کے مشرقی سمت میں واقع ہے۔ اور یہ مقام نخلہ کے علاوہ ہے جو مکہ و طائف کے درمیان ہے۔ وہاں بھی جنوں نے حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سنا تھا۔

۱۱) مسجد الشجرہ۔ یہ مسجد، مسجد الجن کے مقابل ہے اور مکہ مکرمہ میں موجود ہے۔

۱۲) مسجد الغنم۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے اردگرد بکریوں کی منڈی لگتی تھی۔ اور ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

علامہ مرشدی نے منسک متوسط کی شرح میں لکھا ہے کہ بظاہر اس سے وہ مسجد مراد ہے جس کو آج کل مسجد اجابت کہتے ہیں۔

۱۳) الجزرہ کبیر کے قریب کی مسجد۔ اگر کوئی بالائی حصہ سے مکہ کی طرف آئے تو اس کے دائیں ہاتھ یہ مسجد پڑے گی۔ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں مغرب کی نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجد سات گز لمبی ہے۔

۱۴) سوق اللیل کی مسجد۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف کے قریب واقع ہے۔ اس مسجد کا نام مختبی بھی بتایا جاتا ہے۔

۱۵) مسجد الاجابۃ۔ مکہ سے منیٰ جاتے وقت دائیں ہاتھ پر مکہ کے بالائی حصہ میں ثنیہ (گھاٹی) علیا کے قریب واقع ہے۔

۱۶) وہ مسجد جو اجیاد میں واقع ہے۔ (الف پر زبر)۔ یہ ایک پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔ جس میں، تبع کے گھوڑے اور ان کی قوم اتری تھی۔

۱۷) جبل ابو قبیس کی مسجد۔ کعبہ کے مشرقی سمت مکہ مکرمہ کا یہ پہاڑ واقع ہے۔

کہتے ہیں کہ زمین کے پہاڑوں کی جڑ، بنیاد یہی پہاڑ ہے۔ اور یہی سب سے پہلا پہاڑ ہے۔
اور جبل ابو قیس پر شنبہ کے دن سری کھانے کے متعلق جو مشہور ہے، تو یہ بالکل بے بنیاد و بے اصل بات ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے۔

۱۸) وادی ذی طویٰ کی مسجد۔ عمرہ تنعیم کے راستہ میں مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج و عمرہ کے دوران نزول اجلال فرمایا۔

۱۹) مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا۔ جو تنعیم میں واقع ہے۔ اور اس مسجد کے تعین کے بارے میں پہلے باب کی دوسری فصل میں ہم لکھ آئے ہیں۔

۲۰) مسجد عقبہ۔ جو منیٰ کے قریب حد منیٰ سے باہر بجانب مکہ مکرمہ واقع ہے۔ یہ جمرہ عقبہ سے ایک تیر کی زد، یا اس سے زائد فاصلہ پر ہے۔ جو کوئی مکہ مکرمہ سے منیٰ کو جائے اس کے بائیں ہاتھ پر یہ مسجد پڑتی ہے۔ اہل مکہ میں یہ مسجد البیعہ کے نام سے بھی مشہور ہے، کیونکہ انصار مدینہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بیعت اسی جگہ لی تھی، جسے بیت العقبہ کہتے ہیں۔ اس مسجد کی تعمیر متعدد بار ہوئی۔ آخری تعمیر سنہ ۶۲۹ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ علامہ فارسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

علامہ قطب الدین نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس مسجد شریف میں دعا قبول ہوتی ہے۔

۲۱) دار النحر، نامی مکان کی مسجد۔ جو منیٰ کے اندر مشہور جگہ ہے۔ اگر کوئی عرفات کی جانب جائے تو دائیں ہاتھ پر جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کے درمیان پڑتی ہے۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں چاشت کی نماز ادا فرمائی۔ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی قربانی کے اونٹوں کو یہیں نحر فرمایا۔ یہ اونٹ سو کی تعداد میں تھے۔ ان میں سے تریسٹھ اونٹ اپنی عمر شریف کے سالوں کے مطابق اپنے دست

...سے نحر فرمائے۔ اور باقی کو نحر کرنے کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ اور منیٰ میں اپنی قربانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو شریک فرمایا۔

۲۲) مسجد الکبش۔ یہ مسجد منیٰ میں جبل ثنیہ کے قریب واقع ہے۔ قول مشہور کے مطابق یہ مسجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کئے جانے کی جگہ پر واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ علامہ اسحٰق کا اس میں اختلاف ہے۔ اور اسی جگہ وہ دنبہ نازل ہوا جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ تھا۔ اور جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کے عوض ذبح فرمایا۔

علامہ فیروز آبادی نے اس مقام کو قبولیت کی جگہ بتایا ہے۔

۲۳) مسجد خیف۔ یہ مسجد منیٰ میں اس پہاڑ کے نزدیک واقع ہے جو جبل ثبیر کے مقابل ہے۔ یہ مسجد مشہور و معروف ہے۔ اس مسجد کی فضیلت احادیث میں وارد اور کتابوں میں تحریر ہے۔ وہ مسجد انبیائے کرام کا مقام نزول اور محل قیام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اس مسجد میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔ (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسجد خیف میں ستر انبیاء مدفون ہیں۔ (رواہ البزار) کہا گیا ہے کہ ان مدفون انبیاء میں سے ایک حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آپ کے مدفن سے متعلق دو روایتوں میں سے ایک یہ روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کی قبر جبل ابو قبیس میں ہے۔

یہ بات حد صحت کو پہنچتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف میں نماز ادا فرمائی۔ یہ روایت ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے یزید بن

الاسود سے بیان کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ وہ ہے جہاں مسجد کے قبہ کی محراب میں پتھر بچھے ہیں۔ یہ قبہ منارۂ قدیم جو مسجد کے درمیان واقع ہے کے مقابل ہے۔ نہ وہ منارہ جو اس کے دروازہ کے قریب ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے اپنی توضیح میں ازرقی سے نقل کرتے ہوئے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

اور علامہ مناوی نے توضیح کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ منارہ اب بھی باقی ہے۔ لیکن قبہ مذکورہ سنہ ۸۷۴ھ میں بنایا گیا۔ اور مسجد قدیم اس قبہ جتنی ہی تھی۔ مگر یہ کہ اس وقت یہ قبہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہ مسجد کئی مرتبہ وسیع کی گئی۔ اس قبہ کی محراب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کئی مرتبہ ہوئی۔ ایک تعمیر کا سنہ ۸۲۰ھ ہے۔ بحوالہ علامہ فارسی۔

۲۴) غار مرسلات۔ یہ غار اس پہاڑ میں ہے جس کے قریب مسجد خیف واقع ہے۔ جو کوئی عرفات کو جائے اس کے دائیں ہاتھ پر مسجد خیف کے شمالی رخ یہ غار پڑتا ہے۔ سورۂ مرسلات اسی غار میں نازل ہوئی۔ (رواہ البخاری عن ابن مسعود)

علامہ محب الدین طبری کہتے ہیں سلف سے خلف تک اس غار کی زیارت ہوتی آئی ہے۔

علامہ قطب الدین نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ اس غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا نشان بنا ہوا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نیچے سایہ لینے کے لئے بیٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اس پتھر سے لگنے لگا تو وہ پتھر نرم ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے دائرہ کے بقدر نشان اس میں بن گیا۔ اب لوگ تبرک کے طور پر اپنے سر کو اس دائرہ سے

چھواتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کے سر کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے۔

۲۵)وہ مسجد جو عرفات میں موقف کے دائیں سمت ہے۔ اور یہ مسجد نمرہ کے علاوہ ہے۔ مسجد نمرہ وہ ہے جہاں عرفہ کے دن ظہر و عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہے۔

۲۶)وہ غار، جو چار یا پانچ گز ہے اور عرفات کے نزدیک جبل نمرہ کے نیچے واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن موقف کی طرف تشریف لے جاتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نزول فرمایا تھا۔ کذا ذکرہ الازرقی۔

۲۷)مسجد جعرانہ۔ اس کا تلفظ جیم کے زیر، ع کے جزم اور جیم و عین کے زیر اور ر پر تشدید دونوں طرح ہے۔ یہ مقام طائف کے راستہ پر مکہ مکرمہ سے اٹھارہ میل پر واقع ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد طائف فتح کیا تو واپسی پر یہاں عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

۲۸)معلاۃ۔ اس کا تلفظ میم کے زبر اور ع کے جزم کے ساتھ ہے۔ یہ مکہ کے نزدیک مشہور قبرستان ہے (جس کو جنت المعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ نعمانی) اور مدینہ کے قبرستان (جنت البقیع) کے بعد مسلمانوں کے تمام قبرستانوں سے افضل ہے۔ ان دونوں قبرستانوں کی فضیلت میں بہت احادیث مروی ہیں۔

فائدہ: علامہ رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر میں لکھا ہے کہ ان مقامات میں سے اکثر کے متعلق علماء نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ اور ان مقامات کے متبرک ہونے اور اقرب موضع قبولیت ہونے میں تو کسی قسم کا شک ہے ہی نہیں۔

☆☆☆

آٹھویں فصل

اہل مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ کی زیارت کی کیفیت کا بیان

مسئلہ: جنت المعلیٰ کے سکان کی زیارت مستحب ہے، وہاں مدفون صحابہ، تابعین، اولیاء اور صالحین کی زیارت کی نیت کرے۔ یہاں یقینی طور پر کسی بھی صحابی یا صحابیہ کی قبر کی تعیین معلوم نہیں۔ اس لئے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کوئی خاص قبر متعین نہ کرے۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی لیکن متعین طور پر ان کی قبر باقی نہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ بعض صالحین کو خواب میں آپ کی قبر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دکھائی گئی۔ پس اسی جگہ قبہ بنادیا گیا۔ اور یہ خواب حضرت فضیل کی وفات کے بعد واقع ہوا۔

(بحوالہ منسک متوسط، علی قاری)

نیز منسک متوسط اور اس کی شرح میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جو قبر بیان کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں۔ ان کی قبر کی جگہ کسی کو معلوم نہیں۔ باوجودیکہ علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ کا انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا ہے۔ البتہ بعض صلحاء نے نشاندہی کی ہے کہ ان کی قبر جبل معلاۃ میں ہے اور مکہ سے باہر جانے والے کے دائیں طرف پڑتی ہے۔ اس کے باوجود صحیح یہ ہے کہ وہاں بھی ان کی قبر نہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی قبر جس جگہ ہونا مشہور ہے وہ بھی صحیح نہیں، یعنی سادات صفویہ کے مقبروں کے پاس۔ اور وہ مقام تو غالباً ان کی پشت کی طرف واقع ہوا ہے۔ (خلاصہ منسک و شرحہ)۔

اور مکہ مکرمہ میں کئی تابعی حضرات مثلاً عطاء بن رباح، سفیان بن عیینہ اور

فضیل بن عیاض رحمہم اللہ کا انتقال بھی ہوا اور سب کی قبریں یہیں ہیں۔ مشہور یہی ہے کہ یہ سب حضرات ایک احاطہ میں حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کے قریب ہی ہیں۔

ان کے علاوہ بہت سے اکابر مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ بھی انہی کے قریب مدفون ہیں۔ لہٰذا ان سب حضرات کی زیارت کرنا چاہئے، سب سے برکت حاصل کرے، سب پر سلام عرض کرے اور ان کے مزارات کے نزدیک آہستہ آواز سے زیادہ سے زیادہ قرآن شریف پڑھے اور ان کے لئے نیز تمام مسلمانوں کے لئے خوب خوب دعاواستغفار کرے۔ اور آداب قبور کی مناسبت جو کلمہ کلام پڑھ سکے پڑھ کر ایصال ثواب کرے۔

مطلق زیارت قبور کے آداب

زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ مزار پر پاؤں کی طرف سے آکر میت کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہو جائے۔ پاؤں کی طرف سے آنے کی گنجائش نہ ہو تو سرہانے سے آجائے۔ کھڑے ہونے کے فاصلہ کے متعلق یہ ہے کہ یہ دیکھ لے کہ ان کی زندگی میں حاضر ہوتا تو بلحاظ ادب کتنی دور کھڑا ہوتا۔ اور قبر پر کھڑا رہنا بیٹھنے کی نسبت افضل ہے۔

☆ مسئلہ: آداب زیارت میں سے یہ بھی ہے کہ قول صحیح کے مطابق میت پر السلام علیکم کہہ کر سلام کرے۔ "علیکم السلام" سے سلام نہ کرے۔ اس لئے کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب قبرستان میں جاؤ تو کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدَّارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ. نَسْئَالُ اللّٰہَ لَنَا وَ لَکُمُ الْعَافِیَۃَ.

اور مسلم کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں یوں آیا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ۔

نیز وہاں دیر تک کھڑا رہے اور اپنے لئے اپنے والدین، اعزہ واحباب اور تمام مسلمانوں اور قبرستان کے تمام مردوں کے لئے خوب خوب دعا کرے۔ چاہے تو ان الفاظ میں دعا کرے چاہے اپنی زبان میں کوئی اور دعا کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْكُمْ وَالْمُتَاَخِّرِيْنَ. اٰنَسَ اللّٰهُ وَحْشَتَكُمْ وَرَحِمَ اللّٰهُ غُرْبَتَكُمْ وَضَاعَفَ حَسَنَاتِكُمْ وَكَفَّرَ سَيِّئَاتِكُمْ. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِاُسْتَاذِيْنَا وَلِاِخْوَانِنَا وَلِاَخَوَاتِنَا وَلِاَوْلَادِنَا وَاَحْفَادِنَا وَلِاَقَارِبِنَا وَ اَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَلِمَنْ لَهٗ حَقٌّ عَلَيْنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِى الْقُبُوْرِ. رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَ عَلٰى عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ وَارْزُقْنَا عَنْهُمْ وَاحْشُرْنَا مَعَهُمْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اس کے بعد جس قدر قرآن شریف پڑھ سکے پڑھے۔ چنانچہ سورہ فاتحہ، بقرہ کی ابتدائی آیات تا مُفْلِحُوْنَ۔ آیت الکرسی، امن الرسول، سورہ یٰسین، تبارک

یٰس، سورۂ تکاثر، سورہ اخلاص، گیارہ بار، سات بار یا تین بار پڑھے اور پھر کہے اَللّٰھُمَّ
اَوْصِلْ ثَوَابَ مَاقَرَأتُ اِلٰی فُلَانٍ یا اِلٰی ھٰذِہِ الْمَقَابِرِ (اے اللہ میں نے جو کچھ پڑھا
ہے اس کا ثواب فلاں کو یا ان قبر والوں کو پہنچا دیجئے)۔

نویں فصل

مکہ مکرمہ کی لمبائی کی پیمائش کا بیان

علامہ حنیف الدین مرشدی نے منسک متوسط کی شرح میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ کی لمبائی کی ابتدا مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان معلاۃ سے ہوتی اور جدہ کی طرف کی ایک جگہ جس کا نام شبیکہ ہے پر ختم ہوتی ہے، اور جانب یمن کی اس کی انتہا حضرت حمزہ کی ولادت گاہ تک ہے جو چشمہ کے منبع کے قریب ہے۔ اس چشمہ تک سیڑھیوں سے اترتے ہیں۔ جن کو بازان کہا جاتا ہے۔

اور مکہ کی چوڑائی جبل جزل سے شروع ہو کر جبل ابو قبیس کے درمیان تک ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کو اخشبان بھی کہتے ہیں جیسا کہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ۔ میں نے اپنا رخ مکہ کی حاضری کے قصد سے ادھر پھیرا۔ اور میں نے اخشبین مبارکین کے درمیان بیعت کی۔

مکہ کی لمبائی گزوں کی پیمائش میں یوں ہے کہ باب معلاۃ سے باب ماجن تک کہ یمن سمت مکہ میں واقع ہے۔ چار ہزار بہتر ۴۰۷۲ شرعی گز ہے۔

اور یہ پیمائش اس وقت ہے جب کہ ہم اسے مدعیٰ، مسعیٰ، وادی ابراہیم کی سیلاب گاہ اور اس بازار کے راستہ سے جو آجکل سوق صغیر کہلاتا ہے، شمار کریں۔ اور ان کی تمام

گولائیوں وغیرہ کو اس پیمائش میں شامل کریں۔ اور اگر ہم مکہ کی لمبائی کو سیدھا ناپیں، تو باب معلاۃ سے راہ مدعی، سویقہ تک وہاں سے شبیکہ تک، کل چار ہزار ایک سو بہتر گز پیمائش ہوتی ہے۔ (خلاصہ تحریر مرشدی)۔ چنانچہ دوسری صورت میں پیمائش ایک سو گز زیادہ ہوتی ہے۔

دسویں فصل

حرم مکہ مکرمہ کی حدود کی پیمائش کا بیان

واضح رہے کہ ارض حرم۔ مکہ مکرمہ کے ارد گرد کی وہ زمین ہے جس میں شکار کھیلنا، اس کے درخت اور سبز گھاس کاٹنا، اکھاڑنا اور اپنے اختیار سے جانوروں کو چرانا حرام ہے۔

اس کی حد مدینہ منورہ کے راستہ کی طرف سے تنعیم کے قریب مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ تک ہے۔ اور جعرانہ کی طرف سے شعب (گھاٹی) آل خالد بن عبداللہ تک ہے جو مکہ مکرمہ سے نو میل لکے فاصلہ پر ہے اور جدہ کی طرف مکہ مکرمہ سے دس میل تک ہے۔

اور طائف کی طرف سے عرفات پر بطن عرفہ تک ہے۔ یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے سات میل ہے۔ اور عراق کی طرف حرم کی حد اس پہاڑ کی گھاٹی تک ہے جو مکہ مکرمہ سے سات میل کی مسافت پر ہے۔

قاضی ابوالفضل نووی نے حد حرم کو اشعار میں یوں نظم کیا ہے کہ: ترجمہ

حد حرم مدینہ طیبہ کی جانب سے تین میل تک ہے اور طائف و عراق کی جانب سے سات میل اور جدہ کی طرف سے دس میل اور جعرانہ کی طرف سے نو میل اور

یمن کی طرف سے سات میل۔

اور حرم کی حدود کی جگہوں پر ہر سمت علامات و نشانات نصب ہیں۔ مگر جدہ اور جعرانہ کی سمت کوئی نشان قائم نہیں ہے۔

اور سب سے پہلے یہ نشانات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم فرمائے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کو حدود بتاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پر نشانات نصب فرمادیتے۔ آپ کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان علامات کی تجدید کی، آپ کے بعد عدنان نے، ان کے بعد قصی بن کلاب نے، ان کے بعد تمام قریش نے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں فتح مکہ کے بعد ان حدود کی تجدید فرمائی۔ پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے دور خلافت میں ان حدود کی تجدید فرمائی۔ وہ علامات و نشانات آج تک قائم وباقی ہیں۔ کذا فی البحر الرائق والتوضیح لابن حجر وغیرہما۔

اور علامہ عبدالرؤف مناوی توضیح المناسک کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کے بعد بادشاہان اسلام اپنے زمانوں میں ان نشانات کی تجدید کرتے رہے۔ آخری تجدید ملک مظفر شاہ یمن نے کی۔ ان کے بعد کسی اور بادشاہ کی تجدید کی اطلاع ہم تک نہیں پہنچی۔

تنعیم وجعرانہ کے معنی باب احرام کی دوسری فصل میں بیان ہو چکے ہیں۔

فائدہ: علامہ ابن سراقہ نے کتاب الاعداد میں لکھا ہے کہ تمام ارض حرم کا رقبہ مجموعہ ۱۷ میل ہے (۱۷ میل مربع) یعنی اس کا طول و عرض برابر ہے۔ الا یہ کہ بعض حدود مکہ مکرمہ سے قریب ہیں اور بعض دور۔

بعض حدود کے مکہ مکرمہ سے قریب اور بعض کے دور ہونے کی وجہ میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے

زمین پر اترے تو شیطان کا ڈر ان کے دل میں تھا۔ چنانچہ آپ کی حفاظت کے لئے مکہ مکرمہ کے اطراف میں فرشتوں کا پہرہ لگایا گیا۔ جو جگہ مکہ سے فرشتوں کے کھڑے ہونے کے درمیان آئی وہ حرم قرار پائی۔

اور بعض فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ میں حجر اسود نصب فرمایا تو اس سے ہر چہار طرف روشنی پھوٹی، ہر طرف میں جہاں جہاں تک اس کی روشنی پھیلی وہ حصہ حرم قرار پایا۔

فائدہ: علماء کی آراء اس باب میں بھی مختلف ہیں کہ ارض حرم، زمین و آسمان کے روز پیدائش ہی سے محترم ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا کے بعد اسے محترم قرار دیا گیا۔

ارض حرم کے روز پیدائش زمین و آسماں سے محترم ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری و مسلم نے متعدد سندوں سے روایت کیا ہے کہ مکہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش کے دن سے ہی محترم قرار دیا ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو عام مخلوق پر اسکی حرمت ظاہر کرنے کی دعا فرمائی تھی۔

☆ مسئلہ: نیز ارض حرم کی حرمت کے سبب میں بھی علماء کی آراء مختلف ہیں۔ دو رائیں تو مکہ سے حدود حرم کے قرب و بعد کے سلسلہ میں اوپر مذکور ہوئیں۔ تیسری رائے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے ان سے کہا "ائتیا طَوْعاً اور کَرْهاً"، تو دونوں نے جواب دیا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ تو زمین کے جس حصہ سے یہ جواب آیا وہ ارض حرم تھی لہذا وہ محترم قرار پائی۔

☆ مسئلہ: ہم نے اوپر جو یہ کہا ہے کہ زمین حرم میں درخت اور سبز گھاس کاٹنا

حرام ہے تو اس سے مراد مطلق درخت اور گھاس نہیں ہے۔ بلکہ ارض حرم کے درخت اور نباتات چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱)ایسے درخت وغیرہ جن کو لوگ اگاتے اور بوتے ہیں اور وہ ایسے ہیں جن کو عموماً بویا کرتے ہیں۔ جیسے کھیتیاں۔

۲)وہ جن کو لوگوں نے بویا مگر وہ ایسے ہیں جن کو عادتاً لوگ بوتے نہیں جیسے پیلو کا درخت (جس کی جڑ کی مسواک ہوتی ہے۔ نعمانی)

۳)وہ نباتات جو خود بخود اگ آئی ہو اور وہ ایسی ہو جسے عادتاً لوگ بوتے ہوں۔

پس ان تینوں قسم کے درختوں اور گھاس وغیرہ کا کاٹنا، اکھاڑنا، محرم اور حلال سب کے لئے جائز ہے۔

۴)وہ درخت و نباتات جو از خود اگ آئے مگر اسے لوگ عادتاً بوتے نہ ہوں، جیسے جھاڑیاں وغیرہ، پس ایسی چیزوں کا کاٹنا یا توڑنا، محرم اور حلال دونوں کے لئے حرام ہے۔ جب تک وہ سرسبز ہوں اور جب وہ خشک ہو جائیں تو پھر وہ سوختہ کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا کاٹنا جائز ہے۔

اور اذخر۔ گھاس وہ سبز ہو تب بھی اس کا کاٹنا جائز ہے کیونکہ حدیث شریف میں اسے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

اذخر۔ ہمزہ اور خ کے زیر کے ساتھ، ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔ اہل مکہ اس سے اپنی چھتیں چھاپتے اور قبروں میں لحد پر اسے ڈالتے ہیں۔ آج کل اسے غاسول کہتے ہیں۔

☆ مسئلہ : محرم اور حلال دونوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ پیلو کے درخت اور تمام درختوں سے مسواک کاٹیں جبکہ وہ چوتھی قسم میں شامل ہوں اور سرسبز ہوں۔

[illegible] جوں [illegible]۔

[illegible] مسئلہ: اگر حلال شخص حرم میں جوں مارے تو کوئی حرج نہیں۔

[illegible] مسئلہ: اگر کسی نے حد حرم سے باہر کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس کی حد قتل ہوتی ہو، جیسے کسی نے زنا کیا، یا شراب پی، یا چوری کی یا کسی کو قتل کر دیا یا مرتد ہو گیا۔ پھر اس نے حرم مکہ میں پناہ لے لی، یعنی کم از کم ارض حرم میں داخل ہو گیا تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا، نہ اسے کوڑے مارے جائیں گے، نہ قتل کیا جائے گا، نہ ہاتھ کاٹے جائیں گے، نہ قید کیا جائے گا، جب تک وہ حرم میں ہے۔ اور اس کی علت اللہ تعالیٰ کا فرمان "ومن دخلہ کان آمنا" ہے۔ ہاں اس کے لئے خرید و فروخت نہ کی جائے، نہ اسے کھانا پانی اور جگہ دی جائے تاکہ وہ حرم سے نکل جائے اور اس پر حرم سے نکلنے کے بعد حد قائم کی جائے۔

اسی طرح اگر حربی کافر حرم میں پناہ لے لے تو حرم میں اس کا قتل بھی جائز نہیں اور یہ اس وقت ہے جب وہ مقابلہ اور مقاتلہ کے وقت حرم میں داخل نہ ہو اور اگر جنگ و جدال کرتا ہوا حرم میں داخل ہوا ہو تو اسے بلا دریغ قتل کر دیا جائے چاہے وہ کافر ہو یا فاجر مسلمان ہو۔

اور حد حرم سے باہر ارتکاب جرم کی حد و قید اس لئے لگائی گئی کہ اگر حد حرم میں کسی نے ان جرائم کا ارتکاب کیا ہو تو حرم کے اندر ہی اس پر حد شرعی لگائی جائے گی۔ اور جرم کی سزا دی جائے گی۔

گیارہویں فصل

کعبہ کو غلاف پہنانے، کعبہ سے خوشبو، موم بتی یا کوئی اور چیز لینے اور حرم مدینہ کے سنگ ریزے اور اسکی خاک لینے کے حکم کا بیان۔

واضح رہے کہ غلاف کعبہ کی خرید وفروخت کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر وہ غلاف بادشاہ نے اپنے ذاتی مال سے چڑھایا تھا تو اس کے متعلق بادشاہ کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسے فروخت کردے اور اس کی قیمت کعبہ کے دیگر مصالح میں خرچ کردے۔ یا اگر چاہے تو کسی مسلمان فقیر کو ہدیۃً دے دے۔ یا چند فقراء پر بانٹ دے۔ وہ فقراء اہل مکہ سے ہوں یا باہر کے ہوں۔ اور وہ بنی شیبہ سے تعلق رکھتے ہوں یا انکے علاوہ ہوں، سب برابر ہیں۔

اور جب بادشاہ کی اجازت سے وہ فقراء اس غلاف پر قبضہ کر کے مالک ہو جائیں تو ان سے اسے خرید لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بحوالہ ملا علی قاری شرح منسک متوسط۔

۲۔ وہ غلاف سلطان نے بیت المال سے چڑھایا ہو۔ اس صورت میں بھی اختیار بادشاہ ہی کو ہوگا مگر شرط یہ ہوگی کہ بادشاہ اسے کسی ایسے آدمی کو ہی دے گا جو بیت المال سے امداد کا اہل ہو، خواہ وہ بنی شیبہ سے ہو یا کوئی اور۔ اگر بادشاہ نے وہ غلاف کسی ایسے آدمی کو دے دیا جو بیت المال سے استفادہ کا مستحق نہ ہو، ایسے آدمی کو اس کا لینا بھی جائز نہیں اور اس کو فروخت کرنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی کسی کے لئے اس کا خریدنا جائز ہے۔ علامہ مرشدی نے علامہ ابن وھبان سے نقل کرتے ہوئے شرح منسک متوسط میں یہی لکھا ہے۔ اسی لئے بحر زاخر میں کہا گیا ہے کہ غلاف کعبہ میں سے نہ کوئی چیز کاٹنا جائز ہے نہ اس کو باہر کسی ملک میں لے جانا جائز ہے، نہ اس کی خرید و فروخت جائز ہے، نہ قرآن میں اس کو رکھنا جائز ہے۔ اگر کسی نے اس سے کوئی چیز لے لی ہے تو اس کا واپس کرنا واجب ہے۔ اور لوگوں کے یہ کہنے اور خیال کر لینے کا کوئی اعتبار نہیں کہ ہم نے تو اسے بنی شیبہ سے خریدا ہے، اس لئے کہ غلاف کے بیت المال کا مال ہونے کی وجہ سے بنی شیبہ اس کے مالک ہی نہیں ہوئے۔ اور بیت المال میں تصرف کا حق بادشاہ کو ہی

ہے۔ ہاں بادشاہ اس غلاف کا کسی کو مالک بنادے تب اس کی خرید و فروخت جائز ہوگی۔ (خلاصہ تحریر بحر زاخر)۔ بشرطیکہ جس کو وہ غلاف ہبہ کیا گیا وہ بیت المال کا اہل ہو۔

۳۔ وہ غلاف بادشاہ یا کسی اور کی طرف سے وقف ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو واقف کی طرف سے شرائط معلوم ہیں یا معلوم نہیں۔ اگر شرائط معلوم ہیں تو شرائط کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ واقف کی شرائط بھی نص شرعی کی طرح ہیں۔ اور ان میں تصرف کا حق نہ بادشاہ کو ہے نہ کسی اور کو۔ جبکہ وہ خود واقف نہ ہوں۔

اور اگر شرائط واقف معلوم نہ ہوں تو وہ غلاف نہ تو بنی شیبہ کو دیا جائے گا نہ ان کو فروخت کیا جائے گا۔ بلکہ اس کو کعبہ کی ضروریات میں صرف کیا جائے گا۔ جیسا کہ مسجد کے فرشوں اور چٹائیوں کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ مرشدی نے ابن شحنہ سے نقل کرتے ہوئے ایسا ہی کہا ہے۔

یہ بندہ ضعیف (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ آج کل غلاف کعبہ بطور وقف ہی آتا ہے، اس کے باوجود بنی شیبہ کو جو کعبہ کے کلید بردار ہیں اسے دینا جائز ہے اور ان سے خریدنا بھی جائز ہے۔

پہلا مقدمہ: علامہ قطب الدین مکی حنفی نے جو مکہ مکرمہ کے مفتی تھے، اپنی تاریخ مسمّٰی "الکتاب ابو علام باعلام البلد الحرام" میں ذکر کیا ہے کہ نیک کردار بادشاہ اسماعیل بن ناصر قلاؤن نے اپنے ذاتی روپیہ سے دو قصبے، مصر کے قصبات سے خرید کر ان دونوں کی آمدنی غلاف کعبہ کے لئے وقف کر دی۔ ایک قصبہ کا نام بیسوس تھا دوسرے کا سندبیس۔ اور بادشاہ نے یہ کام سنہ ۷۵۰ھ کے لگ بھگ کیا۔ جیسے علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے۔

سلطان اسماعیل کے بعد شاہان مصر نے اس انتظام کو باقی رکھا اور وہ ہر سال اس

وقف کی آمدنی سے غلاف کعبہ بھیجتے رہے۔ اور جب حکومت کی باگ سلطان آل عثمان سلطان سلیم خاں کے ہاتھوں میں آئی تو انہوں نے بھی حکم دیا کہ غلاف کعبہ سابقہ انتظام کے مطابق بھیجا جاتا رہے۔ اس کے بعد سلطان کو معلوم ہوا کہ ان دونوں قصبات کا محصول اب کم ہو گیا ہے اور وہ غلاف کعبہ کے مصارف پورے کرنے کے لائق نہیں رہا تو حکم دیا کہ چند اور قصبات وقف کئے جائیں اور ان سب کی آمدنی غلاف کعبہ پر صرف کی جائے۔ پس یہ وقف دائمی اور عامر و فائض ہو گیا، اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ قائم رکھے۔ خلاصہ تحریر قطب مکی۔

دوسرا مقدمہ: یعنی غلاف کعبہ کا بنی شیبہ کو دینے اور ان سے خریدنے کا جواز، سو یہ تین وجوہ پر مبنی ہے۔

پہلی وجہ: یہ دائمی رواج ہو گیا ہے کہ واقفان ہر سال نیا غلاف کعبہ بھیجتے ہیں اور پرانا غلاف واپس طلب نہیں کرتے، باوجودیکہ عام و خاص میں یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ پرانے غلاف کو بنی شیبہ اپنے تصرف میں لے آتے ہیں۔ بلکہ بعض سال تو ایسا ہوا ہے کہ واقفین مذکورین نے بنو شیبہ کو بہت سا مال دے کر پرانا غلاف خرید کر حاصل کیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی طرف سے پرانے غلاف کا بنو شیبہ کے لے لینے کی اجازت ہے۔ اس جواز کی بنا یہ قاعدہ ہے کہ وقف میں عادت مطردہ قائم مقام شرط کے ہو جاتی ہے۔ شیخ ابن حجر مکی وغیرہ نے اس کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ اور اس کی تائید یہ قول کرتا ہے کہ معروف بطور عرف کے ایسا ہی ہوتا ہے جیسے مشروط کے لئے شرط۔ شرح وقایہ میں صدر الشریعہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے صاحب بحر الرائق نے کتاب الوقت میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے مسجد میں چراغ جلانے کو بھیجا، اس میں کا

تیل بتی وغیرہ کچھ تو جل گیا اور تہائی یا اس سے کم باقی رہا۔ تو اب موذن یا امام کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بلا وقف کی اجازت کے بقیہ روغن وغیرہ کو لے لے، لیکن اگر وہاں کا عرف، رسم، عادت یہ ہو کہ موذن وامام بقیہ روغن وغیرہ بغیر مالک کی صریح اجازت کے لیتے ہوں تو ایسی صورت میں ان کے لئے شمع کا بقیہ لے لینا جائز ہوگا۔

(بحوالہ الاشباہ والنظائر وذخیرہ الناظر نقلا عن القنیہ)

دوسری وجہ: بادشاہ کے متولی جن کے سپرد غلاف کعبہ کی تولیت ہے جب پرانے غلاف کو بنو شیبہ کو دے دیں تو چونکہ کسی وقف کا متولی واقف کا وکیل ہوتا ہے (کمافی البحر) تو ان کا فعل گویا بادشاہ کا ہی فعل ہے اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو صاحب بحر الرائق نے فتاویٰ بزازیہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سلطان کا مقرر کردہ عامل جو خراج کے معاملہ میں موکل ہو بغیر سلطان کے علم کے کسی شخص کو خراج چھوڑ دے تو اس شخص کے لئے خراجی رقم صرف کرنا حلال ہوگا۔

تیسری وجہ: ابن شحنہ کے حوالے سے ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ واقف کی شرائط کا علم نہ ہونے کی صورت میں غلاف کو کعبہ کی دیگر ضروریات و مصالح میں صرف کیا جائے گا۔ اور ذخیرہ الناظرین وغیرہ میں مصالح مسجد میں امام، موذن، خطیب، نگہبان، فراش اور ان ہی جیسے افراد کو شامل کیا ہے، اس لئے کعبہ کے کلید بردار، بنو شیبہ یقیناً مصالح کعبہ میں داخل ہیں، لہٰذا ان سے غلاف کعبہ خریدنا جائز ہے۔

سوال: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آخری وجہ میں جو مصالح بیان کئے گئے ہیں تو ان کو صرف کلید برداروں میں ہی کیوں منحصر کر کے پورا غلاف ان کو دے دیا جائے، سب مصالح میں تقسیم کر دینا چاہئے، اور جب تک ایسا نہ کیا جائے ان سے غلاف

کہ خریدنا جائز نہ ہو۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ گو مصالح کعبہ بہت ہیں، لیکن متولی کعبہ کو یہ حق ہے کہ کوئی خاص چیز کسی خاص فرد یا جماعت کو دے دے اور بعض دوسری چیزیں کسی اور کے لئے مخصوص کردے۔ اس لئے بنو شیبہ سے غلاف خریدنا جائز ہے۔ جیسے زکوٰۃ کے معاملہ میں ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف سات گروہ ہیں۔ اب زکوٰۃ دینے والے کو اس کی اجازت ہے کہ زکوٰۃ کا کچھ ایک طبقہ پر صرف کرے اور دوسرا کسی اور طبقہ پر۔ اور ان دونوں طبقوں کو اس مال میں تصرف کا حق حاصل ہے۔

☆ مسئلہ: کسی قسم کی ناپاکی کی حالت میں غلاف کعبہ کو خریدنا اور پہننا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن افضل یہ ہے کہ ناپاکی کی حالت میں اس کے استعمال سے اجتناب کرے۔ (اور یہ کوئی حرج نہیں والی بات اس وقت ہے جب اس ٹکڑے پر کوئی عبارت خصوصاً کلمہ توحید لکھا ہوا نہ ہو۔ (غنیۃ الناسک۔ ناقل)

☆ مسئلہ: اور غلاف کے پہننے کے معاملہ میں یہ بات ہر وقت ملحوظ رہے کہ اس کے پہننے والا وہ ہو جسے ریشم کا پہننا جائز ہو، جیسے عورت یا وہ بچہ جس کا ولی نہ ہو۔ مرد کے حق میں اس کا پہننا مطلقاً حرام ہے چاہے وہ پاک حالت ہی میں ہو، جیسے اور ریشمی کپڑے منع ہیں، ایسے ہی بچوں کے ولی، ماں باپ وغیرہ کے لئے اس کا بچوں کو پہنانا حرام ہے۔ اور بعض مدعیان مشیخت جو غلاف کعبہ کی ٹوپی بنا کر بطور تبرک اوڑھتے ہیں، تو یہ ان کی کم عقلی اور جہالت کی نشانی ہے (کہ جو چیز حرام ہے اسی سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ نعمانی) (بحوالہ ملا علی قاری فی شرح منسک متوسط)۔ ہاں میت کے کفن پر غلاف کے ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ رکھنے کی صورت ہے پہننے کی نہیں۔ لہذا قنیہ وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ دلال کے لئے ریشمی کپڑا بیچنے کی غرض سے کندھے پر ڈالنا

جائز ہے۔

☆ مسئلہ : اوپر جو کچھ مسائل مذکور ہوئے ان سب کا تعلق غلاف کعبہ سے تھا اور کعبہ کی خوشبو کا حکم یہ ہے کہ اس کا لینا جائز نہیں چاہے تبرک کے لئے ہی کیوں نہ لے، اور وہ خوشبو کعبہ کے لئے وقف ہو یا کسی اور حصہ کے لئے وقف ہو اور پھر وہ کعبہ سے چمٹی ہوئی ہو یا علیحدہ ہو، کسی بھی صورت میں اس کا لینا جائز نہیں۔ مثلاً جو گلاب کعبہ پر چھڑکا جاتا ہو اس کو کعبہ تک پہنچنے سے پہلے بیچ ہی میں لے لینا بھی جائز نہیں۔

☆ مسئلہ : اگر کسی شخص نے کعبہ سے کوئی خوشبو لے لی تو اسکا واپس کرنا واجب ہے، بشرطیکہ وہ خوشبو اس کے پاس باقی ہو۔

☆ مسئلہ : اگر کوئی شخص کعبہ سے خوشبو کا تبرک حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے پاس سے خوشبو لائے اور اسے کعبہ پر ملے، پھر بطور تبرک اس سے لے لے۔

☆ مسئلہ : یہی حکم شمع کعبہ کا ہے کہ اس میں سے بھی کوئی چیز بطور تبرک بھی لینا جائز نہیں۔ اگر کوئی موم وغیرہ کا تبرک حاصل کرنا چاہے تو خود شمع لائے، اسے خانہ کعبہ کے دروازے پر یا کسی اور جگہ جلا کر اس کا موم وغیرہ بطور تبرک لے لے۔ خدام کعبہ یا فراشوں کے شیخ سے شمع یا تیل خریدنا مطلقاً ناجائز ہے۔ ملا علی قاری اور مرشدی وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

☆ مسئلہ : حدود حرم کے پیلو کے درخت یا کسی اور درخت سے مسواک لینا جائز نہیں۔

☆ مسئلہ : خاک کعبہ و خاک حرم کا باہر لے جانا جائز ہے۔ بشرطیکہ معمولی مقدار میں بطور تبرک لی جائے، مگر زیادہ تعداد میں کہ اس کے کھودنے سے گڑھے

پڑ جائیں جائز نہیں۔

☆ مسئلہ: اسی طرح حرم کی کنکریاں اور خشک درخت وگھاس اور اذخر باہر لے جانا جائز ہے۔ اسی طرح ہر وہ چیز باہر لے جانا جائز ہے جس کا استعمال اہل مکہ کے لئے مباح ہو، بحوالہ منسک کبیر۔

☆ مسئلہ: حرم مدینہ کے سنگ ریزے یا وہاں کی خاک یا اس سے بنی ہوئی کوئی چیز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باہر لے جانا جائز ہے۔ جیسا کہ چودھویں باب کی چودھویں فصل میں انشاء اللہ بیان ہو گا۔

☆ مسئلہ: باتفاق علماء زمزم لانا جائز ہے۔

بارہویں فصل

بعض متفرق مسائل کے بیان میں، جیسے جمعہ کے وقوف کا غیر جمعہ سے افضل ہونا اور مسجد حرام میں وضو اور سونے کے مسائل، اور نمازی کے آگے سے گزرنے کا مسئلہ وغیرہ۔

☆ مسئلہ: حج کے تمام دیگر اعمال پر افضل ہونے کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ بعض فرماتے ہیں نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض روزہ افضل کہتے ہیں اور بعض حج کو۔ بحر الرائق میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے جو کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کے بعد سب سے افضل عمل نماز ہے، اس کے بعد زکوۃ، اس کے بعد روزہ، اس کے بعد حج اور اس کے بعد جہاد۔

☆ مسئلہ: قول مختار کے مطابق صدقہ نفلی حج سے افضل ہے (بحوالہ تجنیس المزید منیۃ المفتی وغیرہ) اور یہ اس وقت ہے جب حج جتنے خرچ کا صدقہ کرے اور اگر صدقہ کی رقم اس سے کم ہو تو بالاتفاق حج نفل افضل ہے۔ جیسا کہ بزازی نے اپنے فتاوی میں اس

کی صراحت کی ہے۔

☆ مسئلہ : جمعہ کے دن کا وقوف عرفات دوسرے دن کے وقوف سے زیادہ افضل ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ کیونکہ یہ وقوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کے موافق پڑتا ہے۔ اس لئے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقوف عرفات بالاتفاق جمعہ کے دن ہوا تھا۔

ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں دو فضیلتوں والے دن اکٹھے ہوتے ہیں اور اس طرح اس دن کے اعمال کو زمانی اور مکانی دونوں طرح کی فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر اس میں جمعہ کی وہ ساعت بھی میسر آتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

ایک فضیلت مسلمانوں کے کثیر اجتماع کا میسر آتا ہے۔

ایک فضیلت دو عبادتوں، نماز جمعہ اور وقوف کا اجتماع ہے۔

نیز اس دن کو اس دن سے موافقت ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کی۔ اس لئے آیت ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' حجۃ الوداع کے دن عرفات میں نازل ہوئی۔

ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب روز عرفہ کو جمعہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس روز تمام اہل موقف کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

سوال: اگر یہاں یہ کہا جائے کہ اہل موقف کی مغفرت کی روایت تو مطلق ہے پھر اس کو جمعہ کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں وقوف جمعہ کے وقت اللہ تعالیٰ یہ مغفرت ہر ایک کی بلاواسطہ فرماتے ہیں اور جمعہ کے علاوہ مغفرت بالواسطہ ہوتی ہے، یعنی بعض کی مغفرت بعض دوسروں کے واسطہ سے ہوتی ہے۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن کے وقوف کے وقت حاجی وغیر حاجی (جو بھی عرفات میں موجود ہو) سب کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اور جمعہ کے علاوہ صرف حجاج کی مغفرت کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

کتاب تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وقوف کا دن جمعہ کو پڑے تو اس روز کا حج دوسرے دن کے حج سے ستر گنا افضل ہے۔ (بحوالہ زیلعی فی شرح الکنز)

لیکن محدثین کو اس حدیث کے ثبوت میں تامل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادہ میں لکھا ہے کہ عام لوگ جو اس دن کے حج کو حج اکبر کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور قرآن مجید میں جو حج الاکبر کا لفظ آیا ہے اس سے مطلق حج مراد ہے جو حج اصغر یعنی عمرہ کے مقابلہ میں بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود جمعہ کے دن کے حج کے شرف وفضیلت میں قطعاً کوئی شبہ نہیں۔ بسبب شرف زمان ومکان کے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے موافقت ہونے کے۔

ملا علی قاری نے جمعہ کے حج کو حج اکبر تصور کیا ہے اور اس پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الحظ الاوفر فی الحج الاکبر" رکھا ہے۔

☆ مسئلہ: اگر کسی شخص نے مال حرام سے حج کیا یا کسی کا جانور غصب کر کے اس پر حج کیا تو اس کا حج فرض ساقط ہونے کے لحاظ سے تو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح ہو جائے گا مگر وہ حج مقبول نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان اللّٰہ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا اور اس پر مال حرام خرچ کرنے اور غصب کرنے کا گناہ ہوگا۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سرے سے حج ہی نہ ہوگا اور نہ فرض اس

کے ذمہ سے ساقط ہوگا۔

☆ مسئلہ : ہمارے نزدیک اوقات مکروہہ میں مکہ میں بھی اسی طرح نماز مکروہ ہوگی جس طرح زمین حل میں مکروہ ہوتی ہے۔

☆ مسئلہ : شیخ رحمت اللہ سندھی اپنی منسک کبیر میں لکھتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اور میں نے حنفی مسلک میں اپنے علماء کی کوئی رائے نہ منع میں نہ جواز میں نہیں دیکھی۔ مگر طحاوی نے شرح آثار میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بظاہر کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز پر دلالت ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ بقول صاحب ہدایہ اور بیشتر کتب حنفیہ کے مطابق صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کے سجدہ کرنے کی جگہ سے آگے گزرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اور صاحب بحر الرائق نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور اس قول کی بناء پر تمام بڑی مساجد خصوصاً مسجد حرام میں جواز کا حکم عام ہے۔ کیونکہ ابتلائے عام اور لوگوں کے کثرت سے گزرنے کی حالت پیش آتی ہے۔

اور مولانا رحمت اللہ نے جو یہ لکھا ہے کہ مجھے اپنے اصحاب کا کوئی قول اس بارے میں نہیں ملا تو بظاہر اس سے ان کی مراد سجدہ کی جگہ کے اندر سے گزرنے کا مسئلہ ہوگا۔ اور طحاوی کی عبارت سے بھی سجدہ سے کمتر جگہ سے گزرنا معلوم نہیں ہوتا بلکہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا مسئلہ ملتا ہے۔ اور ظاہر ہے اس سے مراد سجدہ کی جگہ سے آگے کی جگہ ہی مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

☆ مسئلہ : جو حج کے ارادہ سے نکلے اور راہ میں فوت ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ

وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ کے مطابق اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی حج کے ارادے سے نکلے پھر فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت تک حج کرنے والے کے ثواب کی مانند اس کے نامہ اعمال میں اجر درج فرماتے ہیں۔ اور جو عمرہ کی نیت سے نکلے اور فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرتے رہنے کا ثواب درج فرماتے ہیں۔

یہ روایت ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کی ہے اور اسی کی مانند سرخسی نے سیر کبیر پر اپنی شرح کے شروع میں روایت بیان کی ہے۔ سرخسی کے الفاظ یہ ہیں کہ جو حج کے راستہ میں فوت ہو جائے تو اس کے لئے ہر سال حج مبرور (کا ثواب) لکھا جائے گا۔

اور درۃ الاسرار میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو موکل کر دیتے ہیں جو نیابۃً اس کی طرف سے قیامت تک حج کرتا رہتا ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو حج یا عمرہ کی راہ میں فوت ہو جائے، روز قیامت اس کا حساب نہیں ہو گا بلکہ اسے کہا جائے گا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ رواہ الدار قطنی۔ منسک کبیر کے اواخر میں بھی اسی طرح ہے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو حج یا عمرہ کے بعد یا رمضان کے روزہ کے بعد یا جہاد کے بعد فوت ہو وہ شہید مردہ ہے۔

اور خثعمیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو کوئی حج کرے یا رمضان کے روزے رکھے پھر وہ اسی سال فوت ہو جائے تو وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ عزی بن جماعہ نے

بھی اپنی منسک میں یہی لکھا ہے۔

☆ مسئلہ : اگر محرم حالت احرام میں فوت ہو جائے تو ہمارے مسلک کے مطابق حلال شخص کی طرح اس کا سر اور چہرہ ڈھکا جائے گا اور اس کے بدن کے اعضاء پر خوشبو بھی لگائی جائے گی۔ مگر امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں اس کے ساتھ محرم کا سا سلوک کیا جائے گا۔

☆ مسئلہ : علامہ سرخسی نے اپنی مبسوط میں لکھا ہے کہ جب امام مسجد حرام میں جماعت کرائے اور لوگ مقام ابراہیم پر اور دوسری جگہوں پر کھڑے ہو کر کعبہ کے گرداگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہوں اور سب اس امام کی ہی اقتداء کر رہے ہوں تو اس طرح کھڑا ہونا جائز ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہمارے زمانہ تک یہی طریقہ جاری ہے۔

اور نماز میں کعبہ کے گرد حلقہ بندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہونے کی بابت یہ عبارت صریح ہے۔ لیکن علامہ نووی نے اپنی ایضاح میں اور ابن جماعہ نے اپنی منسک میں لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے کعبہ کے گرداگرد امام کے پیچھے حلقہ بندی کی وہ خالد بن عبداللہ قری تھا۔ جو عبدالملک بن مروان کی خلافت میں مکہ کا گورنر تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ امام کے پیچھے سیدھی صف بندی میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے دشواری پیش آتی تھی، پس اس نے لوگوں کو کعبہ کے گرد دائرہ میں صف بندی کرائی۔ اور اس وقت سے آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

اور اس وقت عطاء بن ابی رباح، عمرو بن دینار اور انہی جیسے کبار تابعین علماء موجود تھے اور انہوں نے یہ فعل دیکھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ جب مسجد حرام میں کم

تعداد میں نمازی ہوں اس وقت مسجد کی صف بندی بہتر ہے یا دائرہ والی؟ تو عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ کعبہ کے گرد اگرد دائرہ میں صف بندی کی جائے تاکہ عرش الٰہی کے گرد صف بندوں سے مشابہت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَتَرَى الْمَلَآئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔

(خلاصہ تحریر [illegible])

چودہواں باب

زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے متعلقات کا بیان

اس باب میں چودہ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے آداب و مستحبات کا بیان

واضح رہے کہ اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سب سے بڑی سعادت، سب سے افضل طاعت، بلکہ تمام سنتوں اور نوافل سے زیادہ موکد ہے بلکہ بعض کتب میں تو صراحۃً اس کا وجوب بیان کیا گیا اور اس کی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ سے بے مروتی کی۔" (او کما قال)

ابن عدی نے سند جید و حسن کے ساتھ اسے روایت کیا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت یقینی ہو گئی۔" دار قطنی، بزاز اور طبرانی نے اسے روایت کیا، اور علامہ عبد الحق نے اس کی تصریح فرمائی۔

اور یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے وصال کے بعد جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (قبر کی زیارت سے مراد روضہ پر حاضری ہی ہے خاص قبر شریف کی زیارت

نہیں۔ واللہ اعلم۔ تعالیٰ) یہ روایت ابو سعید بن منصور اور دارقطنی نے روایت کی ہے ان کے علاوہ بھی زیارت و حاضری روضہ مبارک سے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں۔ یہاں اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا گیا۔

اور باوجود کوئی رکاوٹ نہ ہونے کے آپ کی زیارت کے لئے حاضر نہ ہونا بے درجہ غفلت اور انتہائی درجہ کی برائی ہے۔

مسئلہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر عورتوں کی حاضری تمام روایات کے مطابق مستحب ہے۔ صحیح روایات جن کو علامہ کرخی نے نقل کیا ہے ان سے تو مردوں اور عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت نکلتی ہی ہے اس لئے ان کی رو سے کوئی اشکال نہیں اور جو روایتیں جن سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کی کراہت نکلتی ہے ان میں بھی بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت مستثنیٰ کر دی گئی ہے کہ وہ عورتوں کے حق میں بھی اسی طرح مستحب ہے جس طرح مردوں کے حق میں۔

مسئلہ: جب زیارت کا عزم کرلے تو اب چاہئے کہ نیت میں خلوص اور دل میں پاکیزگی پیدا کرے۔ اور ریاء و دکھاوے کے جذبے سے اسے پاک کرے۔

مسئلہ: جس شخص پر حج فرض ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر زیارت کرے، لیکن اگر کسی کا راستہ مدینہ سے ہو کر گزرتا ہو اس وقت اس کے لئے یہ افضل ہے کہ پہلے زیارت کرے، یہی حکم نفل حج کرنے والے کا ہے کہ اس کے لئے بھی مستحب یہ ہے کہ وہ پہلے زیارت کے لئے حاضر ہو۔

مسئلہ: جب زیارت کے لئے روانہ ہو جائے تو اثنائے سفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدے

پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و نعت کے کلمات کا ورد کرے اور راستہ میں ان جگہوں کی تلاش میں رہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کے دوران نمازیں ادا فرمائیں۔ موقعہ ملے تو وہاں نمازیں پڑھے۔ ان مقامات کی تفصیل کتاب کے ختم کے قریب اسی باب کی تیرھویں فصل میں ان شاء اللہ آئے گی۔

اور جو مشہور و موجود متبرک مقابر مکہ و مدینہ کے مابین واقع ہیں جیسے مقابر اہل بدر وغیرہ ان پر موقعہ ہو تو حاضر ہو کر برکت حاصل کرے۔ انہیں مشاہد و مقابر متبرکہ میں حضرت ام المومنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک بھی ہے۔ جو مقام سرف (س پر زبر، ر پر زیر) میں واقع ہے۔ یہ مقام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (یہ عجیب اتفاق ہے کہ) بی بی میمونہ سے نکاح بھی اسی مقام پر ہوا، شب عروسی بھی یہیں بسر فرمائی، اور انتقال بھی اسی مقام پر ہوا اور یہیں مدفون بھی ہیں، رضی اللہ عنہا۔ آپ کے مزار پر قبہ بنا ہوا ہے۔ یہاں حاضر ہو کر زیارت کرنی چاہئے اور مزار مبارک کے ذریعہ برکت طلب کرنی چاہئے۔

مسئلہ: جوں جوں مدینہ منورہ قریب آتا جائے اپنے جذبہ ذوق و شوق، عشق و محبت کو اور بڑھاتا جائے۔

مسئلہ: جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جائے تو اپنے خضوع و خشوع اور شوق و ذوق کا خوب مظاہرہ کرے۔ اگر پاپیادہ ہو تو قدم تیز اٹھائے۔ جانور پر سوار ہو تو اسے تیز رفتار کرے۔ معلوم ہو کہ جلد از جلد مدینہ پہنچنا چاہتا ہے۔ اور اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت کثرت سے درود پڑھے۔

☆ مسئلہ: جب مدینہ منورہ کی عمارتوں اور باغوں اور درختوں پر نظر پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے۔ دارین کی عافیت اور بھلائی کی دعا مانگے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے قریب سواری سے اتر جائے اور ممکن ہو تو پیادہ ننگے پاؤں چلے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں تواضع کی خاطر اس وقت رونا مستحب ہے۔ جتنا جتنا قرب بڑھتا جائے ادب وعظمت اور جلال واحترام کا مظاہرہ بھی اتنا ہی بڑھے۔ اور تواضع و عجز وانکساری کے اظہار میں اپنی پوری قوت صرف کردے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے حقوق کی عشر عشیر بھی ادائیگی نہیں ہے۔

☆ مسئلہ: مستحب ہے کہ جب بطحا اور ذوالحلیفہ کے مقام پر جسے معرس (ر پر زبر اور تشدید) کہتے ہیں، پہنچے تو سواری سے اتر آئے۔ اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے قصد سے دو رکعت نماز پڑھے۔

☆ مسئلہ: جب مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو داخل ہونے سے پہلے مدینہ منورہ سے باہر ہی غسل کرنا مستحب ہے۔ وہاں موقعہ نہ ہو تو مدینہ منورہ میں داخل ہو کر غسل کرے۔ اور اگر غسل کا انتظام نہ ہو تو مسجد نبوی میں داخلہ سے قبل وضو کرے۔ غسل افضل ہے۔ پاکیزہ اور عمدہ لباس جو اپنے پاس ہو پہنے، دھلے ہوئے لباس کی نسبت نیا لباس بہتر ہے۔ سفید لباس رنگین سے افضل ہے۔ پھر بدن اور کپڑوں کو خوشبو لگائے۔ تمام خوشبوؤں میں مشک کا استعمال افضل ہے۔

☆ مسئلہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ شریف پر نظر پڑے تو اس کی عظمت فضیلت اور بزرگی کو تمام روئے زمین سے افضل و برتر تصور کرے۔ اور ذہن میں اسے جمائے۔ کیونکہ علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موجود ہے پورے کرۂ ارض سے حتیٰ کہ عرش سے بھی اشرف و برتر ہے بلکہ کہا تو یہاں تک گیا ہے کہ وہ ٹکڑا عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ)۔

☆ مسئلہ: جب مدینہ منورہ کے شہر میں کسی دروازہ سے داخل ہو، تو اللہ تعالیٰ کی شان کریمی پر جو اس نے اپنے بندہ پر فرمائی اظہار تعجب کے ساتھ اس کی حمد وثناء کرے اور شکر ادا کرے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی
کہاں بندہ کہاں ومولا کا روضہ
خداوندا یہ تیرا ہی کرم ہے

نعمانی

یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا. اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ لِیْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِنَ الْعَذَابِ وَ سُوْٓءِ الْحِسَابِ. اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَزَقْتَ لِاَوْلِيَائِكَ. وَاَهْلِ طَاعَتِكَ. وَانْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ. وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ. يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ۔ اور یہ بھی کہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِيْهَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا۔

☆ مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے لحاظ سے سواری پر بلا ضرورت چڑھا نہ پھرے۔ اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی

تمام عمر مدینہ منورہ میں سواری پر سوار نہیں ہوئے۔

☆ مسئلہ: مدینہ منورہ میں آنے کے بعد جانے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت شان کا تصور برقرار رکھتے ہوئے انتہائی تواضع اور خشوع کا خیال رکھے اور یہ سمجھے کہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عمل و حرکت کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

اور اس بات پر رنج و افسوس کا اظہار کرے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت عہد نہ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زیارت سے محرومی رہی۔ اور یہ خطرہ دل میں تازہ رکھے کہ معلوم نہیں کہ آخرت میں بھی آپ کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں۔

ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضری اور آپ کی خدمت میں کھڑے ہونے کی سعادت پر شکر ادا کرتا رہے۔ اس کا دل میں ڈر رکھے کہ اعمال کہیں نامقبول اور مردود نہ ہو جائیں۔ امید قبول رکھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت رکھے۔

☆ مسئلہ: جب شہر محبوب و محترم میں داخل ہو تو پہلے مسجد میں داخل ہو، جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لاتے وقت، فرماتے تھے۔ دخول مسجد سے پہلے کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔ ہاں اگر مال یا سامان وغیرہ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پہلے اس کا انتظام کر سکتا ہے۔

یہ تو مردوں کے متعلق ہے البتہ عورتوں کے لئے یہ افضل ہے کہ وہ رات کے وقت زیارت کے لئے جائیں کیونکہ اس میں پردہ کی زیادہ رعایت ہے۔ (مگر آج کل رات کے وقت۔۔ بعد مغرب۔۔ عورتوں کو مزار مبارک پر حاضر ہونے کی بالکل

اجازت نہیں۔ نعمانی)۔

☆ مسئلہ: مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں نہایت عاجزی، ذلت انکسار و خشوع کے ساتھ بڑھائے اور اس وقت اپنے گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرے اور یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِیْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

ان الفاظ کا کہنا تمام مساجد میں داخلہ کے وقت مستحب ہے۔

☆ مسئلہ: مسجد نبوی میں باب جبرئیل یا کسی اور باب مثلاً باب السلام وغیرہ سے داخل ہو، آجکل معمول باب السلام سے داخلہ کا ہو رہا ہے مگر افضل باب جبرائیل سے ہی داخل ہونا ہے۔ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بنفس نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی راستہ مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ کیونکہ اور دروازوں کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے قریب یہی دروازہ تھا۔

☆ مسئلہ: مسجد میں داخل ہو کر سب سے پہلے تحیۃ المسجد کا دوگانہ پڑھنے کے لئے ریاض الجنہ میں آئے۔ روضہ بموجب ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کا نام ہے جو منبر رسول اور مکان رسول کے درمیان واقع ہے۔ مابین منبری و قبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ (بعض روایات میں قبری کی جگہ بیتی کے الفاظ ہیں۔ نعمانی)

چنانچہ اگر باب جبرئیل سے داخل ہوا ہے تو بہتر ہے ریاض الجنہ میں حجرہ شریف کی پشت کی طرف آئے، سامنے کی طرف سے نہ آئے۔ اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف سے بغیر آداب و سلام عرض کئے گزرنا لازم آئے گا۔

اس وقت تواضع اور ہیبت، خشوع وانکسار، اس کی طور پر اختیار کرے۔ در و دیواروں، چھتوں، جھاڑ فانوس اور پردوں وغیرہ کی طرف دیکھنے میں متوجہ و مشغول نہ ہو۔ اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

☆ مسئلہ: زیارت سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے، چاہے مواجہ شریف کے سامنے سے گزر کر آتا ہوا ہو۔ البتہ اس صورت میں یہ کرے کہ سامنے سے گزرتے وقت مواجہ شریف کے سامنے ذرا رکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرکے تحیۃ المسجد کے لئے ریاض الجنہ میں آجائے۔ نماز پڑھ کر پھر دوبارہ باقاعدہ زیارت کے لئے قاعدہ وادب ملحوظ رکھتے ہوئے حاضر ہو۔

☆ مسئلہ: اگر تحیۃ المسجد پڑھنے میں فرض نماز یا سنت مؤکدہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ اس وقت وہ فرض یا سنت ہی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

☆ مسئلہ: تحیۃ المسجد کا ریاض الجنہ میں مصلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ادا کرنا افضل ہے۔ بشرطیکہ وہاں موقعہ مل جائے۔ ورنہ مصلی کے قریب روضہ ہی میں کہیں ادا کرلے۔

مصلی سے مراد ریاض الجنہ کے درمیان کا وہ حصہ ہے جہاں کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرماتے تھے۔ یہ مصلی منبر نبوی کے قریب ہی چودہ گز (ا ق) ایک بالشت فاصلہ پر ہے۔ اور پورے ریاض الجنہ کی پیمائش از منبر تا قبر شریف ۵۳ گز ہے۔

روضہ میں موجود محراب النبی کی دائیں طرف یہ مصلی ہے۔ (اب اس پر ھذا مصلی رسول اللہ لکھا ہوا ہے)۔

☆ مسئلہ: تحیۃ المسجد کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں صورتیں شرک سے برات اور توحید کے اثبات پر مشتمل ہیں۔

☆ مسئلہ: تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے (کہ یہاں حاضری کی سعادت بخشی) حمد و ثناء و تسبیح و تہلیل کرے اور فلاح دارین نیز پیش آمدہ مہمات و مسائل میں خاطر خواہ کامیابی کی دعا کرے۔

علامہ کرمانی اور صاحب اختیار علماء احناف نے کہا ہے کہ تحیۃ المسجد کے بعد اس نعمت عظمیٰ اور سعادت کے حصول پر سجدہ شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرے کہ وہ اس نعمت کی تکمیل فرما کر اسے دائمی بنا دے۔ اور ایسا کہنے کی بنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت ہے کہ آپ سجدۂ شکر کو قربت (موجب اجر و ثواب فعل) قرار دیتے تھے۔

اور علامہ ابن الہمام نے کہا ہے کہ امام محمد کا قول زیادہ قابل توجہ ہے۔ اس لئے سجدۂ شکر کا مقتضیٰ ہی یہ ہے۔

☆ مسئلہ: جب حمد و ثناء اور دعا وغیرہ سے فراغت ہو جائے تو نئے سرے سے توبہ کرے، پھر قبر شریف کی طرف پورے آداب کو ملحوظ رکھ کر نہایت عاجزی، ذلت، مسکنت اور وقار کے ساتھ روانہ ہو۔ پھر آنکھیں بند کر کے بالکل سکون کے ساتھ کھڑا، دل کو وسوسوں اور خیالات سے خالی کرے اور نماز کی طرح ہاتھ باندھ لے۔ زیارت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کے سامنے کھڑا ہو کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی مستحب ہے۔ بحوالہ ابن جماعہ وغیرہ۔

اور علامہ کرمانی حنفی نے جو یہ کہا ہے کہ زیارت کے وقت قبلہ رو اور مزار مبارک کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو تو یہ روایت شاذ، ضعیف اور منصوص مسلک امام اعظم کے خلاف ہے۔

قیام کے وقت چاندی کی ان کیلوں کے مقابل کھڑا ہونا چاہئے جن پر سنہرا ملمع ہے اور جو حجرۂ مبارکہ کی دیوار سے متصل سرخ سنگ مرمر میں ٹھکی ہوئی ہیں۔ تاکہ اس کا کھڑا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہو جائے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، نیز حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے چہروں کے سامنے کی سب سے بڑی نشانی وہ تین سوراخ ہیں جو آج بھی تین حجروں میں سے پہلے بیرونی حجرہ کی دیوار قبلہ میں بنے ہوئے موجود ہیں۔

مغربی طرف کا پہلا سوراخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور و منور و مبارکہ کے مقابل ہونے کی نشانی ہے۔ اور درمیان والا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مواجہہ کی اور تیسرا مشرقی جانب کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مواجہہ کی علامت۔

☆ مسئلہ: اسے چاہئے کہ جو ستون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ہے اس سے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اس سے کم فاصلہ پر نہ کھڑا ہو کیونکہ یہ خلاف ادب و تعظیم ہے۔ اور صاحب بحر عمیق کہتے ہیں کہ روضہ مبارک کی دیوار سے تین گز کے فاصلہ پر کھڑا ہونا چاہئے۔ زیارت کے وقت کھڑا رہے بیٹھے نہیں۔ اگر کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت بیٹھنا پڑ جائے تو دو زانو بیٹھے اور ہاتھ باندھے رکھے۔ نظریں زمین پر رہیں یا حجرہ مبارک کی جو جگہ سامنے ہے اس کے نچلے کنارے پر رہیں۔ اور وہاں کی چراغ بتی رنگ و روغن کو دیکھنے بھالنے میں مشغول نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر اور امت پر بے انتہا شفقت و رحمت کا تصور باندھے اور

اپنے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کا مخیلہ قائم کرے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تیرے سامنے موجود اور رونق افروز ہیں اور تو ان کی نظروں کے سامنے ہے اور تیرے سلام و قیام سے وہ آگاہ و واقف ہیں۔ اور اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت، قدر و منزلت اور شرافت کا نقش جمائے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درمیانہ آواز سے سلام عرض کرے، آواز نہ بلند ہو نہ بالکل پست۔ (کیونکہ بلند آواز اور متنابت دونوں خلاف ادب بزرگاں ہیں۔ نعمانی) اور ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔ آثار صحابہ سے بس اسی قدر ثابت ہیں۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے اس لئے علماء کرام نے درود و سلام کے لئے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان کا اضافہ بہتر ہے۔ پس سلام عرض کرتے وقت یہ پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرِ خَلْقِ اللهِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَرْسَلَهُ اللهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُبَشِّرَ الْمُحْسِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَعَلٰی اَصْحَابِكَ اَجْمَعِیْنَ وَسَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ دَائِماً کَثِیْراً اَبَدًا کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

بہتر یہ ہے کہ اوپر کی عبارت میں سلام کا جو صیغہ آیا ہے اس کے ساتھ ساتھ صلوٰۃ کا لفظ بھی شامل کر لیا جائے۔ اور ہر مرتبہ "الصلوٰۃ والسلام" کہا جائے۔ اگرچہ صرف تنہا سلام بھی قول راجح کی بنا پر جائز ہے، مگر وہ ہیں جیسا کہ علامہ نووی کا خیال ہے۔ اس کے بعد یہ پڑھے۔

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفْضَلَ وَاَکْمَلَ مَاجَزٰی بِهٖ رَسُوْلاً عَنْ اُمَّتِهٖ وَنَبِیاً عَنْ قَوْمِهٖ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ عَلَیْكَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِهٖ الْغَافِلُوْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْكَ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اَفْضَلَ وَاَکْمَلَ وَاَطْیَبَ وَاَزْکٰی وَاَعْلٰی وَاَنْمٰی صَلٰوةً صَلّٰهَا عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ اَجْمَعِیْنَ کَمَا اِسْتَنْقَذْنَا بِكَ مِنَ الضَّلَالَةِ وَبَصَّرَنَا بِكَ مِنَ الْعَمٰی وَالْجَهَالَةِ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَمِیْنُهٗ وَخِیَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَاَقَمْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰی اَتَاكَ الْیَقِیْنُ وَصَلَوٰاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِهٖ مِنْ اَهْلِ سَمٰوٰتِهٖ وَاَرْضِهٖ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰهُمَّ اٰتِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الْعَالِیَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاَعْطِهِ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ (وانه نهاية ما ينبغى ان

بسنده السائلون وغاية ما ينبغي ان يامله الاملون) وَاسْعِدْنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِزِيَارَتِهٖ وَاَدْخِلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ، اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ، اَللّٰهُمَّ فثبتنا على ذالك ولا تردنا على اعقابنا، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

ان تمام الفاظ کا بہتر ہے زبانی یاد نہ ہوں تو دیکھ کر پڑھ لے۔ یا اگر پڑھنا نہ جانتا ہو یا وقت تنگ ہو تو کم سے کم "السلام علیک یا رسول اللہ" کہے اور اسی کی تکرار کرتا رہے۔ اور جتنی مرتبہ پڑھنے کا موقعہ ملے یہی پڑھتا رہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں شفاعت کی درخواست کرے۔

اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (۳ بار) اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَ سُنَّتِكَ۔

اور اللہ تعالیٰ سے بوسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت طلب کرے اور سب سے اہم اور سب سے بڑی دعا حسن خاتمہ، اللہ کی رضا اور مغفرت ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کو کہا ہو تو عربی میں کہنا ہو تو یوں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔ یا یوں کہے فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يُسَلِّمُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

اور اگر اپنی زبان میں کہنا ہو تو یوں عرض کرے کہ یا رسول اللہ آپ کی خدمت

ہیں فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے سلام عرض کیا ہے۔ (اور یہاں فلاں بن فلاں کی جگہ سلام کہنے والے اور اس کے باپ کا نام لے۔ نعمانی) یا اگر بہت سے لوگوں نے سلام عرض کرنے کے لئے کہا ہو اور اسے نام یاد نہ رہے تو یوں عرض کرے کہ یا رسول اللہ ان سب کی طرف سے سلام قبول فرمائے جنہوں نے مجھے سلام عرض کرنے کی وصیت کی تھی۔

☆ مسئلہ: زیارت کے وقت روضہ مبارک کے دیوار و در کو چومنا (بہ نیت تبرک) چھونا نہیں چاہئے کیونکہ ایک تو یہ بات خلاف ادب ہے اور دوسرے اس قسم کی حرکات خانہ کعبہ کے بعض مقامات کے لئے مخصوص ہیں اس لئے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ جو بات یہاں کے لئے مخصوص ہے وہی بات کسی دوسری جگہ بھی کی جائے۔

☆ مسئلہ: زیارت کے وقت دیوار حجرہ شریف سے پیٹ اور پیٹھ کو بھی نہیں چمٹانا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے کی ہدایت یا ثبوت موجود نہیں۔

☆ مسئلہ: زیارت کے موقعہ پر حجرہ شریف کا طواف بھی نہیں کرنا چاہئے۔ ابن جماعہ کی تصریح کے مطابق اس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ اس لئے کہ طواف صرف کعبہ مکرمہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے ہر جگہ ایسا ہی کرنا جائز نہیں ہے چاہے وہ انبیاء مرسلین کے مزارات ہوں یا صلحاء و اولیاء کے مقبرے۔ ملا علی قاری نے بھی یہی کہا ہے۔

☆ مسئلہ: زیارت کے وقت زمین بوسی اور رکوع کی طرح ادبا جھکنے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ یہ سب حرکتیں بدعت اور ناپسندیدہ ہیں۔ رہا سجدہ تو اس کے حرام و معصیت ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ زائر کو چاہئے کہ جاہلوں کی حرکات سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باعمل اہل علم کی اقتدا کرے کہ دین کے راستہ یہی مقتدا ہیں۔

مسئلہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے سے فارغ ہو چکے تو دائیں ہاتھ ایک ہاتھ کے بقدر پیچھے ہٹے تاکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مواجہ میں آ جائے اس لئے کہ آپ کا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے برابر ہے یہی قول صحیح ہے اور اکثر علماء اسی پر ہیں۔

یہاں بیچ والے روزن کے سامنے کھڑا ہو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہونے کی نشانی ہے۔ پھر آپ پر اس طرح سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفِيَّ رَسُوْلِ اللهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَانِيَ رَسُوْلِ اللهِ فِي الْغَارِ وَرَفِيْقِهٖ فِي الْاَسْفَارِ وَاَمِيْنِهٖ فِي الْاَسْرَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلَمَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَعْتَقَهُ اللهُ مِنَ النَّارِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، جَزَاكَ اللهُ تَعَالٰى عَنْ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَنْكَ اَحْسَنَ الرِّضٰى، اَشْهَدُ اَنَّكَ مَا زِلْتَ عَلٰى طَرِيْقَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَّتِهٖ قَائِمًا بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ فِيْ اُمَّتِهٖ وَالْعَمَلِ بِشَرِيْعَتِهٖ وَالنُّصْرَةِ لِدَعْوَتِهٖ. وَقَدَّمْتَ لِقِتَالِ اَهْلِ الرِّدَّةِ. فَجَزَاكَ اللهُ عَنْ رَسُوْلِهٖ وَعَنْ اُمَّتِهٖ خَيْرًا وَلَقَّاكَ فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَمْنًا وَبِرًّا، نَسْاَلُ اللهَ تَعَالٰى اَنْ يُمِيْتَنَا عَلٰى مَحَبَّتِكَ وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَةِ نَبِيِّنَا وَزُمْرَتِكَ.

مسئلہ: جب یہاں بھی سلام عرض کر چکے تو دائیں طرف ایک ہاتھ اور ہٹے تاکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ

عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سروں کے درمیان ہے۔

تیسرے مشرقی سمت کے سوراخ کے سامنے کھڑے ہو کر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ محترم کے مقابل ہے یوں سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْق، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ أَعَزَّ اللّٰهُ بِكَ الْإِسْلَامَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ كَمَّلَ اللّٰهُ بِكَ الْأَرْبَعِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ فِيْكَ دَعْوَةَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ نَطَقَ بِالصَّوَابِ وَوَافَقَ قَوْلُهٗ محكمَ الْكِتَابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ أَظْهَرَ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ قَاتَلَ الْكُفَّارَ وَفَتَحَ اللّٰهُ بِهِ الْبِلَادَ وَالْأَمْصَارَ

☆ مسئلہ: کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرنے کے لئے اپنے بائیں ہاتھ آدھ گز کے قریب واپس ہٹ کر کھڑا ہو اور یوں (دونوں حضرات پر مشترکہ) سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا حَبِيْبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْمُعَاوِنَيْنِ لَهٗ فِي الدِّيْنِ وَالْقَائِمَيْنِ بِسُنَّتِهٖ فِيْ أُمَّتِهٖ حَتّٰى أَتَاكُمَا الْيَقِيْنُ فَجَزَاكُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ مُوَافَقَتَهٗ فِي الْجَنَّةِ وَإِيَّانَا مَعَكُمَا بِرَحْمَتِهٖ إِنَّهٗ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَجَزَاكُمَا اللّٰهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهٖ أَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَنْكُمَا أَحْسَنَ الرِّضٰى، جِئْنَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرِيْنَ لِنَبِيِّنَا وَصِدِّيْقِنَا وَفَارُوْقِنَا وَنَحْنُ نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا إِلَى رَبِّنَا وَأَنْ يَتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلَى مِلَّتِهٖ وَيُمِيْتَنَا عَلَيْهَا بِفَضْلِهٖ وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ بِرَحْمَتِهٖ وَكَرَمِهٖ إِنَّهٗ كَرِيْمٌ رَّؤُفٌ رَّحِيْمٌ۔

مسئلہ : اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف کی طرف آئے، اس وقت چہرہ مبارک کی طرف رخ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبارک کے مقابل کھڑا ہو۔ پہلی صورت افضل ہے اور اسی پر عمل بھی ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر نہایت ادب، خشوع و خضوع کا لحاظ رکھتے ہوئے حمد و ثناء، تسبیح و تحمید و تمجید کے بعد پہلے کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام عرض کرے۔ آپ کا وسیلہ طلب کرے اور اپنے لئے بارگاہ عزوجل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا خواستگار ہو۔ بہتر ہے کہ یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ وَأَنْتَ أَصْدَقُ الْقَائِلِيْنَ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً﴾. اَللّٰهُمَّ إِنَّا قَدْ سَمِعْنَا قَوْلَكَ وَأَطَعْنَا أَمرَكَ وَقَصَدْنَا نَبِيَّكَ هٰذَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِهٖ إِلَيْكَ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَمَا أَثْقَلَ ظُهُوْرَنَا مِنْ أَوْزَارِنَا تَائِبِيْنَ إِلَيْكَ مِنْ زَلَلِنَا مُعْتَرِفِيْنَ بِخَطَايَانَا وَتَقْصِيْرِنَا اَللّٰهُمَّ فَتُبْ عَلَيْنَا وَاشْفَعْ نَبِيَّكَ هٰذَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا وَاغْفِرْلَنَا بِمَنْزِلَتِهٖ عِنْدَكَ بِهٖ لَدَيْكَ. اور نیز یہ بھی کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً﴾ وَقَدْ جِئْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ظَالِمِيْنَ لِأَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ مِنْ ذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ وَاسْأَلْكَ أَنْ يُّمِيْتَنَا عَلٰى سُنَّتِكَ وَأَنْ يَّحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِكَ

وَأَنْ يُورِدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ يَسْقِيَنَا بِكَأْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ اور یہ بھی کہے۔ اَلشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّم۔

اس کے بعد اپنے نیز اپنے والدین، آل اولاد، اعزہ واقارب اور مشائخ اور بھائی بہنوں اور جنہوں نے دعا کے لئے کہا ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔ دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے جس طرح عام دعا میں اٹھائے جاتے ہیں۔ دعا کی ابتدا خدا کی حمد اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ساتھ کرے۔ اور خدا کی حمد پر آمین کہہ کر دعا ختم کرے۔ دوران دعا یہ دو شعر بھی پڑھے، جو ایک مرد اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے دوران پڑھے تھے۔

يا خير من دفنت في التراب اعظمه
وطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

نیز یہ بھی کہے: اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا حَبِيْبُكَ وَأَنَا عَبْدُكَ وَالشَّيْطَانُ عَدُوُّكَ فَإِنْ غَفَرْتَ لِيْ سُرَّ حَبِيْبُكَ وَفَازَ عَبْدُكَ وَغَضِبَ عَدُوُّكَ وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْلِيْ حَزِنَ حَبِيْبُكَ وَرَضِيَ عَدُوُّكَ وَهَلَكَ عَبْدُكَ وَأَنْتَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ تَحْزَنَ حَبِيْبُكَ وَتَرْضٰى عَدُوُّكَ وَتُهْلِكَ عَبْدَكَ اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَرَبَ الْكِرَامُ إِذَا مَاتَ فِيْهِمْ سَيِّدًا عَتَقُوْا عَلٰى قَبْرِهٖ وَان هٰذَا سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ فَاعْتِقْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ رَسُوْلَكَ وَأَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ (اَيْ ضَجِيْعَيْ نَبِيِّكَ) وَأُشْهِدُ الْمَلَآئِكَةَ النَّازِلِيْنَ عَلٰى هٰذِهِ الرَّوْضَةِ الْكَرِيْمَةِ وَالْعَاكِفِيْنَ عَلَيْهَا (اَيِ الْقَائِمِيْنَ وَالْمُعْتَكِفِيْنَ فِيْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ الْعَظِيْمَةِ) إِنِّيْ أَشْهَدُ أَنَّ كُلَّ مَاجَاءَ بِهٖ مِنْ أَمْرٍ

وَنَبِیٍّ وَخَیْرٍ عَمَّا کَانَ وَیَکُوْنُ فَھُوَ حَقٌّ لَا کَذِبَ فِیْہِ وَلَا افْتِرَاءَ وَاِنِّیْ مُقِرٌّ لَکَ یَا اِلٰھِیْ بِجِنَایَتِیْ وَمَعْصِیَتِیْ فَاغْفِرْلِیْ وَامْنُنْ عَلَیَّ بِالَّذِیْ مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِکَ فَاِنَّکَ الْمَنَّانُ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اور اگر یہ دعائیں نہ پڑھ سکے تو جتنا پڑھ سکے اسی پر اکتفا کرے۔

فائدہ: عتبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے نزدیک بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (یہاں اس نے یہ آیت) وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا سے تَوَّابًا رَّحِیْمًا تک (پڑھی) اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مغفرت طلب کرنے اور اپنے رب کی جناب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طالب بن کر آیا ہوں۔ اور پھر اس نے یہ اوپر کے دو شعر پڑھے اور واپس لوٹ گیا۔

عتبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ پر فوراً نیند کا غلبہ ہوا اور اسی دم خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ عتبیؒ اس اعرابی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو بلاشک تیرے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔

علامہ نوویؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ زیارت کے وقت یہ بہترین دعاؤں کے منجملہ ہے۔

فائدہ: ابن ابی فدیک سے جو علمائے اہل مدینہ میں سے ایک عالم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں تھے۔ ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کہنے

والے کو سنا جس کو میں پہچانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ بطریق روایت ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے نزدیک کھڑے ہو کر آیت اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ آخر تک پڑھ کر اس کے بعد ستر مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے تو اسے ایک فرشتہ جواب دیتا ہے کہ اے شخص تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور اس کی حاجات پوری کر دی جاتی ہیں۔ (رواہ البیہقی)

☆ مسئلہ : جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر سلام و زیارت سے فارغ ہو کر حجرہ شریف کی پشت پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے آئے، کیونکہ آپ کی قبر کے متعلق تین قولوں میں سے ایک قول یہ ہے کہ آپ کی قبر یہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی قبر مشہد عباس کے اندر بقیع میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جنت البقیع میں مسجد فاطمہ میں جسے بیت الاحزان بھی کہتے ہیں آپ کی قبر مبارک ہے۔ مگر فتح القدیر کی صراحت کے مطابق زیادہ ظاہر پہلا ہی قول ہے۔ اور علامہ طرابلسی و ابن جماعہ نے بھی اپنی مناسک میں قول اول ہی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات درست ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک آپ کے اپنے مکان میں ہے۔ جو پشت حجرۂ مبارک پر جانب شامی واقع ہے جو لکڑی کے جنگلہ کے اندر ہے۔ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا پر اس طریقہ سے سلام پیش کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِضْعَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا حَبِیْبَۃَ حَبِیْبِ اللّٰہِ جَزَاکِ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنِ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ خَیْرَ الْجَزَآءِ وَرَضِیَ عَنْکِ اَحْسَنَ الرِّضَاءِ جِئْنَاکِ زَائِرِیْنَ مُسْتَشْفِعِیْنَ بِکِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاشْفَعِیْ لَنَا عِنْدَہٗ یَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّنَا الْعَظِیْمِ

فَيُمِيتُنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَيَحْشُرُنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَيَجْعَلُنَا مِنْ اُمَّتِهٖ وَيَسْقِيْنَا مِنْ حَوْضِهِ الْكَرِيْمِ مَشْرَباً رَوِيًّا سَائِغاً هَنِيئاً لَانَظْمأُ بَعْدَهُ اَبَدًا آمِين. آمين. آمين.

☆ مسئلہ: حضرت خاتون جنت پر سلام عرض کر کے منبر کی طرف آئے اور وہاں دعا کرے۔ کیونکہ یہاں دعا قبول ہونے کی امید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں منبر شریف اسی جگہ تھا۔ وہ تین سیڑھیوں کا تھا اور جھاؤ کی لکڑی کا بنا ہوا تھا لیکن وہ اب باقی نہیں۔ سنہ ۶۵۴ھ میں مدینہ میں جو آگ لگی تھی اس میں اس کا زیادہ حصہ جل گیا تھا، جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کی لوگوں نے کنگھیاں بنالی تھیں۔ اس کے بعد ہر بادشاہ اپنے دور میں منبر بنا کر بھجواتا جو اس جگہ پر رکھ دیا جاتا۔ حتیٰ کہ سلطان مراد خاں بن سلطان سلیم خان نے سنہ ۹۹۸ھ میں سنگ مرمر کا منبر بھیجوایا جسے منبر مذکور کی جگہ پر رکھا گیا۔ اور لفظ "منبر عمر سلطان مراد" سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ اور یہ مصرعہ یا دوسرے اشعار منبر کے بالائی حصہ پر لکھے ہوئے ہیں۔ وہی منبر ابھی تک باقی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صراط مستقیم کی شرح اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ سنہ ۹۹۸ھ میں جبکہ راقم الحروف مدینہ منورہ میں مقیم تھا سلطان مراد نے سات دھاتوں سے ایک منبر ڈھلوا کر ارسال کیا۔ "منبر عمر سلطان مراد" اس کی تاریخ ہے۔ مگر یہ غلط ہے اور اس زمانہ کے تمام علمائے مدینہ بھی اسی غلطی پر متفق رہے۔ اور مشاہدہ، شیخ کی اس غلطی پر دلیل ہے۔ بات دراصل یہ تھی کہ اس منبر پر شروع میں ایسا رنگ کیا گیا تھا کہ دیکھنے میں وہ منبر سات دھاتوں سے ڈھلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اسی رنگ سے دھوکہ کھا کر شیخ رحمہ اللہ علیہ نے اسے سات دھاتوں سے ڈھلا ہوا منبر سمجھ لیا۔ اب مدت مدید گزرنے اور خطباء کے بکثرت اس پر چڑھنے

سے اس کا رنگ اترا تو معلوم ہوا کہ وہ تو پتھر کا بنا ہوا ہے، ہفت جوش کا نہیں۔ واللہ اعلم۔

دوسری فصل

مدینہ منورہ میں قیام کی کیفیت

دوران قیام مدینہ منورہ آداب کی رعایت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مسجد نبوی میں حاضری کو اپنے اوپر لازم کریا اور ہر وقت عبادت میں آگے رہنے کی کوشش کرے، پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرے، اعتکاف کرے، بلکہ اعتکاف کی نیت تو مسجد میں ہر دفعہ داخل ہوتے وقت کرلیا کرے۔ رات کو جاگ کر عبادت میں گزارے۔ غرض نیکی، بھلائی، عبادات اور امور خیر میں جتنی کوشش کر سکے دریغ نہ کرے۔

ادائے نوافل، تلاوت قرآن اور طلب دعا کے لئے اکثر ریاض الجنت میں آئے اور ان ستونوں کے پاس آکر نماز پڑھے یا بیٹھ کر تلاوت کرے۔ دعا مانگے، درود پڑھے، استغفار کرے، جن کی فضیلت آئی ہے۔ ان ستونوں کی تفصیل اسی باب کی ساتویں فصل میں آئے گی۔

☆ مسئلہ: مسجد نبوی میں قرآن شریف پڑھ کر ختم کرنا مستحب ہے گو ایک ہی مرتبہ ختم کرے۔

☆ مسئلہ: اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کو بیٹھ کر تکا کرے، کیونکہ جس طرح کعبہ کا دیکھنا عبادت ہے اسی طرح روضہ مبارک کا دیکھنا بھی عبادت ہے۔ چاہے مسجد سے باہر ہی ہو اور اگر روضہ مبارک سامنے نہ ہو تو ہیبت و حضوری کے احساس کے ساتھ گنبد خضریٰ کو دیکھا کرے۔

☆ مسئلہ : ائمہ ثلاثہ حضرامام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں حاضر ہوکر، کثرت سے ساتھ زیارت کرنا مستحب ہے، کیونکہ بھلائی اور نیکی کی کثرت خود ایک نیکی ہے۔

لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "زرغبا تزدد حبا" (وقفہ کے بعد کی ملاقات محبت باہمی کو بڑھاتی ہے) کے پیش نظر زیارت کی کمی کو افضل فرماتے ہیں۔ مگر روزانہ ایک مرتبہ سے کم نہ کرے۔

☆ مسئلہ : زیارت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ طلوع، غروب وغیرہ ہر وقت حاضری دی جاسکتی ہے۔ اور اس کی دلیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل ہے کہ وہ زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے ہر وقت حاضر ہوتے رہتے۔

قبر مبارک کی طرف کسی بھی صورت میں پشت نہ کرنی چاہئے، خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر نماز کی البتہ مجبوری اور ضرورت کے وقت ایسا ہو جائے تو معاف ہے۔

☆ مسئلہ : منسک کبیر و متوسط میں تو یہ کہا گیا ہے کہ قبر شریف کے پیچھے کی سمت کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے، مگر ملا علی قاری کہتے ہیں کہ نماز کے وقت قبر شریف سامنے ہو تو بھی نماز جائز ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں۔ کیونکہ نمازی اور قبر شریف کے درمیان دیوار کا حجاب موجود ہے۔ ہاں اگر کوئی نماز میں قبر شریف کی طرف توجہ کے ارادہ سے ایسی جگہ نماز پڑھے تو اس کی ممانعت ہے۔

☆ مسئلہ : قبر شریف کے پاس سے، خارج مسجد ہو تو محاذات سے جب بھی گزرے تو ٹھہر کر مختصر یا طویل سلام عرض کر کے آگے بڑھے۔ اس لئے کہ حضرت ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے پیغمبر

...صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو حازم سے کہو کہ تم میرے سامنے سے گزر جاتے ہو اور سلام کے لئے رکتے تک نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس خواب کے بعد ابو حازم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کئے بغیر کبھی نہیں گزرے۔

☆ مسئلہ: مدینہ منورہ میں عبادات کی کثرت رکھے، نماز روزہ، صدقہ و خیرات خوب کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھے۔ متبرک ستونوں اور تمام بابرکت و فضیلت مقامات پر خوب خوب نمازیں پڑھے، دعائیں کرے۔

مسجد نبوی میں نفل نماز کے لئے افضل جگہ محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فرض نماز کے لئے افضل جگہ پہلی صف ہے۔ اور صف کے لئے افضل جگہ منبر نبوی اور محراب نبوی کا درمیان ہے جس کا رقبہ چودہ ہاتھ ایک بالشت ہے۔ اس لئے کہ یہاں امام کے دائیں طرف کی فضیلت بھی حاصل ہے اور ریاض الجنت میں وقوف کی بھی۔

علماء کو اس امر میں تردد رہا ہے کہ اگر کسی کو روضہ میں امام کے دائیں طرف جگہ نہ ملے تو اس کے لئے افضل کیا صورت ہے۔ آیا خارج روضہ امام کا دایاں حصہ افضل ہے یا داخل روضہ امام کی بائیں سمت۔

اور زیادہ قابل ترجیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ افضل جگہ امام کی دائیں سمت ہے (گو خارج روضہ ہو) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد شریف میں ریاض الجنت کی موجودگی کے سبب دائیں سمت اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور ذکر فضیلت یمین امام مسجد فرمایا، تو بلاشک یمین کی رعایت ہی افضل ہو گی۔ پھر ایک بات یہ ہے کہ جس مسجد کی فضیلت کا جو مرتبہ ہو گا اس مسجد کا یمین بھی افضلیت میں اسی حیثیت کا ہو گا۔

جب مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی ایک نماز دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ درجہ فضیلت رکھتی ہے تو اسی طرح اس مسجد مبارک کا یمین بھی افضلیت میں بمقابلہ دیگر مساجد کے اسی مرتبہ کا ہوگا۔ اس کے بعد اگر وہ ایسا کرلے کہ فرض امام کے دائیں کھڑے ہو کر خارج روضہ ادا کرلے اور سنن ونوافل روضہ مبارک میں تو دونوں فضیلتوں پر عمل ہو جائے گا۔

☆ مسئلہ: مسجد نبوی میں کم از کم چالیس فرض نمازیں ادا کرنے کا اہتمام ضرور کرے، کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھ لیں اس کے لئے آتش دوزخ، عذاب قبر اور نفاق سے بیزاری (برات) لکھی جاتی ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی)

☆ مسئلہ: ساکنان دیار محبوب سے علیٰ قدر مراتب محبت رکھے۔ مکہ مکرمہ کے سکان کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے۔

ان کی کوئی برائی نظر پڑ جائے تو اس کے سبب ان سے نفرت اور دشمنی نہ رکھے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور پڑوس کی جو خیر و خوبی انہیں حاصل ہے وہ کسی بھی وقت ان کی اس برائی کو زائل کرسکتی ہے۔ (تم اپنے دل میں ان کی طرف سے میل لے کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ گے تو خطرہ ہے یہ میل تمہاری عاقبت نہ خراب کردے کیونکہ وہاں اس کے بڑھنے کے مواقع تو ہیں ازالہ کرنے کی صورتیں نہیں۔ یہ بہت اہم اور نازک بات ہے۔ ہر مسلمان کو اس معاملہ میں غور وتدبر سے کام لینا چاہئے۔ نعمانی)

اگر ہو سکے تو ان کی مالی امداد واعانت کرو، سکان حرمین شریفین پر تصدق کرو اور ان میں سے کسی ایک کو بھی اذیت نہ پہنچاؤ۔

روضہ کے بہشتی ہونے اور اس کی حدود کا بیان

واضح رہے کہ ریاض الجنت کا طول حجرہ شریف کی دیوار سے منبر نبوی تک ہے، اب رہا اس کا عرض، تو قبلہ (جنوب سمت) کی طرف تو مسجد قدیم کی دیوار قبلہ اس کی حد ہے۔ اور شام کی جانب (شمالی سمت) میں روایات کا اختلاف ہے۔ اس کی حد بعض نے اسطوانہ علی بتائی ہے اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ لہٰذا اسطوانہ علی سے لکڑی کا ایک احاطہ کھینچ کر اس کے آخر تک فرش بنادیا گیا ہے اور بعض نے یہ حد ستونوں کی لائن میں اسطوانہ وفود تک بتائی ہے اور بعض علماء نے اس کی تصویب فرمائی ہے۔ ان ستونوں کی تحقیق اسی باب کی ساتویں فصل میں آئے گی۔

اس کے علاوہ بھی کچھ اور رائیں ہیں۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے روضہ جنت کا طول ۵۳ گز ہے، بعض نے ۵۰ گز دو تہائی گز کم۔ مقدار بتائی ہے۔ اور اس وقت کے مشاہدہ سے یہی مقدار پائی جاتی ہے کیونکہ روضہ کا کچھ حصہ حجرہ شریف کی دیواروں میں آکر کم ہو گیا ہے۔

فائدہ: بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور منبر کے درمیان ریاض الجنت کا ایک ٹکڑا (روضہ) ہے۔ اور بزار و طبرانی کی روایت میں "میرے گھر" کے بجائے "میری قبر" کے الفاظ آئے ہیں، مگر مطلب دونوں کا ایک ہی ہے کہ بیت سے مراد حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ جس میں آنحضرت کی قبر شریف موجود ہے۔

اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف رائے ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ حقیقی معنوں میں جنت کا ٹکڑا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں مجازی معنوں میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ فریق اول کی طرف سے دلیل یہ ہے کہ:

۱۔ یہ مقام مذکور بہشت سے اسی طرح لایا گیا جس طرح وہاں سے مقام ابراہیم، اور حجر اسود لایا گیا۔ اور جس طرح مقام و حجر اسود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت مخصہ ہیں اسی طرح روضہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خصوصیت ہے۔

۲۔ قیامت کے دن یہ ٹکڑا یہاں سے بہشت میں منتقل کر کے شامل بہشت کر دیا جائے گا۔

فریق ثانی اپنے یہ دلائل دیتے ہیں کہ:

۱۔ نزول رحمت، حصول مغفرت و سعادت اور بزرگی میں یہ ٹکڑا جنت کے مشابہ ہے۔

۲۔ اس جگہ کی ہوئی عبادت جنت کے ایک روضہ میں ایصال کی جاتی ہے۔

۳۔ یہ جگہ ریاض جنت کے روضہ کے مقابل واقع ہوئی ہے۔

اہل تحقیق علماء نے فرمایا ہے کہ درست صورت یہی ہے کہ الفاظ حدیث کو حقیقی معنوں پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ تاویل ظاہر کے خلاف میں ہے اور جب حقیقی معنی مراد ہونے کا امکان ہو تو تاویل کا ارتکاب نہ کرنا چاہئے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے ہمیں ایک امر ممکن کی خبر ملے تو ہم پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور اس پر یقین کریں۔ اسی لئے مشائخ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو شخص روضہ شریف کو دیکھ کر کہے کہ میں تو اسے صرف دیکھ رہا ہوں اس کے علاوہ تو کچھ اور خیال نہیں کرتا تو ایسا کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور منبر شریف پر گفتگو اس معاملہ میں ایسی ہی ہے جیسے روضہ پر گفتگو۔ (کذا فی المنسک الکبیر)

اور علامہ عارف باللہ ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مناسب ہے کہ ان

مروبوہ کو یکجا جمع کردیا جائے کیونکہ ان میں باہم کوئی منافات یا تضاد نہیں۔

یعنی یوں کہا جائے کہ مقام مذکور جنت سے لایا گیا اور قیامت کے دن پھر واپس جنت میں لے جایا جائے گا اور وہاں اس کو اس جگہ پر رکھا جائے گا جو جنت کے روضہ کے مقابل ہوگی۔ اور وہ نزول رحمت وحصول مغفرت وسعادت وکرامت میں روضۃ من ریاض الجنت کی مثل ہے۔ اور اس میں عمل کرنا جنت میں پہنچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ (یہ اچھی صورت ہے۔ واللہ اعلم)۔

چوتھی فصل

قدیم مسجد نبوی کی حدود کا بیان

مشرق کی طرف اس کی حد وہ ستون ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے والی دیوار حجرۂ مبارک میں بنا ہوا ہے۔

اور مغربی سمت منبر نبوی سے پانچویں ستون تک اس کی حد ہے۔

اور قبلہ کی جانب جو جنوبی سمت ہے اس کی حد وہ لکڑی کا (اور اب پیتل کا) جنگلہ ہے جو محراب نبوی سے متصل ہے۔ اور اس کے اور منبر نبوی کے درمیان ۲/۱-۳ ہاتھ کا فاصلہ ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ قبلہ کی طرف والی دیوار کا عرض مسجد میں شامل کر لیا جائے۔ ورنہ مسجد قدیم کی حد اس جانب منبر کی پشت کی طرف ایک بالشت سے کچھ زائد ہے۔ کیونکہ وہ زیادتی دیوار کی چوڑائی کے سبب ہی ہے۔

شام (شمالی سمت) کی جانب اس کی حد محراب نبوی سے اس جگہ تک ہے جو سو گز کے فاصلہ پر ہے اور یہ جگہ اہل مدینہ میں مشہور ہے اور انہوں نے وہاں نشانی قائم کر دی ہے۔ اور یہ حدبندی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دوسری

مرتبہ تعمیر کی ہے۔ کیونکہ دوسری مرتبہ تعمیر میں اس کا طول و عرض ۱۰۰×۱۰۰ گز رکھا گیا ہے۔ بخلاف تعمیر اول کے کہ اس وقت اس کا طول و عرض ۶۰×۷۰ گز تھا۔ اور پہلی تعمیر کے اعتبار سے مغربی حد منبر شریف سے دوسرے ستون پر ختم ہو جاتی تھی۔ اور شام کی طرف ان پتھروں کی حد تھی جو صحن میں لگے ہوئے تھے۔

پانچویں فصل

مسجد نبوی کی تعمیر کی تعداد اور اس کی توسیعات کا بیان، جو عہد نبوی کے بعد ہوئیں اور اس کے موجودہ (بزمانہ مصنف) طول و عرض کا بیان

واضح رہے کہ مسجد نبوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کچی انیٹوں سے تعمیر ہوئی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی اور اس کے ستون کھجور کے درخت کے تھے۔ اس وقت مسجد کے تین دروازے تھے۔ (۱) پشت کی جانب یعنی شامی سمت، جو شمالی سمت ہے۔ (۲) مسجد کے دائیں طرف۔ اسے باب عاتکہ کہتے تھے۔ یہی دروازہ آجکل باب الرحمۃ کے نام سے معروف ہے۔ (۳) مسجد کے بائیں طرف کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازہ سے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ اور یہ باب عثمان تھا جو آجکل باب جبرئیل کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد کی دیواروں کی اونچائی اس وقت قد آدم سے ایک بالشت زیادہ تھی۔

مسجد نبوی عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اسی طرح رہی، آپ نے مسجد میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں قبلہ کی سمت اس گیلری نما حصہ کا اضافہ فرمایا جو روضہ شریف اور محراب عثمانی کے درمیان ہے۔ اور یہ اضافہ بقدر دس گز تھا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے پشت مسجد کی طرف یعنی شمالی سمت تیس گز کے قریب اضافہ کیا اور مغرب کی

طرف دو ستونوں کے بقدر بھی اضافہ فرمایا جو تیس گز بنتا ہے۔ کیونکہ دو ستونوں کا درمیانی فاصلہ دس گز ہے۔ اس وقت مغربی سمت سے اس کی حد منبر شریف سے ساتویں ستون تک ہو گئی۔ مشرقی سمت میں کوئی اضافہ آپ نے نہیں کیا کیونکہ اس طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارکہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی کی یہی مشرقی حد تھی۔

اور آپ نے مسجد کو اسی ہیئت پر بنایا جس ہیئت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھی۔ یعنی کچی اینٹوں کی دیواریں اور کھجور کی شاخوں کی چھت۔ اور ستون بھی کھجور کے تنے کے۔ البتہ اس کے دروازے چھ رکھے۔ دو قبلہ کے دائیں طرف، دو بائیں طرف اور دو پشت کی طرف۔ اور اس کی اونچائی گیارہ گز رکھی اور صحن مسجد میں سنگریزے بچھائے۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول سنہ ۲۹ھ کے اوائل میں مسجد میں کافی اضافہ فرمایا اور اس کی سابقہ تعمیر میں کافی تغیر فرمایا۔ آپ نے اس کی دیواریں نقشین پتھروں اور چونے کی بنائیں اور ستون بھی نقشین پتھروں کے بنائے۔ اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔ دروازے آپ نے بھی چھ رکھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھے تھے۔ آپ اس کی تعمیر سے ۱۰ محرم سنہ ۳۰ھ کو فارغ ہوئے۔ قبلہ کی طرف اس محراب تک جو اب محراب عثمانی کہلاتی ہے حد مسجد میں اضافہ فرمایا۔ مشرقی سمت کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اور مغرب کی طرف ایک ستون کے بقدر فاصلہ کا اضافہ کیا۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مغربی حصہ منبر شریف سے آٹھویں ستون تک ہو گیا۔ اس ستون کے بعد آج تک موجود مغربی دیوار تک دو ستون اور ہیں جن کا اضافہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید بن

عبدالملک کے حکم سے اس کے عہد خلافت میں کیا۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد عہد ولید تک مسجد نبوی میں کسی نے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے۔ نہ یزید نے نہ مروان نے، نہ اس کے بیٹے عبدالملک نے تا آنکہ امر خلافت پر ولید فائز ہوا۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینے کا گورنر مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں اضافہ کریں اور اسے از سر نو تعمیر کرائیں۔ پس آپ نے اس کے حکم سے مغربی سمت دو ستونوں کا اضافہ کیا۔ اور مشرقی سمت بھی چار ستونوں کا اضافہ کیا۔ اور شامی طرف چودہ ستونوں کا اضافہ کی۔ قبلہ کی طرف کوئی اضافہ نہیں کیا۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے مکانات مسجد میں داخل کر دیئے اور مسجد میں بیس دروازے بنائے۔ سابقہ دروازوں میں سے سوائے باب عثمان کے جو آج کل باب جبرئیل مشہور ہے کوئی دروازہ باقی نہ رہا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد کی تعمیر کی ابتداء سنہ ۸۸ھ میں کی اور سنہ ۹۱ھ میں فارغ ہوئے اور اس تین سال کی مدت تک آپ مدینہ منورہ میں برابر مقیم رہے۔

اس کے بعد ہارون رشید کے والد مہدی بن ابی جعفر منصور عباسی نے سنہ ۱۶۱ھ میں شامی جانب مسجد نبوی میں اضافہ کیا۔ یہ اضافہ دس ستون کا تھا جو سو گز کے بقدر ہے۔ آج کل مسجد کی جانب شامی جو حد ہے مہدی کے اضافہ کی یہی حد تھی۔

مہدی کے بعد مسجد نبوی میں کسی اور نے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ البتہ متعدد بادشاہوں اور خلفاء نے مسجد کے اندر ہی تعمیر و مرمت کے کچھ کام کئے۔ کسی نے گیلریاں بنوائیں، کسی نے بام و در میں کچھ کام کیا کسی نے چھت میں رد و بدل کیا اور کسی نے دروازوں میں رد و بدل کی۔ یا اسی طرح کا اور کوئی چھوٹا موٹا کام۔ اور اب مسجد کے چار

دروازے رہ گئے۔

مشرقی سمت میں ایک تو باب عثمان۔ کہ باب جبرئیل کے نام سے آج کل مشہور ہے اور یہی وہ دروازہ ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تھے۔

دوسرا باب النساء۔ اور دو دروازے مغرب کی طرف۔ ایک باب الرحمت، دوسرا باب السلام۔

یہ خلاصہ ہے ابن جماعہ، سمہودی، ابن حجر اور مناوی کی تحریرات کا جو انکی تصانیف میں مذکور ہے۔

اور مسجد نبوی کی آخری تعمیر جو اب سنہ ۱۳۴۶ھ تک موجود ہے سنہ ۸۸۸ھ میں سلطان مصر سلطان قائتبائی کی بنائی ہوئی ہے۔

فائدہ: مسجد نبوی کے طول و عرض سے متعلق۔

علمائے سیرت نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں خود دو مرتبہ مسجد تعمیر کرائی۔ پہلی مرتبہ اس کا رقبہ ۶۰×۷۰ گز اور بقول بعض ۶۰×۶۰ گز تھا۔ اور دوسری مرتبہ یہ رقبہ ۱۰۰×۱۰۰ گز کیا گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ فرمایا تو اس کا طول از جانب قبلہ تا جانب شام ۱۴۰ گز اور عرض از مغرب تا مشرق ۱۲۰ گز کیا۔ پھر حضرت عثمان نے اضافہ کیا، سو اس کا طول ۱۶۰ گز اور عرض ۱۵۰ گز ہو گیا۔

پھر ولید بن عبد الملک کے اضافہ کے بعد اس کا طول ۲۰۰ گز اور عرض اگلے حصہ کا تو ۲۰۰ گز اور پچھلے حصہ کا ۱۸۰ گز ہوا۔

پھر مہدی نے جانب شام صرف ۱۰۰ گز کا اضافہ کیا۔ تین اطراف میں کوئی اضافہ

نہیں ہوا۔ (خلاصہ تحریر علامہ نووی وسمہودی)۔

پس مہدی کے اضافہ کے بعد مسجد نبوی کا طول ۳۰۰ گز ہو گیا اور عرض اپنی جگہ باقی رہا۔

فائدہ: علمائے شافعیہ نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ مسجد نبوی میں عبادت کا جو کئی گنا ثواب احادیث میں مروی ہے جو تیرھویں باب کی چھٹی فصل میں بیان ہوا ہے، آیا اس کا اطلاق مسجد نبوی کے اس حصہ میں عبادت کرنے پر ہوگا جو عہد نبوی میں تھی یا اس میں مسجد کے تمام اضافہ شدہ حصے بھی داخل ہیں۔

شافعیہ میں سے سید علی سمہودی نے اپنی تاریخ کبیر میں، ترجیح پوری اضافہ شدہ مسجد نبوی کو دی ہے اور بہت سے وجوہ کے ساتھ اس کو موکد کیا ہے اور اسی کو شوافع کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔ اور احناف، مالکیہ و حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔ جیسا کہ تیرھویں باب کی چھٹی فصل میں مذکور ہوا۔ لیکن اس کے باوجود مسجد قدیم کی حدود میں عبادت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ افضل واکمل یہی ہے۔

چھٹی فصل

حجرۂ مقدسہ کی صفات کا بیان

واضح رہے کہ حجرۂ منورہ و مبارکہ کہ جس میں تین شمس و قمر استراحت فرماہیں، یعنی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیق و جانثار حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما، دراصل یہ پیغمبر خدا کا مکان مبارک تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بنوایا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد بھی اس کی دیواریں پکی اینٹوں کی تھیں اور اس کے دروازے تھے، ایک مغربی سمت جو مسجد کی طرف پڑتا تھا، دوسرا شام (شمال) کی جانب۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کے حکم سے یہ دیواریں منہدم کر کے دوبارہ نئی عمارت نقشین پتھروں سے بنائی اور اس کے رقبے میں بھی اضافہ کیا۔ اور یہ ۸۸ھ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت کیا گیا۔ حجرہ کے گرداگرد پنج پہلو احاطہ اور بنایا۔ جو حجرہ کی دیواروں سے ملا ہوا نہیں تھا بلکہ دونوں کی دیواروں کے درمیان جگہ تین طرف مشرق، شمال، جنوب چھوٹی ہوئی ہے البتہ مغربی سمت گنجائش نہ ہونے کے سبب کوئی فاصلہ باقی نہیں۔

اور نہ حجرۂ مبارکہ میں اور نہ اس کے گرد والے احاطہ میں کوئی دروازہ ہے۔ اسی لئے اس دن سے لے کر آج تک کسی زائر کے لئے قبور شریفہ کی براہ راست زیارت ممکن نہ رہی۔ البتہ چھت میں ایک طرف ایک دریچہ چھوڑا گیا ہے (کہ بوقت حاجت اس کے ذریعہ حجرۂ شریفہ اور حظیرہ (احاطہ) کے درمیان کی خالی جگہ پر رسی وغیرہ کے ذریعہ کسی کو اتارا جا سکے۔ نعمانی)۔

اس احاطہ کی دیوار کی اونچائی مسجد کی چھت کے برابر نہیں بلکہ چار گز کے بقدر کم ہے۔ اور اس جگہ میں مسجد کی چھت تک لکڑی کی کھڑکیاں بنائی گئی ہیں اور حجرۂ شریفہ پر غلاف ؎ حظیرہ کے اسی بالائی حصہ سے ڈالا جاتا ہے۔

ظاہر یہی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بنوایا ہوا یہ حجرہ آج تک باقی ہے، البتہ اس کی مشرقی دیوار سنہ ۵۷۰ھ میں خلیفہ مستنصر باللہ کے عہد میں شکستہ ہونے کے سبب دوبارہ بنوائی گئی، یہ دیوار سادہ پتھروں کی ہے جب کہ دوسری تمام دیواریں نقشین پتھروں کی ہیں۔

اور سنہ ۵۵۷ھ میں دو بد بخت عیسائیوں کے نقب لگانے کے واقعہ کے بعد (جو سلطان نورالدین شہید محمود بن زنگی کے عہد حکومت میں ہوا) حجرہ مبارک کی چار دیواری کے ارد گرد خندق کھود کر اور اس میں سیسہ پگھلا کر بھرا گیا۔

سنہ ۶۷۸ھ تک حجرہ شریف پر گنبد نہیں تھا۔ اس سنہ میں سلطان منصور قلاوون نے حجرہ شریف پر قبہ بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے حکم سے گنبد خضراء بنایا گیا۔ یہ پہلا قبہ تھا، اگرچہ اس کے بعد قبہ میں کئی مرتبہ تعمیر و تجدید ہوتی رہی ہے۔

اور اسی سال حظیرہ (احاطہ) کے گرداگرد، کسی بادشاہ کی طرف سے پیتل کا جنگلہ کھڑا کیا گیا، اس جنگلے میں چاروں طرف چار دروازے تھے۔ اس کا مشرقی دروازہ دن میں دو مرتبہ صبح و شام کھولا جاتا تھا۔ اور دوسرے دروازے کبھی کبھی کھولے جاتے تھے۔ (خلاصہ تحریر ابن جماعہ و سمہودی وغیرہ)

فائدہ: حجرہ مبارکہ کے اندرونی طول و عرض کا بیان جو قبور شریف کو محیط ہے۔

سید نورالدین علی سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں لکھا ہے کہ میں نے کھجور کی شاخ سے حجرہ مبارکہ اور اس کے اندرونی حصہ کی اس وقت پیمائش کی جب مجھے خدا کے فضل سے اس دریچہ مذکورہ کے ذریعہ داخلہ کی عزت حاصل ہوئی۔

پس قبلہ کی طرف والے سرے سے مغرب تا مشرق کا طول دس گز اور دو تہائی گز تھا۔ اور شامی جانب کے سرے سے مغرب تا مشرق گیارہ گز ۱۰-انگل۔

اور عرض، قبلہ والے سرے اور شام والے سرے سے ہر چہار طرف ۷ گز ۱۵-انگل۔

☆☆☆

ساتویں فصل

فضیلت والے ستونوں کا بیان

ایسے ستون نو مشہور ہیں۔

ا۔ وہ ستون جو مصلی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت کے طور پر ہے، اور یہ ستون محراب نبوی کے دائیں طرف دیوار قبلہ سے متصل واقع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں تحویل قبلہ کے حکم کے بعد ہمیشہ اسی ستون کے نزدیک کھڑے ہو کر امامت فرمائی۔

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اس ستون کے نزدیک نماز پڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ (اسی ستون کو استوانہ حنانہ اور استوانہ مخلقہ کہا جاتا ہے۔ نعمانی)

۲۔ ستون عائشہ صدیقہ۔ یہ قبر مبارک اور منبر شریف کی طرف سے تیسرا ستون ہے۔ اور مسجد کے کھلے حصہ (غیر مسقف) کی طرف سے آٹھواں۔ اور سید سمہودی نے جو اسے پانچواں ستون بتایا ہے تو اپنے زمانہ کے اعتبار سے کہا ہے۔ کیونکہ ان کے زمانہ کے بعد تین ستونوں کا اور اضافہ ہوا ہے۔

اور استوانہ عائشہ ریاض الجنت کے درمیان پہلی صف میں واقع ہے۔ اور یہ اس امام کی پشت پر پڑتا ہے جو مصلی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو۔ (آج کل جو ستون عائشہ مشہور ہے اور جس پر یہ نام کندہ بھی ہے اس پر یہ تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ مصلی نبی پر کھڑے ہونے والے کی پشت پر ایک دوسرا ستون ہے۔ یہ ستون تو اس کے بائیں ہاتھ پر بس پشت پڑتا ہے۔ نعمانی)

روایت بیان کی گئی ہے کہ تحویل قبلہ کے حکم کے بعد دس روز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون عائشہ کے پاس کھڑے ہو کر امامت فرمائی، اس کے بعد اس جگہ جو مصلی نبی کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون عائشہ سے سہارا بھی لگایا، اور اکابر صحابہ نے اسی ستون کے پاس نمازیں پڑھی ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کے نزدیک دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس نماز ادا کرنی چاہئے، نماز میں اس کو پس پشت نہ رکھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پہلو میں نماز پڑھی تھی۔

۳۔ ستون توبہ۔ یہ ستون منبر نبوی کی طرف سے چوتھا اور قبر مبارک کی طرف سے دوسرا اور صحن مسجد کی طرف سے آٹھواں۔ اور ستون عائشہ اور جنگلے سے متصل ستون کے درمیان ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے وہ ستون سمجھا ہے جو جالی کے متصل ہے ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون توبہ کے نزدیک نماز پڑھی اور اس کے نزدیک اعتکاف فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسکے نزدیک چٹائی بچھائی گئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو بیٹھ کر اس کا تکیہ لگایا اور اس کا نام ستون توبہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے جب تعمیل ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غلطی ہوئی تو آپ اس پر پشیمان ہوئے، تو توبہ کی غرض سے آپ نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ اب مجھے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھولیں گے تو آزاد ہوں گا۔ پس جب سات دن گزر گئے اور بعض نے دس روز سے زیادہ کہے ہیں تو آپ کی توبہ قبول ہوئی، چنانچہ حضور صلی

علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

علامہ سمہودی نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ ستون توبہ مسجد کی مشرقی سمت میں ہے اور مصلی نبوی اور اس کے درمیان سترہ ہاتھ کا فاصلہ ہے۔

۴۔ ستون سریر۔ استوانہ توبہ کے مشرقی سمت حجرہ شریف والی جالی کے متصل یہ ستون واقع ہے۔ اور بعض لوگوں نے جو اس ستون کو ستون توبہ کا نام دیا ہے تو ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔

اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس ستون کے نزدیک بھی آپ کے لئے چٹائی بچھائی گئی۔ کبھی چٹائی ستون توبہ کے نزدیک بھی ڈالی گئی اور کبھی کسی اور ستون کے نزدیک۔ ہاں وجہ تسمیہ میں صرف چٹائی ڈالنا ہی شرط نہیں۔

ستون سریر اگرچہ جالی سے ملا ہوا ہے لیکن اس کا آدھا حصہ جالی کے اندر ہے اور آدھا باہر۔ اس لئے اس کے نزدیک نماز پڑھنا اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنا ممکن ہے۔ اور علامہ سمہودی نے جو یہ کہا ہے کہ ستون سریر کے جالی کے اندر آجانے کی وجہ سے لوگ اس سے تبرک حاصل کرنے سے محروم ہوگئے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ شاید ان کے زمانہ میں ایسا ہو، ورنہ اور کوئی وجہ نہیں۔

۵۔ ستون علی۔ اس کو ستون المحرس بھی کہتے ہیں۔ یہ ستون سریر کی پشت پر اس سمت شمال واقع ہے۔ اور سید سمہودی نے جو یہ کہا ہے کہ ستون علی شمالی جانب سے ستون توبہ کی پشت پر واقع ہے تو یہ سہو ہے۔۔ اس لئے کہ اس کی بنا ان لوگوں کے خیال پر ہے جنہوں نے ستون سریر کو ستون توبہ کہہ دیا ہے۔ اور اس ستون کو ستون علی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہاں تشریف رکھتے اور اس کے نزدیک نماز پڑھتے تھے اور یہ ستون اس دریچہ کے سامنے ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

باہر تشریف لاتے۔ (بعض حضرات نے یہ وجہ لکھی ہے کہ آیت عصمت نازل ہونے سے پہلے بعض صحابہ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ نعمانی)۔

۶۔ ستون وفود۔ یہ شمالی سمت سے ستون علی کی پشت پر واقع ہے۔ گویا ستون علی ستون سریر اور ستون وفود کے درمیان ہوا۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے نزدیک اپنے اکابر صحابہ کے ساتھ نشست فرماتے۔ اس کی وجہ تسمیہ غالباً یہ ہے کہ جب وفود آتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یہیں قیام فرماتے تھے۔

۷۔ ستون مربعۃ القبر۔ کہتے ہیں اس کے نزدیک مقام جبرئیل علیہ السلام اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ تھا۔ یہ ستون حجرہ شریف میں اس مقام پر واقع ہے جہاں حجرہ شریف کا مغربی رخ شمال کی طرف مڑتا ہے۔

۸۔ وہ ستون جو مربعۃ القبر اور ستون وفود کے درمیان واقع ہے۔ یہ ستون حجرہ کے گرد کی جالی کے اندر ہے اور ان دونوں ستونوں یعنی مربعۃ القبر اور اس ستون سے برکت حاصل کرنے سے لوگ اس لئے محروم ہوگئے کہ ان پر جالی کے دروازے بند کردیئے گئے اور اندر جانے کی کوئی صورت نہ رہی۔

۹۔ ستون تہجد۔ یہ ستون شمالی سمت سے بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کی پشت پر واقع ہے اور اس کے نزدیک ایک محراب ہے کہ اگر نمازی ادھر رخ کرے تو اس کے بائیں ہاتھ باب جبرئیل پڑے۔ ملا رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر میں اور ملا علی قاری نے شرح منسک متوسط میں ایسا ہی لکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون کی پشت پر تہجد کی نماز پڑھی ہے۔ سید سمہودی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

یہ ضعیف (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ستون تہجد کی جگہ مسجد نبوی قدیم کی حدود سے باہر ہے۔ اس کو ولید کے زمانہ میں مسجد کی حد میں داخل کیا گیا۔ اس لئے اس ستون کا ذکر مسجد کے ستونوں میں مسجد جدید کے اعتبار سے ہے۔ مدینہ میں لگنے والی دوسری دفعہ کی آگ کے بعد یہ ستون باقی نہیں رہا بلکہ اس کی جگہ وہ محراب بنادی گئی جس کے اوپر لکھا ہوا ہے "قال اللہ تعالیٰ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. هذا متهجد النبی صلی اللہ علیہ و سلم"۔

فائدہ: یہ تمام خاص ستون جن کا اوپر بیان ہوا ان کو اہل تاریخ نے بیان کیا ہے ورنہ مسجد کے تمام ستونوں کو ایک طرح کی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ کوئی ستون ایسا نہیں جہاں اکابر صحابہ نے نماز نہ پڑھی ہو، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت ان کی جگہوں پر نہ پڑی ہو، اگر چہ اب وہ اصلی صورت میں موجود نہیں ہیں۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ ہر ستون کے نزدیک نماز پڑھنا اور دعا مانگنا مستحب ہے۔

آٹھویں فصل

اہل بقیع کی زیارت اور اس کی کیفیت کا بیان

☆ مسئلہ: روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زیارت سے فارغ ہو کر جنت البقیع میں آنا مستحب ہے۔ اور اگر ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار حاضر ہو اور حاضری کا بہتر دن ہفتہ میں جمعہ کا

دن ہے اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھ اس کا اول حصہ اور حرمین شریفین میں یہ متعارف معمول ہے۔ اور جمعہ کے اول وقت زیارت کی کراہت کی جو روایت ہے اسکی کوئی اصل نہیں جیسا کہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوۃ وغیرہ میں تصریح کی ہے۔

☆ مسئلہ : جب جنت البقیع میں پہنچے تو پہلے تو اجمالی طور پر اس طریقہ کے مطابق سلام کرے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّاتُوْعَدُوْنَ غَداً مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُتَاخِّرِيْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ. (رواه مسلم فی صحیحه بعضه عن عائشة وبعضه عن بريرة مرفوعا).

اگر چاہے تو ان الفاظ پر مزید اضافہ کر کے یوں کہے:

اٰنَسَ اللّٰهُ وَحْشَتَكُمْ وَرَحِمَ غُرْبَتَكُمْ وَضَاعَفَ حَسَنَاتِكُمْ وَكَفَّرَ سَيِّاٰتِكُمْ وَغَفَرَلَنَا وَلَكُمْ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِاَسَاتِذَيْنَا وَلِاِخْوَانِنَا وَلِاَوْلَادِنَا وَلِاَحْفَادِنَا وَلِاَقَارِبِنَا وَلِاَصْحَابِنَا وَلِاَحْبَابِنَا وَلِمَنْ لَّهٗ حَقٌّ عَلَيْنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِالدُّعَآءِ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلاًّ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ، رَبَّنَا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ اٰمِنِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اٰمِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُمْ وَاحْشُرْنَا مَعَهُمْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اگر چاہے تو ان الفاظ پر مزید اضافہ کر کے یوں کہے۔

☆ مسئلہ : اس کے بعد ان اصحاب کرامؓ کی قبور کی زیارت کرے جن کے نشانات معلوم و ظاہر ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ مدینہ منورہ میں کتنے صحابہ فوت ہوئے تو آپ نے دس ہزار تعداد بتائی۔ ان میں سے بعض تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فوت ہوئے اور باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ اور ظاہر ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ کی نہ ہی اصلی قبریں معلوم ہیں اور نہ ان کی سمت، ہاں جن اصحاب کرام یا غیر صحابہ کے مقابر و مشاہد بطریق عین یا بطریق جہت معلوم ہیں ان کو بیان کرتا ہوں اور داخل بقیع میں ان کی تعداد دس ہے۔

پہلا مشہد : حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہا کا ہے جو بقیع کی شرقی جانب بقیع سے خارج (مگر اب داخل) واقع ہے۔ جو جملہ ساکنان بقیع سے افضل ہے۔ پس ایک قول کے مطابق آپ کی زیارت پہلے کرے۔ اور اس طریقہ پر سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ذَا النُّوْرَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُجَهِّزَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ بِالنَّقْدَيْنِ وَالْعَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْهِجْرَتَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ طَالَ مَا خَتَمَ فِيْ رَكْعَةٍ اَوْ رَكْعَتَيْنِ وَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فِيْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَ

خَيْراً لَّهٗ مِنْ بَيْتَيْنِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَبُوْراً عَلَى الْاَكْدَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهِيْدَ الدَّارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ بَشَّرَهُ النَّبِي الْمُخْتَارِ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْرَارِ فَجَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَآءً عَنْ رَسُوْلِهٖ وَعَنْ سَآئِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَعَنِ الصَّحَابَةِ اَجْمَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

دوسرا مشہد: سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، جس کے اندر سات صحابہ مدفون ہیں۔ (۱) بی بی رقیہ بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی ہیں۔ (۳۔۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کہ دونوں عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو بہت ہی بزرگ صحابی اور خلفاء اربعہ کے بعد صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ (۶) حضرت خنیس (یہ تلفظ خ کے پیش اور زبر دونوں کے ساتھ اور ی کے جزم کے ساتھ ہے) بن حذافہ (ح کے پیش کے ساتھ) رضی اللہ عنہما۔ بنی سہم سے جو قریش ہی کا ایک قبیلہ تھا، تعلق رکھتے تھے اور مشہور صحابی ہیں۔ (۷) حضرت اسعد بن زرارہ (ز کے پیش کے ساتھ) رضی اللہ عنہ، یہ بھی جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔

کہتے ہیں کہ اسی مشہد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدۂ ماجدہ بی بی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی مدفون ہیں۔ پس جب زائر سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مشہد پر آئے تو ان تمام حضرات پر سلام عرض کرے۔

اور بی بی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے بارے میں تین مختلف قول ہیں۔ عنقریب ان کا ذکر آئے گا۔ انشاءاللہ۔

تیسرا مشہد: حضرت عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔اس مشہد میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قدموں کے پاس ہے۔ اور حضرت زین العابدین بن امام حسین،اور انکے صاحبزادے امام باقر اور ان کے صاحبزادے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات بھی اسی ایک قبہ کے اندر ہیں اور ایک روایت کے مطابق خاتون جنت بی بی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر شریف بھی اسی قبہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو بھی کوفہ سے مدینہ منتقل کر کے اسی قبہ میں دفن کیا گیا ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی مادر محترمہ کے نزدیک دفن ہے۔اس لئے یہاں ان تمام حضرات پر سلام عرض کرنے میں کوئی حرج نہیں،اگرچہ بعض کے یہاں ہونے میں اختلاف ہے۔کذا فی المنسک الکبیر والمتوسط۔

چوتھا مشہد: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متفق علیہ گیارہ ازواج مطہرات میں سے بجز حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما باقی امہات المومنین مدفون ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکے کے قبرستان جنت المعلیٰ میں اور ام المومنین حضرت میمونہ مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں مدفون ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس مشہد میں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باقی ازواج مطہرات کی صحیح تعداد کی تحقیق معلوم نہیں۔

پانچواں مشہد: حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے تلفظ ع کے زبر

ق کے زیر کے ساتھ۔ اس مشہد میں حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا مزار بھی ہے۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

اور حضرت جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، کی قبر بھی اسی مشہد میں ہے لیکن حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی قبر کے متعلق تین مختلف قول ہیں۔

ایک تو یہ کہ اسی مشہد میں ہے، دوسرے سرائے عقیل میں انکی قبر ہے۔ مکہ میں یا مدینہ میں۔ تیسرے ان کی قبر شام میں ہے۔

چھٹا مشہد: جو مشہد عائشہ اور مشہد عقیل کے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تین نفر مدفون ہیں۔ کذا فی المنسک الکبیر والمتوسط لملا سندھی۔

یہ ضعیف (مصنف) کہتا ہے کہ بظاہر ان تین افراد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں صاحبزادیاں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ مراد ہیں کیونکہ مطابق قول اصح یہ ثابت شدہ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کہ پہلی اولاد تھے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ ان کا لقب طیب و طاہر بھی تھا یہ دونوں مکہ میں فوت ہوئے۔ تیسرے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کہ بقیع میں ان کی قبر علیحدہ ہے۔ بی بی فاطمہ الزہراء رضی للہ عنہا کہ آپ کے مزار کے بارے میں تین مختلف قول ہیں۔ لیکن ان تینوں اقوال میں سے اس قبہ میں ان کی قبر ہونا کسی قول میں مذکور نہیں۔ پس یہ بات متعین ہو گئی کہ اس قبہ میں بی بی رقیہ، بی بی زینب اور بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہن ہی ہو سکتی ہیں۔

(مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر دوسرے مشہد میں بھی بی بی رقیہ کا مزار بتایا ہے۔ اور وہاں کوئی اختلاف بھی ذکر نہیں کیا۔ مگر میرے خیال میں بی بی رقیہؓ کے مزار میں بھی مختلف قول ہوں گے، ایک مشہد دوم کا اور دوسرا مشہد ششم کا۔ واللہ اعلم۔ نعمانی)

ساتواں مشہد: حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ بظاہر یہ مشہد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جو انصاری اور اکابر صحابہ میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نہیں ہے۔ مولانا رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری بھی یہی کہتے ہیں۔

اور علامہ مناوی نے ایضاح المناسک کی شرح میں لکھا ہے کہ کوگوں میں جو یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بقیع کے آخر کا مشہد، فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا مشہد ہے اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔

ملا رحمت اللہ سندھی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے مزار کے بارے میں تین قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ آپ کی قبر اسی مشہد میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی قبر سرائے عقیل میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی قبر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک ہے۔

(اور آج کل (۱۹۷۲ء) اہل مدینہ آپ کی قبر بقیع کے مشرقی جانب احاطہ بقیع سے باہر بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقتہ۔ نعمانی)

آٹھواں مشہد: بی بی صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا ہے جو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

نواں مشہد: امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ مشہور صاحب مذہب امام ہیں۔

دسواں مشہد: امام مالک کے مشہد کے قریب ہے کہ جس میں حضرت نافع مولیٰ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ یہ وہ امام نافع نہیں جو قراء سبعہ میں مشہور امام ہیں جیسا کہ بعض عوام کا خیال ہے۔

فائدہ لطیف: اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ زیارت کون سے مشہد سے شروع کرنا افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مشہد سے ابتدا افضل ہے کیونکہ آپ تمام اہل بقیع سے افضل ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مشہد سے ابتدا افضل ہے اس لئے کہ آپ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ مشہد عباس رضی اللہ عنہ سے ابتدا افضل ہے اور ختم قبہ بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا پر کیونکہ جو مدینہ کے باہر سے آئے اسے پہلے قبہ عباس رضی اللہ عنہ ہی ملے گا اور وہاں سے بغیر سلام گزر جانا بے مروتی ہے۔ لہذا حضرت عباس پر اور اس قبہ میں جو حضرات ہیں ان پر پہلے سلام عرض کرے۔ پھر جس جس قبر پر گزر ہوتا جائے سلام عرض کرتا جائے اور آخر میں واپسی کے وقت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر ختم کرے۔

ملا رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری نے اسی آخری قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ زائر کے حق میں یہی سہل اور نرم طریقہ ہے۔

اور علامہ ابن حجر مکی نے ایضاح المناسک میں کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ابتدا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار سے کرے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرے۔ اس کے بعد جن جن کے مزارات سے گزرے ان پر سلام عرض کرتا جائے اور ختم مزار بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا پر کرے۔ اور یہ اس وقت ہے جب کہ شروع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار سے کیا ہو، ورنہ اولاً بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر تھوڑی دیر ٹھہر کر ان پر سلام عرض کرے اور واپسی کے وقت پھر ان کے مزار پر آئے۔

(میرے خیال میں بقیع میں داخل ہوتے ہی اگر اجمالی سلام جیسا کہ اوپر مذکور ہوا عرض کر لے تو پھر بغیر سلام گزرنے کی بے وفائی سے بچ سکتا ہے۔ اور پھر جہاں سے چاہے ابتدا کر سکتا ہے۔ نعمانی)

☆ مسئلہ: جب بقیع کی زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو وہاں جو اونچی جگہ ہے اس پر مقابر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور وہاں جتنے صحابہ و آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سب پر اجمالی طریقہ پر سلام عرض کرے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا آلِ وَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ اگر ان میں سے کسی کا نام معلوم ہو تو ان کا نام بھی لے جیسے عبداللہ بن مسعود و ابوسعید خدری وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

فائدہ لطیف: مشاہد مدینہ سے تین مشہد جو بقیع میں داخل نہیں ہیں اور ہیں۔ بقیع کی زیارت سے فارغ ہو کر ان کی بھی زیارت کرنی چاہئے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) مشہد سیدنا اسماعیل پسر جعفر صادق رضی اللہ عنہما۔ جو مدینہ منورہ کی مشرقی سمت مدینہ کی شہر پناہ کے اندر ہے۔

(۲) مشہد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو سعید خدریؓ کے

والد اور شہدائے احد میں سے ہیں۔ جو مدینہ منورہ کی مغربی سمت، مغربی شہر پناہ کے متصل ہے۔

(۳) مشہد نفس زکیہ رضی اللہ عنہ یعنی سیدی محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی مرتضی رضی اللہ عنہم جو ابی جعفر منصور کے زمانہ میں شہید ہوئے۔ ان کا مشہد مدینہ منورہ میں شامی سمت واقع ہے۔

رہا مشہد حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں تو وہ جبل احد کے نزدیک ہے۔ اور ان کی زیارت کا بیان علیحدہ فصل میں کیا جائے گا۔

نویں فصل

مقابر کی زیارت کے آداب

☆ مسئلہ: ہفتہ میں ایک بار زیارت قبور مستحب ہے۔ اور زیارت کے لئے افضل دن جمعہ، سنیچر، پیر اور جمعرات ہیں۔

☆ مسئلہ: قبرستان میں برہنہ پا داخل ہونا مستحب ہے جیسا کہ ملا رحمت اللہ سندھی نے صراحت کی ہے اور جوتوں سمیت مقابر میں داخل ہونے کی ممانعت بہت سی احادیث میں آئی ہے جو مسند احمد وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

اور ملا علی قاری نے شرح منسک متوسط میں جو یہ کہا ہے کہ جوتوں سمیت قبرستان میں داخل ہونے کی کوئی ممانعت حدیث میں نہیں آئی تو یہ ان کے عدم اطلاع احادیث مذکورہ پر دال ہے۔

☆ مسئلہ: جب کسی قبر پر پہنچے تو افضل یہ ہے کہ پاؤں کی طرف سے آئے سر کی

طرف سے نہ آئے اور میت کے چہرہ کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ. اَسْئَلُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ۔

اور بعض کہتے ہیں کہ علیکم السلام کہے۔ اور صحیح پہلا ہی قول ہے۔ پھر دیر تک دعا میں مشغول رہے اور جتنا قرآن پڑھ سکے پڑھے۔ جیسے سورۂ فاتحہ اور اول سورۂ بقرہ مفلحون تک اور آیت الکرسی، اور آمن الرسول، سورہ زلزال، سورہ تکاثر، سورہ کافرون۔ اور سورہ اخلاص گیارہ یا سات یا تین مرتبہ پڑھے۔ اور معوذتین پڑھے، پھر ان کا ثواب میت کی روح کو پہنچائے۔ اور یوں کہے اللّٰھم اوصل ثواب ماقرأته الی فلان.

☆ مسئلہ: زیارت کے وقت کوئی عذر نہ ہو تو کھڑا رہنا افضل ہے ورنہ بیٹھ جائے۔

☆ مسئلہ: میت کے نزدیک کھڑے رہنے اور بیٹھنے کا فاصلہ اتنا ہی رکھے جتنا اس کی زندگی میں رکھتا۔

☆ مسئلہ: فتح القدیر میں لکھا ہے کہ قبروں پر چلنے اور بیٹھنے سے احتراز کرنا چاہئے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے اقارب کی قبر تک پہنچنے کے لئے آس پاس کی قبروں کو پامال کر کے جاتے ہیں تو یہ مکروہ ہے۔

زیارت قبور سے متعلق کچھ مسائل تیرھویں باب کی آٹھویں فصل میں بھی بیان ہو چکے ہیں۔

دسویں فصل

ان مساجد کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اور

مدینہ یا حوالی مدینہ میں واقع ہیں۔ اور ایسی مساجد بائیس ہیں۔

ا۔ مسجد قبا۔ ق کے پیش کے ساتھ۔ مدینہ منورہ کے جنوب میں شہر مدینہ سے دو میل پر اور بقول بعض تین میل پر یہ مسجد واقع ہے۔

سید علی سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں لکھا ہے کہ میں نے مدینہ و قبا کے درمیانی فاصلہ کی پیمائش کی ہے۔ میں نے مسجد نبوی کے باب جبرئیل سے پیمائش شروع کی اور مشرقی راہ سے مسجد قبا کے دروازہ کی چوکھٹ تک پس وہ سات ہزار دو سو گز سے کچھ زیادہ ہوا۔ یہ دو میل اور دو سو گز ہوا۔ جبکہ ساڑھے تین ہزار گز کا ایک میل مانا جائے۔ کلام سمہودی ختم ہوا۔

اور جو ایک میل چھ ہزار گز (دستی) کا مانتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے، ان کے نزدیک ایک میل اور ۱۲۰۰ گز ہوا۔ اور جو حضرات دو ہزار گز کا میل مانتے ہیں ان کے نزدیک تین میل اور ۱۲۰۰ گز ہوا۔

اور بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی مسجد بنائی وہ یہی مسجد قبا ہے۔ اس کی تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس حصہ لیا۔ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہونے سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تعمیر فرمایا۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد روئے زمین کی تمام مساجد سے مسجد قبا افضل ہے۔

☆ مسئلہ: اگر ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دن مسجد قبا کی زیارت کو جائے۔ اس کے لئے افضل دن شنبہ (سنیچر) ہے۔ کیونکہ صحیح روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی ثابت ہے کہ آپ ہر شنبہ کو اس کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ کبھی سوار ہو کر، کبھی پاپیادہ۔ (بحوالہ بخاری و مسلم)۔

یہ روایت بھی ہے کہ آپ مسجد قبا پیر کو اور ۱۷ رمضان کو بھی تشریف لے گئے۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کے دن قبا کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔

☆ مسئلہ: حدیث صحیح سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ رواہ الترمذی وغیرہ۔

اس بارے میں رائے کا اختلاف ہے کہ کتنی رکعات عمرہ کے ثواب کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ بعض نے دو رکعت بتائی ہیں اور بعض نے چار رکعات۔

ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بسند صحیح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر میں مسجد قبا میں دو رکعت پڑھ لوں تو یہ مجھے مسجد اقصیٰ کی دو مرتبہ حاضری سے زیادہ پسند ہے اور دو مرتبہ کا لفظ صرف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

☆ مسئلہ: جب مسجد قبا پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی دو جگہ ہیں۔ ایک تو تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے کی۔ دوسری تحویل کے بعد کی۔ تحویل سے پہلے کی جگہ محراب اول کے نزدیک ہے، جو مسجد کی محراب ثانی کے مقابل صحن مسجد میں تیسرے ستون کے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں کہ مسجد قبا کی یہ پہلی جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔

اور تحویل کے بعد کی جگہ تو وہ مسجد کی محراب ثانی کے نزدیک دیوار قبلہ کے قریب ہے۔ اور وہ اونچا چبوترہ جس کی محراب میں پتھر لگا ہے جس پر یہ عبارت ہے کہ ہذا مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ

نہیں ہے، بلکہ یہ چبوترہ اور پتھر قبل تحویل والے مصلی کی محراب اول کی جگہ لگے ہوئے تھے۔ جب وہ منہدم ہو گئی تو ان کو ان کی اصل جگہ سے دوسری جگہ رکھدیا گیا۔ پس اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ یہی ملا رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر میں لکھا ہے۔

اور صحن مسجد میں جو احاطہ بنا ہوا ہے کہتے ہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں ہجرتِ مدینہ کے وقت قبا میں آنے کے بعد آپ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی۔ (اب جدید تعمیر میں دونوں مصلوں کی جگہ معلوم کرنے کی کوئی علامت نہیں۔ صحن مسجد میں آپ کی اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ پر محراب بنی ہوئی ہے۔ لوگ اب بھی غلطی سے اسے مصلی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے اور وہاں دوگانہ ادا کرتے ہیں۔ نعمانی)

☆ مسئلہ : اور قبا میں برکت حاصل کرنے کی ایک جگہ حضرت سعد بن خثمیہ رضی اللہ عنہ کا مکان ہے جو مسجد کے قبلہ کی جانب واقع ہے۔ کیونکہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں شب کو آرام فرمایا تھا۔

☆ مسئلہ : مسجد قبا کے قبلہ جانب مغربی کونہ سے، ایک اور جگہ بھی باعث برکت ہے۔ عوام اسے مسجد علیؓ کہتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ مسجد سعدؓ ہے کہ اپنے مکان کے اس حصہ میں آپ نماز پڑھتے تھے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ ان دونوں قولوں میں تطابق ممکن ہے، وہ اس طرح کہ ہو سکتا ہے ان دونوں حضرات نے اس جگہ نماز پڑھی ہو۔

☆ مسئلہ : اور مسجد قبا کے قبلہ جانب حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا مکان بھی ہے، کہ اس میں قدوم قبا کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عیال نے بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت مدینہ کے وقت یہاں قیام فرمایا تھا۔ مثلاً حضرت فاطمہ و بی بی رقیہ و بی بی ام کلثوم بنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی سودہ بنت زمعہ و عائشہ صدیقہ ازواج مطہرات اور بی بی اسماء بنت ابی بکر، وام رومان زوجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ مسئلہ : اور بیر اریس کی بھی جو مسجد قبا کے قریب ہی ہے زیارت کرنی چاہئے۔ اور اس کنویں نیز دوسرے تمام کنوؤں کا ذکر بارہویں فصل میں انشاء اللہ آئے گا۔

(سنہ ۱۳۸۹ھ تک اس کنویں کا نشان باقی تھا اور حکومت سعودی کی طرف سے اسے صاف کر کے حسب سابق جاری کرنے کا اہتمام بھی ہو رہا تھا اور اس پر تعمیر کے لئے لکڑی کے ڈھانچے وغیرہ بھی تیار ہو رہے تھے مگر سنہ ۱۳۹۰ھ کی حاضری کے وقت یہ افسوس ناک صورتحال سامنے آئی کہ اس کنویں کا نام و نشان بھی ختم تھا۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کبھی یہاں بیر اریس نام کا کوئی کنواں بھی تھا جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خاتم رسالت گر کر ایسی گم ہوئی تھی کہ سارا پانی نکالنے کے بعد بھی پتہ نشان نہ ملا۔ نعمانی)۔

۲۔ دوسری مسجد، مسجد جمعہ ہے جو قبا سے شام کی سمت واقع ہے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ اسی میں ادا فرمایا تھا۔

۳۔ تیسری مسجد الفضیح ہے۔ ف پر زبر ض پر زیر۔ فعیل کے وزن پر مصدر فضاحت سے جس کے معنی اجالا اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ اور قاموس میں کہا گیا ہے کہ فضح الصبح، کے معنی ہیں کہ صبح ظاہر اور شروع ہوئی۔ یہ مسجد مسجد قبا سے مشرقی سمت واقع ہے۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں چھ رات نماز پڑھی ہے۔اور ملا رحمت اللہ سندھی کہتے ہیں کہ آج کل اس مسجد کو مسجد الشمس کہتے ہیں اور اس خاص نام کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

اور ملا علی قاری کہتے ہیں کہ شاید اس نام کی وجہ یہ ہو کہ جہاں سورج کی روشنی اور گرمی پہلے پہنچتی ہے، یعنی اونچائی۔ وہاں یہ مسجد واقع ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بعد الغروب سورج پلٹ آیا تھا تو یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک ردشمس کی روایت صحیح نہیں ہے۔

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ضعیف روایتوں میں ایسا آیا ہے تو بھی اس کا وقوع مقام صہبا میں ہو سکتا ہے اور صہبا مدینہ و خیبر کے درمیان خیبر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔

۴۔ مسجد بنی قریظہ۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اس مقام پر نماز پڑھی ہے جو ٹوٹے ہوئے منارہ کی ہے۔

۵۔ مسجد ام ابراہیم۔ یہ مسجد مدینہ منورہ کے بالائی حصہ میں واقع ہے۔ ابراہیم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ہیں اور ان کی والدہ سے مراد بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاریہ تھیں۔

روایت ہے کہ جہاں یہ مسجد ہے اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی اور اسی جگہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسر پیدا ہوئے تھے۔

۶۔ مسجد ظفریہ۔ ظا اور ف کے زبر کے ساتھ۔ انصار کے ایک قبیلہ کی طرف

منسوب ہے۔ یہ مسجد مسجد بغلہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا محل وقوع، جنت البقیع کے مشرقی جانب ہے۔

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی اور اس جگہ ایک پتھر پر جلوس بھی فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی مسجد میں داخل ہو اس کے بائیں ہاتھ پر دروازہ پر ہی یہ پتھر موجود ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس عورت کو حمل قرار نہ پاتا ہو اور وہ اس پتھر پر بیٹھ آئے تو اس کے حمل قرار پا جاتا ہے۔

ملا رحمت اللہ سندھی نے اپنی منسک کبیر میں لکھا ہے کہ "اس پتھر کی اس صفت کا مجھے بھی ادراک ہوا۔ مگر یہ پتھر ہمارے زمانہ میں جب مسجد کی تجدید ہوئی تو گم ہو گیا۔"

اور علامہ مطری کہتے ہیں کہ "اس مسجد کے نزدیک پتھر پر خچر کے سم کا نشان اور کہنی نیز انگلیوں کے نشانات ملتے ہیں۔ سم کے نشان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کا ہے۔ اور کہنی اور انگلیوں کا نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا جاتا ہے۔ اور لوگ ان نشانات سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ مسجد اس نام سے مشہور ہوئی۔

۷۔ مسجد الاجابۃ۔ بقیع سے شام کی جانب یہ مسجد واقع ہے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس مسجد کی موجودہ محراب سے دو گز کے بقدر دائیں طرف ہٹ کر طویل قیام کر کے دعا فرمائی۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر دعا کرنی چاہیے۔

۸۔ وہ مسجد ہے جو جبل سلع کے ایک قطعہ پر واقع ہے۔ سلع کا تلفظ س کے زبر اور ل کے جزم کے ساتھ ہے۔ یہ شہر مدینہ سے باہر ایک پہاڑ ہے۔

روایت ہے کہ اس مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور بدھ کے دن ظہر و عصر کے درمیان یہاں دعا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ صحن کی محراب کے مقابل ہے۔

۹، ۱۰، ۱۱۔ یہ تین مسجدیں وہ ہیں جو مسجد الفتح کے قریب ہیں۔ ان تینوں مساجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی روایت آئی ہے۔ ان میں سے ایک مسجد سلمان کہلاتی ہے دوسری مسجد علی اور تیسری مسجد ابی بکر۔

(علامہ سمہودی نے اپنی تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ مجھے روایات میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے معلوم ہو تا کہ ان مساجد کو ان حضرات کے ناموں کے ساتھ کیوں موسوم کیا گیا، ایسا ہی ملا رحمت اللہ اور ملا علی قاری نے لکھا ہے: ۹، ۱۰، ۱۱ تین مساجد)

۱۲۔ مسجد بنی حرام۔ بنو حرام انصار کا ایک قبیلہ ہے، یہ بڑی مسجد ہے جو شعب بنی حرام کے قریب واقع ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں اسے بناتے وقت اس میں اضافہ کیا اس مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے میں روایات باہم مختلف ہیں۔ لیکن روایات کا اختلاف زیارت کے مستحب ہونے میں مانع نہیں۔

☆ مسئلہ: غار سلع سے بھی برکت حاصل کرنی چاہئے۔ یہ غار جبل سلع پر مسجد بنی حرام کے نزدیک ہے اور لوگ اسے غار بنی حرام کے نام سے پکارتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں قیام فرمایا، اس میں سجدہ کیا اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ اور غزوہ خندق کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راتیں اسی میں بسر فرمائیں۔ قبلہ سمت کے راستہ جو شخص مدینہ شہر سے مسجد فتح کی طرف جائے تو یہ غار اس کے دائیں ہاتھ پڑے گا۔ ایک اور

بہت چھوٹا غار جو اس بڑے غار کے اوپر اس کے مشرقی جانب واقع ہے یہاں وہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ برکت حاصل کرنے کا مقام بڑا غار ہی ہے۔

۱۳۔ مسجد قبلتین۔ بیت المقدس سے جانب کعبہ تحویل قبلہ کا حکم اسی مسجد میں بقول صحیح وراجح نازل ہوا تھا۔ اسی لئے اس مسجد میں دو محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک بیت المقدس کی جانب دوسری کعبہ رخ۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اس مسجد میں ظہر کی نماز ادا فرمارہے تھے اور دو رکعات ہوچکی تھیں کہ جبرئیل علیہ السلام آیت تحویل قبلہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی وحی لے کر نازل ہوئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ہی میں مع صحابہؓ کے کعبہ کی جانب رخ پھیر لیا اور باقی دو رکعات کعبہ رو پوری فرمائیں۔

۱۴۔ مسجد سقیا۔ یہ مسجد بیر سقیا کے شامی رخ واقع ہے۔

روایت ہے کہ اس مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی ادا فرمائی اور دعا بھی کی۔ سقیا، س کے پیش، ق کے جزم کے ساتھ۔ مدینہ منورہ میں ایک مقام ہے۔ بیر سقیا کی تعریف انشاء اللہ بارہویں فصل میں بیان ہوگی۔

۱۵۔ مسجد ذباب۔ آج کل یہ مسجد الرایہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ مسجد مدینہ سے شامی سمت میں ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ ذباب، ذ کے پیش کے ساتھ اس پہاڑ کا نام ہے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی اور اس میں قبہ بنایا۔

۱۶۔ مسجد بیت صغیر۔ یہ مسجد احد کے راستہ میں راستہ کے نشیب میں واقع ہے، یہ راہ وہ ہے جو مشہد حمزہ کے مشرقی سمت دائیں طرف سے جاتی ہے۔

یہ مسجد بہت ہی چھوٹی، یعنی آٹھ گز لمبی ہے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے۔

روایت ہے کہ اس مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور طویل سجدہ فرمایا اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی نازل ہوئی۔

۱۷۔ مسجد البقیع۔ یہ مسجد مدینہ سے بقیع کے راستہ آنے والے کے دائیں طرف مشہد عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مغربی سمت پڑتی ہے۔

کہتے ہیں بظاہر یہ مسجد ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ابی بن کعبؓ میں تشریف لائے اور اس میں ایک دو بار نہیں بلکہ بہت مرتبہ نماز پڑھی۔

۱۸۔ مسجد فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا۔ یہ مسجد بقیع میں ہے۔ اور بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار بھی اسی میں ہے۔ لیکن اس روایت کا خلاف واقعہ ہونا ظاہر ہے، جیسا کہ پہلی فصل میں گزر چکا۔

۱۹۔ مسجد مصلی العید۔ وہ مشہور مسجد ہے اور آج کل اس میں نماز پنجگانہ ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں یہاں اکثر عید کی نماز ادا فرمائی ہے، تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے اور اس مسجد سے گزرتے تو وہاں قبلہ رو ہو کر دعا فرماتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ یہ مسجد مسجد نبوی کے مغربی سمت واقع ہے، مسجد نبوی اور اس کے درمیان ایک ہزار گز کا فاصلہ ہے۔ (آج کل یہ مسجد، مسجد غمامہ کے نام سے معروف ہے، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دھوپ تیز تھی تو بادلوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا۔ اسی بنا پر غمامہ

ہم پڑا۔ واللہ اعلم۔ نعمانی)۔

۲۰۔ وہ مسجد جو مسجد مصلی عید کے شمال جانب باغیچہ کے درمیان مائل بمغرب واقع ہے۔ یہ مسجد، مسجد ابی بکرؓ کے نام سے مشہور ہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں یہاں عید کی نماز پڑھی ہو۔ یا بعض اوقات اس میں نفل نماز پڑھی ہو۔

۲۱۔ وہ مسجد ہے جو مسجد غمامہ سے شامی جانب واقع ہے اور جو مسجد علیؓ کے نام سے مشہور ہے۔ ممکن ہے جس زمانہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں عید کی نماز پڑھی ہو۔

اور ملا رحمت اللہ سندھی نے منسک کبیر میں لکھا ہے کہ بعض علماء کی تحریرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب صحابہؓ کی تعداد کم تھی تو ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مسجدوں میں عید کی نماز ادا فرمائی ہو اور جب جانثاروں کی کثرت ہوئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مصلی عید میں نماز عید پڑھنی شروع فرمادی ہو۔

اور اسی سبب سے یہ دو مسجدیں بھی اس فہرست میں شامل ہو گئیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب مساجد کی ہے۔

(نوٹ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فصل کے عنوان میں بائیس مسجدوں کی تعداد لکھی اور تفصیل میں اکیس پر اکتفا کیا۔ ممکن ہے سہو ہو گیا ہو یا ناقل سے غلطی سرزد ہو گئی ہو۔)

☆☆☆

گیارہویں فصل

جبل احد، شہدائے احد اور مساجد احد کا بیان

☆ مسئلہ : احد پر آکر شہدائے احد کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ احد شہر مدینہ سے باہر مشرقی سمت ذرا سا شام مائل ایک پہاڑ ہے جس کا فاصلہ کچھ کم تین میل ہے۔ (بحوالہ مواہب وغیرہ)

ابن ابی شیبہ کی روایت کردہ حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہدائے احد کی زیارت کرنا ثابت ہے۔ اور بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا ہفتہ میں ایک بار زیارت کو آنا، قبر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز پڑھنا اور ان کے لئے دل گرفتہ ہو کر آنسو بہانا بھی مروی ہے۔ (رواہ الحاکم)

☆ مسئلہ : زائر کو چاہئے کہ وہ احد کی زیارت کی بھی مستقل نیت کرے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے لئے فرمایا ہے کہ جبل احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس کو چاہتے ہیں۔" (رواہ البخاری وغیرہ)

اور علامہ طیالسی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ "جب حد پر آئے تو اس کے درخت کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور کھائے اگرچہ اس کے کانٹے ہی ہوں۔" یعنی تبرک سمجھ کر۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ احد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ احد بلاشک جنت کے دروازوں میں کا ایک دروازہ ہے۔

☆ مسئلہ: احد و شہدائے احد کی زیارت جمعرات کو مستحب ہے۔

علامہ مناوی نے شرح توضیح المناسک میں لکھا ہے کہ جمعرات کے دن زیارت مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اثر سے ثابت ہے کہ بے شک جمعہ اور اس سے پہلے دن اور اس کے بعد کے دن زیارت کے لئے آنے والوں کو مردے جانتے ہیں۔ اور مردوں کے ان ایام میں جاننے سے مطلقاً جاننا مراد نہیں ہے بلکہ زیادہ جاننا مراد ہے، کیونکہ زائر کی آمد کو ہمیشہ جاننے پر تو دلیل پہلے ہی موجود ہے۔ اور پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ جمعہ کا دن بقیع کی زیارت کے لئے اور شنبہ کا دن قبا کی زیارت کے لئے افضل ہے، لہذا جمعرات کا دن احد کے لئے متعین ہو گیا۔" (خلاصہ تحریر نووی)

☆ مسئلہ: احد کی زیارت کے لئے صبح جلدی روانہ ہو جانا چاہئے تاکہ ظہر کی نماز سے قبل واپس آ جائے اور ظہر کی نماز مسجد نبوی میں باجماعت پڑھ سکے۔ اس لئے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے متعلق بہت سی احادیث و آثار مروی ہیں، جن میں سے کچھ تیرھویں باب کی چھٹی فصل میں گزر چکے ہیں۔

☆ مسئلہ: جب احد کے قریب پہنچ جائے تو پہلے حضرت سید الشہداء عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہو اور نہایت عاجزی، مسکنت، ادب اور وقار سے ان پر سلام عرض کرے اور کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَمْزَةُ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَسَدَ اللهِ وَ اَسَدِ رَسُوْلِهٖ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاعِلَ الْخَيْرَاتِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا كَاشِفَ الْكُرُبَاتِ۔

☆ مسئلہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر سلام کے ساتھ ساتھ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر بھی جو بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر حضرت حمزہؓ کے

ہمشیر زادے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور امہات المومنین بی بی زینبؓ بنت جحشؓ کے بھائی ہیں، سلام عرض کرے۔ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر بھی سلام عرض کرے کیونکہ یہ دونوں صحابہ کرام بھی حضرت حمزہؓ کے ساتھ انہی کے مقبرے میں مدفون ہیں۔

☆ مسئلہ : حضرت سہل بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شہدائے احد میں شامل ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی قبر حضرت حمزہؓ کی قبر کے پیچھے شامی رخ، مزار حمزہ و جبل احد کے درمیان واقع ہے۔ ان پر بھی یہیں سلام عرض کرے۔

☆ مسئلہ : اور شہدائے احد میں سے حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن حسحاس، ابو ایمن، خلاو، خارجہ، سعد اور نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ ان آٹھوں حضرات کی قبریں حضرت حمزہ کی قبر سے مغربی سمت پانچ سو گز کے قریب بلندی پر واقع ہیں، حجری چشمہ قبلہ جانب ان کے قریب ہی ہے۔ ان آٹھوں حضرات پر بھی یہیں سلام عرض کرے۔

اور ان بارہ مذکورہ بالا شہداء کے علاوہ باقی کی قبور متعین طور پر معلوم و معروف نہیں۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ حضرات کی قبور بھی ان آٹھ حضرات کی قبروں کے نزدیک ہی بلند پشتہ پر جو شامی جانب ہے واقع ہوں گی۔ ملا رحمت اللہ سندھی نے بھی منسک کبیر و متوسط میں یہ لکھا ہے۔ احد کے معرکہ میں مشہور قول کے مطابق ستر صحابہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان میں چار مہاجر صحابہ اور باقی سب انصار تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عن کل الصحابۃ اجمعین۔ طوالت سے بچنے کے لئے ان حضرات کے اسمائے گرامی لکھنے سے یہاں احتراز کیا جاتا ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں ایک قبر ہے۔۔۔

احد کے کسی شہید کی نہیں بلکہ آپ کے مقبرہ کے کسی متولی کی ہے۔(آج کل اس قبر کا کوئی نشان نہیں۔نعمانی)

اسی طرح صحن مسجد میں جو قبر ہے وہ بھی اشراف مدینہ میں سے کسی امیر کی ہے۔ ایسے ہی قبر حمزہ اور جبل احد کے مابین پتھروں کی ایک چار دیواری بنی ہوئی ہے۔اس میں بھی اعراب کی قبریں ہیں۔ان سب کو شہداء کی قبریں خیال کرنا صحیح نہیں۔

احد کی مساجد

حوالی احد کی مساجد میں ایک مسجد الفسح۔ف پر زبر، س پر جزم۔جو احد کے متصل ہے۔اور جو شخص احد کا پانی لینے کے لئے شعب (وادی) کی طرف جائے اس کے دائیں ہاتھ پر یہ مسجد پڑتی ہے۔

شعب اس وادی کا نام ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو۔اور مہراس۔م کے زیر سے وہ پانی کہلاتا ہے جو احد میں ہے۔اور فسح کے معنی وسعت اور فراخی کے ہیں۔اس مسجد کا یہ نام پڑنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس جگہ قرآنی آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ نازل ہوئی۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ معرکہ احد کے دن لڑائی سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر کی نماز اسی مسجد میں ادا فرمائی۔

ابن جماعہ کہتے ہیں کہ اس مسجد کے قبلہ جانب پہاڑ میں ایک جگہ ہے جہاں انسانی کھوپڑی کے بقدر ایک نشان کھدا ہوا ہے۔کہتے ہیں کہ اس جگہ کے نیچے جو پتھر تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔

حوالی احد کی مساجد میں سے ایک اور مسجد رکن جبل عینین ہے۔جو جبل عینین کے مشرقی کنارے کی جانب پہاڑ پر واقع ہے۔یہ پہاڑ مشہد حمزہ سے قبلہ جانب واقع

ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر نیزہ پھینکا گیا۔

اور کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز ادا فرمائی ہے۔

اور ان میں سے ایک مسجد، مسجد وادی ہے۔ جو مذکورہ سابق مسجد کے نزدیک جبل عینین کے شامی جانب کی وادی کے کنارے پر بنی ہوئی ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جہاں زخمی ہوئے تھے، وہاں سے یہاں تک تو (گرم گھاؤ میں) آگئے، مگر یہاں آکر گر پڑے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہاں تک اپنے پاؤں نہیں آئے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے آپ کو پہلی جگہ سے اٹھا کر یہاں لایا گیا۔

علامہ سمہودی نے تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ "آج کل مزار حمزہ پر جو پتھر رکھا ہے اور جس پر یہ عبارت "ھذا مصرع حمزۃ بن عبد المطلب۔ ومصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لکھی ہوئی ہے، یہ پتھر اسی مسجد کا ہے۔

بارھویں فصل

ان کنوؤں کا بیان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں۔

ان کی تعداد بہت ہے، بعض نے انیس بتائی ہے مگر متعین طور پر گیارہ کنوؤں کا حال معلوم ہے۔

ا۔ بیر اریس۔ الف پر زبر ر پر زیر۔ بوزن فعیل۔ یہ کنواں مسجد قبا کے قریب ہے اور آج کل بیر خاتم کے نام سے مشہور ہے۔

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی نوش فرمایا۔ اس کے کنارے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلوس فرمایا اور وفات کے بعد اسی کنویں کے پانی سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم رسالت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسی کنویں میں گر گئی تھی۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ یہ انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے گری یا آپ کے نائب حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جو قبیلہ دوس سے تھے۔ جو صورت بھی ہو خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے تین روز تک اسے کنویں میں تلاش کیا مگر وہ نہ ملنا تھی نہ ملی۔

☆ مسئلہ : زائر کو چاہئے کہ اس کنویں کے پانی سے وضو بھی کرے اور پئے بھی، کیونکہ اس کنویں کے پانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جس مقصد کے لئے پیا جائے اس سے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اگر بھوکا اسے پئے تو سیر ہو جاتا ہے، پیاسا پئے تو پیاس کی تشنگی دور ہوتی ہے اور مریض پئے تو شفا پا جائے۔

(افسوس سنہ ۱۳۹۰ھ میں یہ کنواں زمین کے برابر کر کے اس کا نام و نشان بھی مٹا دیا گیا۔ اس سے پہلے بھی گو یہ کنواں بند اور اٹا ہوا تھا۔ پانی نہیں تھا مگر کنویں کی شکل اور نشانی باقی تھی، اب وہ بھی نہ رہی۔ نعمانی)

۲۔ بیر غرس۔ غ کا زبر ر پر جزم۔ قبا کی ایک سمت یہ کنواں ہے۔

روایت ہے کہ اس کنویں کے پانی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور نوش فرمایا اور اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا اور اپنے وضو و غسل کا بقیہ پانی اس میں ڈالا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غرس جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔

بروایت صحیح یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے سات ڈول پانی سے نہلایا جائے۔ چنانچہ حالت حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پانی سے نہلایا گیا۔

اور ابن النجاری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد بیر غرس کے پانی سے غسل دیا گیا اور مولانا رحمت اللہ سندھی نے منسک کبیر میں لکھا ہے کہ وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیر اریس کے پانی سے غسل دیا گیا۔ اور ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے کہ ہو سکتا ہے بوقت غسل دونوں جگہ سے پانی لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۔ بیر عہن۔ ع پر زیر ہ پر جزم۔ حوالی مدینہ کے ایک پہاڑ میں یہ کنواں کھودا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ بیر بسیرہ، یہی کنواں ہے۔

یہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیر بصیرہ سے وضو فرمایا۔ اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

۴۔ بیر بصہ۔ ب پر پیش ص مشدد۔ بقیع کے قریب، مسجد قبا کے راستہ کھجوروں کے ایک باغ کے درمیان یہ کنواں واقع ہے۔

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں اپنا سر مبارک دھویا اور یہ دھوون اس کنویں میں ڈالا۔ اور سر دھوتے وقت جو موئے سر مبارک ٹوٹ کر برتن میں گرے تھے وہ بھی اس کنویں میں ڈالے۔

ملا رحمت اللہ سندھی کہتے ہیں کہ "اس جگہ دو کنویں ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ بڑا کنواں جو باغ کے قبلہ جانب ہے بیر بصہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ چھوٹا کنواں ہے جس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور پہلا قول قابل ترجیح ہے۔"

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ "ان دونوں اقوال کے درمیان تطابق میں کوئی حرج نہیں اور دونوں ہی کی زیارت کر لینی چاہئے۔"

۵۔ بیر بضاعہ۔ ب کے پیش اور زبر، دونوں سے تلفظ ہے۔

یہ کنواں مدینہ کے ایک جانب کھجوروں کے ایک باغ کے اندر ہے۔ اس کنویں کی مینڈھ کی گولائی چھ گز ہے۔

روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا۔ اس میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور اس کے حق میں (برکت کی) دعا فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں لوگ اپنے مریضوں کو اس کنویں کے پانی سے تین روز نہلاتے تھے تو وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔

۶۔ بیر حاء۔ مسجد نبوی کے قبلہ جانب مدینہ کی شہر پناہ کے نزدیک اور بیر بضاعہ کے پاس ہی یہ کنواں واقع ہے۔ اس کا پانی پینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

۷۔ بیر رومہ۔ ر پر پیش واو پر جزم۔ یہ وہ کنواں ہے جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا جو بیر رومہ کو خرید لے اس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ نے اس کے مالک یہودی سے ۳۵ ہزار درہم میں خرید کر اسے تمام مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیا۔ اسی پر حضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ بہترین صدقہ عثمان کا صدقہ ہے۔ (او کما قال)

علامہ مراغی نے تاریخ مدینہ منورہ میں لکھا ہے کہ مدت تک یہ کنواں بند پڑا رہا، اس کے پتھر ٹوٹ پھوٹ گئے، اس کی جگہ کا نشان مٹ گیا۔ (بقول مطری) اسکے بعد ۷۵۰ھ میں علامہ محب الدین احمد بن محمد طبری قاضی مکہ کا اہتمام میں اس کو از سر نو بنایا گیا اس کی بلندی زمین سے اوپر نصف قد آدم کے بقدر رکھی گئی۔ اور اس میں بہت زیادہ

پانی ہوگیا۔ الحمد للہ۔"

۸۔ بیر اہاب۔ ہمزہ کے زیر کے ساتھ، صاحب قاموس کے خیال میں ہمزہ کے پیش کے ساتھ ہے، کہتے ہیں یہ کنواں مدینہ کے قریب اس کی سمت حرہ کے درمیان ہے۔ حرہ وہ زمین ہے جس میں کالے پتھر ہیں۔ اہل مدینہ کے نزدیک اس کنویں کا نام زمزم ہے۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔

کہتے ہیں کہ زمزم مکہ جس طرح لوگ اپنے شہروں اور ملکوں میں لے جاتے ہیں اسی طرح اس کنویں کا پانی بھی لے جاتے ہیں۔

۹۔ بیر ابی عنبہ۔ ع کے زیر ن کے زبر اور ب کے زبر کے ساتھ۔ گویا یہ وہ کنواں ہے جو آج کل بیر وذی مشہور ہے۔ مدینہ سے ایک میل پر ہے۔

اور علی قاریؒ کہتے ہیں کہ بظاہر یہ لفظ وذی۔ واو کے زبر اور ذ کے جزم کے ساتھ ہے جس کے معنی پانی کے ہیں۔ اور اگر دال۔ کے ساتھ ہو، تو ودی اس چیز کو کہتے ہیں جو پیشاب کے بعد خارج ہوتی ہے۔ اور اس کے معنی کوتاہ قد آدمی کے بھی آتے ہیں۔ تو اگر دال والی روایت ثابت ہو جائے تو اس وقت اس سے مراد مرد کوتاہ قد کے ہوں گے۔

یہ ضعیف (مصنفؒ) کہتا ہے کہ ودی۔ بر وزن غنی۔ کھجور کی چھوٹی شاخوں کے معنی میں آتا ہے۔ تو دال کی روایت کی صحت کی صورت میں زیادہ قریب یہی مراد ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

روایت ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے گئے تو آپؐ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ بیر ابی عِنَبہ پر کیا تھا۔

۱۰۔ بیر انس بن مالکؓ۔ اور راجح یہ ہے کہ یہ وہ کنواں ہے جو مدینہ منورہ کے اندر مسجد نبوی کی شامی اور مغربی سمتوں کے درمیان واقع ہے۔

آج کل زناطیہ کے نام سے مشہور ہے اور دار نخل کے قریب حدیقہ رومیہ کے شامی رخ پر واقع ہے۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ زناطیہ، ز پر زیر، اور نون، کے ساتھ زناطہ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی ازدحام کے آتے ہیں۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہ لفظ رباطیہ ہو اور رباطہ کے کسی ایک معنی کی طرف منسوب ہو۔ یا یہ لفظ زیاطیہ ہو، اور منسوب ہو زیاط کی طرف جس کے معنی جھگڑے اور آوازوں کا اختلاف ہے"۔

اور علامہ سمہودی نے تاریخ مدینہ میں کہا ہے کہ "رباطیہ۔ کی نسبت رباط کی طرف ہے اس لئے کہ یہ کنواں اس رباط میں واقع ہے جسے اہل یمن نے وقف کردیا تھا"۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اس کا پانی خالص بھی پیا ہے اور دودھ میں ملا کر بھی! اور اپنا لعاب دہن مبارک بھی اس میں ڈالا ہے۔

۱۱۔ بیر سقیا۔ س پر پیش ق پر جزم! یہ کنواں مدینہ کے قریب ہے جو شخص مدینہ سے بیر علیؓ کی طرف جائے اس کے بائیں ہاتھ پر پڑتا ہے۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا پانی نوش فرمایا ہے۔ ملا رحمت اللہ سندھیؒ نے اپنی منسک میں یہی لکھا ہے۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ بیر علی کا ان میں ذکر نہیں، غالباً مصنف کی مراد اس سے ذوالحلیفہ کا وہ کنواں ہے جس کو عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے آبار علی کہتے ہیں، اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف

منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔

فائدہ:- آجکل جو کنویں حضور ﷺ کی طرف نسبت کی شہرت کامل رکھتے ہیں ان کی تعداد سات ہے۔ جس کو بعض علماء نے شعر میں ذکر کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں

(۱) اریس، (۲) غرس، (۳) رومہ، (۴) بضاعہ، (۵) بصہ، (۶) حاء اور (۷) عہن۔

تیرھویں فصل

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان کی ان مساجد کا بیان جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہیں جاننا چاہئے کہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے اور وہاں سے واپس آتے وقت حضور ﷺ اکثر ان شاہی راستوں سے جو آج کل معروف اور آمدورفت کے لئے مستعمل ہیں، تشریف نہیں لے گئے، بلکہ اس قدیم راستہ سے تشریف لے گئے جو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے شام سے مکہ مکرمہ آتے وقت اختیار فرمایا۔

اور مدینہ منورہ سے روحاء اور مسجد غزالہ کے بعد تک قدیم راستہ اور موجودہ سلطانی راستہ دونوں ایک ہی ہیں، وہاں سے قدیم راستہ جدید سلطانی راستہ سے جدا ہو جاتا ہے، اس لئے سالکؒ قدیم نہ مقام حنیف سے گذرتا ہے نہ مقام صغراء سے۔ پھر یہ راستے جحفہ سے پہلے جو میقات احرام ہے رابغ کے قریب ایک جگہ مل جاتے ہیں۔ اور پھر مکہ معظمہ تک جدا نہیں ہوتے۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ مابین مکہ ومدینہ حضور سے منسوب مساجد کی تعداد کافی ہے مگر یہاں ان سب کا ذکر نہیں کریں گے، بلکہ انہیں مساجد کا ذکر کریں گے جو کافی مشہور اور ہمارے زمانہ میں جو راستہ جاری ہے ان پر واقع ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں!

(۱) مسجد ذوالحلیفہ۔ کہ جس میں حضور ﷺ کا نزول اجلال فرمانا اس میں نماز ادا

فرمانااور اس میں احرام باندھنا ثابت ہے۔اس مسجد کو مسجد شجرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ مسجد وہاں بنائی گئی ہے جہاں پہلے ایک درخت تھا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد بننے سے پہلے اس درخت کے نزدیک بھی نماز ادا فرمائی ہے۔ عبدالروف المنافی نے یہی شرح توضیح المناسک میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں وہ درخت کیکر کا تھا۔

اس مسجد کا اس وقت سے اب تک باقی رہنے، اس کی مقدار کی تحقیق اور مسجد نبوی سے اس مسجد تک کی پیائش کا ذکر پہلے باب کی دوسری فصل میں گذر چکا ہے۔

(۲) مسجد معرس (م پر پیش ع پر زبر اور) ر پر زبر و تشدید کے ساتھ۔ یہ مسجد بھی ذوالحلیفہ میں واقع ہے۔اور یہ دونوں مسجدیں مدینہ سے چھ یا چار میل کے فاصلہ پر واقع ہیں البتہ مسجد معرس، مسجد شجرہ کی نسبت مدینہ منورہ سے قریب تر ہے۔

معرس مصدر میمی ہے صیغہ مفعول پر، اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آخر شب میں استراحت کے لئے نزول فرمایا تھا۔ اس میں حضور نے نماز بھی ادا فرمائی، جیساکہ صحیح بخاری میں ہے۔

اور علامہ قسطلانی نے اپنی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ معرس وادی عقیق کے کنارہ پر واقع ہے، یہ وادی وہی ہے جس کی حضور ﷺ نے وادی مبارک کے الفاظ سے تعریف فرمائی ہے"۔

اور یہ وادی عقیق اس وادی عقیق کے علاوہ ہے جو عراق کے راستہ پر ذات عرق کے قریب ہے جس کا ذکر پہلے باب کی دوسری فصل میں گذر چکا ہے!

(۳) مسجد عرق الظبیہ جو روحاء سے دو میل سے پہلے ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ اس میں حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اور یہ بھی روایت ہے کہ اس مسجد میں ستر پیغمبروں نے نماز ادا فرمائی ہے۔

قاموس میں کہا گیا ہے کہ عرق الظبیہ، ظ کے پیش کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے"
اور علامہ سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں کہا ہے کہ ظبیہ۔ ظ کے پیش کے ساتھ ایک درخت کا نام ہے کہ عرق الظبیہ اسی کی نسبت سے کہا گیا ہے"۔
ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ لفظ عرق، ع ور کے زبر کے ساتھ ہے، اور ظبیہ، ظ کے زبر ب کے جزم اور ی کے زبر کے ساتھ ہے"۔

(۴) مسجد شرف الروحاء، جو روحاء کے قریب واقع ہے۔ ر کے زیر کے ساتھ اور یہ کنواں ہے مدینہ و مکہ کے درمیان تیس یا چالیس میل مدینہ سے فاصلہ پر! اور اس جگہ دو مسجدیں ہیں، ایک چھوٹی، دوسری بڑی۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرمائی، یہ مسجد مدینہ سے مکہ جاتے وقت راستہ کے دائیں جانب پڑتی ہے، اور چھوٹی و بڑی مسجد کے درمیان ایک فرسنگ یا اس کے قریب فاصلہ ہے۔ اور اس مسجد صغیر کے قریب شہداء کے مزارات ہیں۔

اور مولانا رحمت اللہ سندھیؒ نے منسک کبیر میں کہا ہے کہ غالبا یہ وہ اہل بیت ہوں گے جو سویقہ میں شہید ہوئے"۔

اور سویقہ بروزن جہینہ ایک جگہ کا نام ہے جو نواحی مدینہ میں واقع ہے، جس میں آل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سکونت پذیر تھے۔ قاموس وغیرہ میں یہی لکھا ہے۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیر روحاء کے قریب نماز ادا فرمائی ہے۔

(۵) مسجد الغزالہ، جو روحاء کے آخر میں واقع ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ روحاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

جو مدینہ سے مکہ کی سمت آئے اس کے بائیں ہاتھ پہاڑ کے کنارے یہ مسجد پڑتی

ہے۔

حضور ﷺ کے اس میں نزول فرمانے اور اس میں وضو کرنے کی روایت کی گئی ہے، جیسا کہ منسک کبیر میں ہے۔ اور اس میں آپ کے نماز ادا فرمانے کی روایت بھی ہے جیسا کہ منسک متوسط میں ہے۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ غالباً اس مسجد کی وجہ تسمیہ وہ ہے جس کی روایت ام المومنین بی بی سلمہ رضی اللہ عنہا سے یوں آئی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ جس دوران اس زمین کے صحرا میں حضور فروکش تھی تو غیب سے تین مرتبہ یا رسول اللہ، کی صدا آئی۔ حضور ﷺ آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو ایک ہرنی نظر آئی جو جال میں جکڑی ہوئی تھی اور اس کے قریب ایک بدو کپڑے میں لپٹا ہوا دھوپ میں پڑا سو رہا تھا۔ حضور نے ہرنی سے پوچھا کیا بات ہے؟ ہرنی نے کہا مجھے اس بدو نے شکار کر لیا ہے اور میرے دو چھوٹے بچے اس پہاڑ میں موجود ہیں، آپ مجھے جال سے نکال دیجئے تاکہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں، میں دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی!

حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنا وعدہ پورا کرے گی؟ وہ کہنے لگی اگر میں آپ کے پاس واپس نہ آؤں تو خدا تعالیٰ مجھے سخت عذاب میں مبتلا کرے۔ چنانچہ حضور نے اسے پھندے سے آزاد فرما دیا۔ اور وہ چلی گئی۔ ادھر وہ بدو جاگ اٹھا۔ اور حضور سے ہرنی کے بارے میں پوچھا۔ حضور نے اسے ساری بات بتا دی۔ کچھ دیر بعد ہرنی واپس آ گئی، آپؐ نے اسے پھندے میں باندھ دیا۔ اس وقت وہ بدو کہنے لگا کہ یا رسول کیا آپ کی کوئی خواہش ہے؟ آپ نے فرمایا میری خواہش یہ ہے کہ تو اس ہرنی کو آزاد کر دے، بدو نے ہرنی کو آزاد کر دیا ہرنی پھندے سے باہر آئی اور خوشی سے اچھلتی دوڑتی صحراء کی طرف چل دی، اچھل اچھل کر پاؤں زمین پر مارتی تھی اور کہتی تھی اشھد ان لا الہ الا

اللہ وانک رسول اللہ۔

اور علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ "ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور طبرانی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے بطریق متعددہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ اگرچہ تمام سندیں ضعف سے خالی نہیں، لیکن ایک کی تقویت دوسری سے ہوتی ہے۔ پس یہ حدیث کی قسم حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔

اسی لئے اس کو قاضی عیاضؒ نے شفا میں بغیر کسی کمزوری کے نقل فرمایا ہے"۔

نیز اس کے واقعہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اس ہرنی کو بیابان میں اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ کہہ رہی تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ"۔

سوال:- اگر یہ کہا جائے کہ پہلے ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ غالباً ہرنی کا واقعہ مسجد غزالہ کے پاس روحاء کے قرب میں پیش آیا ہے لیکن انہوں نے اس کو یقین سے نہیں بیان کیا۔ اور بعض اہل مکہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ طائف میں پیش آیا۔ تو کیا کوئی ایسی روایت ہے جو ملا علی قاری کے قول کی تصدیق و تائید کرتی ہو۔

جواب:- میں ہم کہتے ہیں کہ ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ مدینہ کے ایک راستہ میں تھے کہ ہرنی آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ الخ

مختصر یہ کہ یہ روایت ملا علی قاری کے قول کی تائید کرتی ہے۔

اب رہا بعض اہل مکہ میں غزالہ کے واقعہ کے طائف میں ہونے کا معاملہ، تو اس

کے متعلق صرف عوام ہی باتیں کہتے ہیں کوئی ایک بھی عالم ایسا نہیں کہتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اسی لئے تاریخ یا سیرت کی کسی کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۶) مسجد الصفراء۔ کہ لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ صفراء ص پر زبر ایک مشہور وادی ہے جو مکہ ومدینہ کے درمیان مدینہ جانب سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے! اور آج کل اسی وادی میں معروف قصبہ بھی ہے اس کو بھی صفراء کہتے ہیں۔

اور صفراء، دراصل سبز چیز کے معنے میں آتا ہے، اور اس وادی کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہو کہ اس میں درخت بہت ہیں، گویا ان درختوں کی وجہ سے پوری وادی ہی سبز ہے۔

اور صفراء میں برکت حاصل کرنے کی ایک اور جگہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا مزار شریف ہے! کیونکہ وہ بدر میں زخمی ہوگئے اور صفراء میں ان کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ پس ان کی زیارت کرنی اور وادی میں ان کے مزار سے برکت حاصل کرنی چاہیئے۔

آج کل لوگ اس قبر کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو غلط ہے یہ مزار حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مزار توربذہ میں ہے جیسا کہ علامہ نووی نے تہذیب الاسماء والصفات وغیرہ میں تصریح کی ہے۔

(۷) مسجد بدر۔ شرح مواہب میں لکھا ہے کہ بدر ایک معروف بستی ہے، جو مکہ ومدینہ کے درمیان واقع ہے۔ اور اس کو بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ کی طرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے کہ یہاں سب سے پہلے وہی آباد ہوئے۔

علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے بدر شریف چار منزل ہے۔

معجم البلدان میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ و بدر کے درمیا ۲۸ فرسخ کا فاصلہ ہے"

مسجد بدر کے نزدیک عریش پیغمبر واقع ہے۔ یعنی وہ خیمہ نما چھت جو کھجور کی شاخوں سے غزوہ بدر کے دوران حضور ﷺ کے لئے بنائی گئی تھی، تاکہ تمازت آفتاب سے آپ کی حفاظت ہو۔

مقام عریش آج تک معروف ہے۔ کھجور کے درختوں کے نزدیک! اس کے قریب پانی کا چشمہ ہے اور ب قبلہ اس قریب ایک اور مسجد بھی ہے۔ اہل بدر اس مسجد کا نام مسجد النصر کہتے ہیں، لیکن علامہ سمہودی کہتے ہیں مجھے اس مسجد کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوتی۔

☆ مسئلہ: جب زائر بدر پہنچے تو اسے چاہئے کہ بدر میں شہید ہونے والے صحابہ کرام پر اجمالاً سلام عرض کرے بدر میں چودہ صحابی شہید ہوئے، ان میں سے چھ مہاجر تھے، اور آٹھ انصاری، ان آٹھ انصاری صحابہ میں چھ قبیلہ خزرج کے تھے اور دو، قبیلہ اوس کے۔

مہاجر شہداء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) عبیدہ بن حارث، بنی مطلب سے تھے۔ (۲) عمرو بن ابی وقاص۔ برادر سعد بن ابی وقاص۔ (۳) ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ۔ بنی خزاعہ سے جو بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ (۴) عاقل بن بکیر بنی لیث سے۔ (۵) مہجع۔ م کا زیر۔ ہ۔ پر جزم ج پر زبر۔ مولی عمر بن خطاب۔ جو بنی عدی کے حلفاء میں سے تھے۔ (۶) صفوان بن بیضاء فہری۔ رضی اللہ عنہم اجمعین!

اور بنی خزرج کے چھ انصاری یہ تھے۔

(۱) یزید بن حارث۔ (۲) عمر بن حمام۔ ح پر پیش۔ (۳) رافع بن معلّٰی۔
(۴) حارثہ بن سراقہ، بنی نجار سے۔ (۵۔۶) عوفؓ ولمعوذ، پسران عفراء رضی اللہ عنہم۔
اور اوس کے دو شہید یہ تھے۔
(۱) سعد بن خثیمہ۔ (مبشر بن عبد المنذر، کہ دونوں بنی عمرو بن عوف سے تھے رضی اللہ عنہم۔

تمام شہداء بدر بجز عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ بدر ہی میں مدفون ہوئے، اور عبیدہؓ چونکہ وہاں فوت نہیں ہوئے، اس لئے واپسی میں حضور ﷺ نے ان کو صفراء میں دفن فرمایا، بعض کہتے ہیں کہ روحاء میں مدفون ہوئے۔ ایسا ہی شیخ محمد زرقانی کی شرح مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے۔

فائدہ:- مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آتے وقت دائیں ہاتھ پر بدر کے بعد جو پہاڑ ہے اور اس میں ایک شگاف ہے، اس پر لوگ چڑھتے ہین اور کہتے ہیں کہ اس شگاف میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ تو یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت ہے۔ اور اس پر چڑھنا بدعت ہے!

منسک کبیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اور ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ اسی طرح ایک اور جگہ ہے جس میں ہلکی سی آواز (یا گونج) سنائی دیتی ہے اس کے متعلق عوام کہتے ہیں کہ یہاں فرشتے نقارہ بجار ہے ہیں، یہ بھی بے اصل اور واہیت بات ہے، اور علامہ قسطلانی کے اپنی مواہب میں اس کو لکھنے سے تمہیں اس کے صحیح سمجھنے کا دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

(۸-۹) مساجد جحفہ۔ اور یہ دو مسجدیں ہیں، ایک تو جانب مدینہ سے جحفہ کے شروع میں، اور دوسری جحفہ کے آخر میں ان دو نشانوں کے قریب جو میقات کی حد

ظاہر کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔

(۱۰) وہ مسجد جو جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر مدینہ سے مکہ جانے والے کے بائیں طرف واقع ہے۔

علامہ سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں لکھا ہے کہ میرے خیال میں یہی مسجد غدیر خم ہے، بوجہ اس کے اس مقام کے قریب واقع ہونے کے۔ اس لئے کہ یہ مسجد جحفہ سے تین میل پر ہے اور غدیر خم۔ چار میل پر ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے اپنی سند روایت کی ہے کہ، غدیر خم کے مقام پر حضور ﷺ نے نزول فرمایا، اسکے قریب ایک درخت کے نیچے ظہر کی نماز ادا فرمائی، پھر حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔"

(۱۱) وہ مسجد جو عقبہ خلیص کے نزدیک واقع ہے۔ اور یہ عقبہ (گھاٹی) مدینہ کی سمت، مقام خلیص سے تین میل پہلے سر راہ واقع ہے۔

(۱۲) وہ مسجد جو خلیص میں واقع ہے۔ خ پر پیش۔ بصیغہ تصغیر، یہ ایک بستی ہے جو عسفان اور قدید کے مابین واقع ہے۔ یہ بستی مکہ مکرمہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔

(۱۳) مسجد مر الظہران۔ م۔ کا زبر ر پر تشدید، ظ پر زبر، یہ ایک وادی ہے جو مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔ جو مدینہ سے مکہ آتے وقت بائیں ہاتھ پر ہے!

اور آج کل یہ وادی فاطمہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی نسبت بی بی فاطمہ الزھراء رضی اللہ عنہا کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اور بی بی فاطمہ نامی ہیں۔

اور اس مسجد سرف۔ س پر زبر۔ ر پر زیر۔ مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے مسجد مذکور کے قریب اس مقام پر ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا

مزار مبارک ہے۔

اس مقام پر بی بی میمونہؓ سے حضور نے نکاح فرمایا، انہیں کے مکان میں شب زفاف بسر فرمائی اور اسی مقام پر بی بی مذکور نے وفات پائی اور اسی اپنے گھر میں مدفون ہوئیں۔

اور یہ عجائبات میں سے ہے کہ ایک ہی جگہ، خوشی و غمی، اور وصال و فراق کے مراحل گزرے!

منسک کبیر میں کہا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ اور اس کے نواح میں متعین طور پر کسی صحابی کی قبر معلوم نہیں بجز بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے!

(۱۵) مسجد تنعیم۔ تنعیم ایک جگہ ہے جو سرف کے بعد ہے، اور جو مکہ سے تین میل پر ہے، پس سرف اور تنعیم کے درمیان تقریباً سات میل کا فاصلہ ہے۔ اور اس مسجد کا نام عائشہ ہے۔ کیونکہ آپؓ نے حضور ﷺ کی اجازت سے یہاں سے اپنے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اور مسجد مذکور کے مقام کی تعیین کی تحقیق پہلے باب کی دوسری فصل میں مذکور ہو چکی ہے۔

مفید و اچھی تنبیہ :- مولانا رحمت اللہ سندھیؒ نے منسک متوسط میں ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح میں ایک مفید تحریر لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

جو مساجد، کنویں اور آثار، حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں ان کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ چاہے وہ متعین طور پر معلوم ہوں یا انکی جہت اور سمت معلوم ہو۔ دونوں برابر ہیں۔

اور علماء احناف، شوافع اور مالکیہ و حنابلہ رحمہم اللہ نے اس استحباب کے مطلق

ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی نماز، نزول، اور مرور کے وقت انتہائی کوشش فرماتے کہ جہاں حضور نے نماز پڑھی وہاں نماز پڑھیں، جہاں آپؐ قیام فرما ہوئے وہیں ٹھہریں اور جس راستہ سے حضور گذرے یہ بھی وہیں سے گذریں۔

اور قاضی عیاضؒ نے شفاء میں لکھا ہے کہ ان کی نظر میں حضور ﷺ کی ہر چیز، مع تمام اجزاء قابل عظمت تھی۔ اور ہر وہ مقام ان کے لئے مکرم تھا جہاں حضور نے سکونت فرمائی یا نزول فرمایا اور ہر وہ چیز ان کے لئے قابل تعظیم تھی جس کو حضور نے دست مبارک سے چھوا یا آپ کا پہلو لگا یا قدم مبارک پڑے یا دیگر اعضا میں سے کوئی عضو لگا ہو۔ اور برابر ہے کہ اس کا ثبوت کسی صحیح نقل سے ہوتا ہو، یا اخبار و آثار میں ثبوت کے بغیر ہی لوگوں میں شہرت پا گئی ہوں"۔

چودھویں فصل

مدینہ منورہ سے اپنے وطن واپسی کے آداب کا بیان

جب زائر حضور ﷺ کی نیز مدینہ منورہ کی مشاہد و مساجد اور مقدس و مبارک مقامات کی زیارت سے فارغ ہو جائے، اور اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ جس طرح کعبہ مکرمہ کا طواف کر کے رخصت ہوا تھا مدینہ میں اس کے بدلے نماز پڑھ کر مسجد نبوی ﷺ سے رخصت ہو، اور نماز (وداع) ودعا کے لئے افضل جگہ ریاض الجنت میں مصلی رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس وقت دارین کی بھلائیوں میں سے دل جس طرف زیادہ رغبت کرے دعا کرے۔ اگر وہاں موقعہ نہ ملے تو اس کے قریب جو جگہ ملے وہاں پڑھ لے یا ریاض الجنت میں جہاں جگہ ملے!

☆ مسئلہ: جب نماز ودعا سے فارغ ہو جائے تو مزار مبارک پر حاضر ہو، آپؐ

پر اور آپ کے دونوں جاں نثار رفقاء رضی اللہ عنہا پر سابق طریقہ پر سلام عرض کرے، اور اپنے لئے اپنے والدین، آل اولاد، بہن بھائیوں، اعزہ واقارب، دوستوں، پڑوسیوں، بزرگوں، اور جنہوں نے دعا کے لئے کہا ہو، اور تمام مسلمانوں کے لئے اچھی اچھی دعائیں مانگے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اہل وعیال میں صحت وعافیت کے ساتھ پہنچنے کی دعا کرے۔ اور یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِيِّكَ وَمَسْجِدِهٖ وَحَرَمِهٖ. وَيَسِّرْلِي الْعَوْدَ اِلَيْهِ وَالْعُكُوْفَ لَدَيْهِ. وَارْزُقْنِي الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرُدَّنَا اِلٰى اَهْلِنَا سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ اٰمِنِيْنَ بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَبِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اور کوشش کرے کہ جدائی ورخصت کے وقت آنکھیں اشکبار ہوں، کیونکہ یہ قبولیت کی علامت ہے پھر باصد حسرت ویاس، اور رسول مقبول ﷺ اور آپ کے آثار شریفہ کے چھٹنے پر گریہ کناں کوے۔

☆ مسئلہ: جو کچھ میسر ہو رخصت کے وقت مساکین مدینہ میں صدقات تقسیم کرے۔

☆ مسئلہ: حرم مدینہ اور اس کے آس پاس کی خاک پاک، یا کسی چیز کے کچھ ٹکڑے، بطور برک لے جانا احناف کے نزدیک جائز ہے۔ شوافع کے نزدیک نہیں! جیسا کہ سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں تصریح کی ہے۔

☆ مسئلہ: جب واپس ہونے لگے تو پڑھے

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت حضور ﷺ سے روایت کی ہے۔

☆ مسئلہ : لوٹتے وقت اپنے راستہ میں سفر کے تمام آداب پورے طور پر بجالائے، اور ذکر و اذکار اور سفر کی ان دعاؤں کا ورد رکھے جو احادیث میں آئی ہیں۔

☆ مسئلہ : جب اپنے شہر کے قریب پہنچے تب بھی 'اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ الخ والی مذکورہ دعا پڑھے اور شہر میں داخل ہونے تک اسی کو دھراتا رہے۔

اپنے اہل کو اپنی آمد سے بھی مطلع کرنا چاہئے، اور افضل یہ ہے کہ اپنے شہر میں رات کے وقت داخل نہ ہو، ممکن ہو تو دن کے شروع حصہ میں داخل ہو، اس کا موقعہ نہ ہو تو دن کے آخری حصہ میں داخل ہو۔

☆ مسئلہ : اپنے شہر میں داخل ہو کر پہلے مسجد میں آئے اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھے۔ اور ان رکعتوں کی نیت تحیۃ المسجد یا سنت القدوم، کہہ کر کرے۔ دونوں میں سے کوئی ایک نیت کر لینا کافی ہے۔

جب اپنے گھر میں اہل و عیال کے پاس آئے تو ، تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَايُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا پڑھے۔

☆ مسئلہ : گھر میں داخل ہو کر بھی دو رکعت پڑھے تاکہ یہ تحیہ المنزل ہو جائیں، اور زیارت کا اختتام بھی اس عبادت پر ہو جو افضل طاعات ہے۔ اور سلامتی کے ساتھ واپسی پر اور عبادت حج کے پورا ہونے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

☆ مسئلہ : واپسی پر رفقائے سفر سے جدا ہونے سے پہلے ان سے دوران سفر قصوروں وغیرہ کی صفائی اور معافی کر لے۔

☆ مسئلہ : حج سے واپسی پر بقیہ عمر اچھے کام انجام دینے میں کوشاں رہے اور ممنوع و بری باتوں سے اجتناب کرے، کیونکہ حج کے قبول ہونے کی یہی ٹھیک نشانی

ہے کہ آدمی کے حالات میں پہلے کی نسبت اس طرح تبدیلی رونما ہو کہ نیکیوں اور
بھلائیوں کی رغبت زیادہ ہو جائے۔

اسی لئے خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ،حج مقبول کی علامت یہ
ہے کہ اس میں دنیا کی رغبت کم اور آخرت کی فکر زیادہ ہو جائے'،اور یہی اس کتاب کا
کلمہ اختتام ہے! اللہ ہی کے نام سے ابتدا اور اسی کے نام پر خاتمہ!

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الْإِتْمَامِ. وَأَفْضَلِ الصَّلٰوةِ وَأَشْرَفِ السَّلَامِ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ شَفِيْعِ الْأَنَامِ. وَقَائِدِهِمْ إِلَى الْجَنَّةِ فِيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ مَا دَامَتِ اللَّيَالِيْ وَالْأَيَّامِ، وَالشُّهُوْرِ وَالْأَعْوَامِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

مولف رسالہ (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ میں نے اس رسالہ کی تالیف ۸؍رجب ۱۱۳۵ھ کو شروع کی اور اس کو تسوید سے ۲۷؍رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ کو فارغ ہوا، جبکہ بعض موانعات کی وجہ سے تقریباً بیس یوم اس کی تسوید کا کام بند بھی رہا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ.

☆☆☆

عرض مترجم

اور اب خاکسار مترجم عرض کرتا ہے کہ میں نے رسالہ مذکور ۲۱ر ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ (۴ر جون ۷۲ء بروز اتوار) شروع کیا، اور ۲۷ ویں شب رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ قبل صلوٰۃ العشاء۔ (۵ر نومبر ۷۲ء بروز یکشنبہ) اسکی تکمیل ہوئی۔ اپنی علمی بے بضاعتی کو دیکھتے ہوئے یقین ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل وکرم تھا کہ اس خاکسار کے نامۂ اعمال میں یہ کار خیر اور صدقۂ جاریہ شامل ہوا۔ فالحمد للّٰہ حمدا یوافی نعمه ویکافیء مزیده. وصلی اللّٰه تعالیٰ علی اکمل خلق اللّٰه واحسن خلق اللّٰه واجمل خلق اللّٰه. وعلی آله واصحابه الذین هم سادة جمیع عباد اللّٰه.

خاکسار
(قاضی مولوی) خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری
نعمانی منزل۔ بادشاہی روڈ
کراچی ۳

بطور خاتمہ طبع حیات القلوب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشادات:

حیات القلوب پہلی مرتبہ قلمی نسخہ کے مطابق بعد اہتمام تصحیح حاجی حسن میمن، ساکنہ جام نگر (کاٹھیاواڑ) مقیم رنگون (برما) کی سعی و کوشش سے مطبع کریمی بمبئی میں ۲۵/ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ مطابق ماہ نومبر ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی۔

عرصہ دراز سے یہ کتاب نایاب تھی۔ طبع اول کے بعد پھر کسی نے اس کی طباعت کی طرف توجہ نہیں دی۔

بندہ نے اس نسخہ کا مطالعہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں کیا تھا۔ اور عرصۂ دراز سے اس فکر میں تھا کہ کہیں سے یہ نسخہ ہاتھ آئے تو اس کو دوبارہ طبع کراؤں۔

خدا کا شکر ہے کہ میرے محب و مخدوم حضرت حاجی شیر محمد صاحب متوطن گھونکی، سندھ، مہاجر مدینہ منورہ۔ جو عرصہ دراز سے مدینہ ہجرت کر کے سید الانبیاء اور صفوۃ الرسل ﷺ کے جوار میں اقامت پذیر ہیں، اپنی ضعیفی اور ابتلائے امراض کے باوجود اپنے قلم سے مطبوعہ نسخہ کو نقل فرما کر احقر کو ارسال فرمایا۔ آپ نے یہ نقل رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ میں فرمائی تھی۔

بندۂ ناچیز نے جناب مخدوم موصوف کے ارشاد کے مطابق اس وقت سے اس درنایاب کی طباعت کے لئے سعی و کوشش کی، لیکن امور کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے، اب تک اس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ اور اب جب کہ یہ تمنا پوری ہو رہی ہے تو محترم موصوف وفات پا کر جنت البقیع میں ٹھکانہ بنا چکے ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

از تذکرہ علماء ہند، مؤلفہ مولانا رحمان علی صاحب

حاجی ہاشم سندھی ولد عبد الغفور، مخدوم ضیاء الدین کے شاگرد تھے، اکثر قدیم و مشاہیر علماء پر آپ باعتبار علمی فائق تھے! اگرچہ علماء عصر مثلاً مخدوم معین الدین وغیرہ نے آپ کی مخالفت بھی کی، مگر اہل سنت والجماعت کی تقویت اور سنتوں کے احیاء میں آپ کی ذات نادرہ روزگار تھی۔ آپ کے زمانہ میں آپ کے ہاتھوں محض خوشنودی حق تعالیٰ کی خاطر، ایسے کام انجام پائے جو دین مبین کی تقویت اور پشتیبانی کا سبب بنے!

مشرکین و معاندین پر آپ کے اعمال کا نمایاں اثر پڑا، اور ذمیوں کے صدہا افراد آپ کے تبلیغ سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔

سلاطین وقت جیسے نادر شاہ، (غالباً درانی) اور احمد شاہ (غالباً ابدالی) کو آپ نے خطوط لکھے اور دین کو تقویت دینے والے احکام کے اجراء کی آپ کی خواہش پذیرائی حاصل کر کے ان کے نفاذ کا سبب بنی، فی الجملہ آپ کا وجود بسا غنیمت تھا۔

ہر علم میں آپ کی بہت تصانیف ہیں:

آپ ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کے مفصل حالات مقالات الشعراء میں صفحہ ۸۴۱ سے ۸۴۳ تک اور تاریخ سندھ جلد ششم حصہ دوم میں صفحہ ۹۹۲ سے ۹۹۴ تک مذکور ہیں!

☆☆☆

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
مقدمة الرسالة	۱۰	پہلی فصل	۵۶
فصل اول	۱۰	فرائض احرام	۵۶
دوسری فصل	۱۸	احرام میں دو فرض ہیں	۵۶
شرائط حج کے بیان میں	۱۸	احرام کے واجبات	۵۷
شرائط حج چار قسم کی ہوتی ہیں:	۱۹	احرام کی سنتیں	۵۷
دوسری قسم: شرائط وجوب اداء حج	۲۶	احرام کے مستحبات	۵۹
وجوب اداء حج کی پانچ شرطیں ہیں	۲۷	پہلے باب کی دوسری فصل	۶۰
دوسری شرط: وجوب ادا	۲۹	حج و عمرہ کے احرام کی میقاتوں کا بیان	۶۰
تیسری شرط وجوب ادا	۲۹	پہلی قسم	۶۰
تیسری قسم: حج کی ادائیگی صحیح ہونے کی شرائط	۳۳	آفاقی کے لئے احرام باندھنے کے مقام کا بیان	۶۱
چوتھی قسم: وہ شرائط جن سے حج فرض ادا ہو جاتا ہے	۳۴	میقاتی کے لئے احرام کی جگہ	۶۸
تیسری فصل	۴۱	مکی کے لئے احرام کی جگہ	۶۸
فرائض حج	۴۲	دوسری قسم: احرام کی زمانی میقات کے بیان میں	۷۲
واجبات حج	۴۴	تیسری فصل	۷۴
حج کی سنتیں	۵۰	احرام کی مشروع صورتوں کی تفصیل	۷۵
مستحبات حج	۵۲	چوتھی فصل	۸۰
مکروہات حج	۵۳	کیفیت احرام کا بیان	۸۰
محرمات حج	۵۵	فائدہ: تلبیہ کے وقت سے متعلق	۹۶
مفسدات حج	۵۵	پانچویں فصل	۹۶
پہلا باب	۵۶		
احرام کے بیان میں	۵۶		

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
چھٹی فصل	۱۰۰	طواف کی سنتیں	۱۵۰
احرام کے محرمات کا بیان	۱۰۰	مستحبات طواف	۱۵۳
ساتویں فصل	۱۱۱	تیسری فصل	۱۵۶
احرام کے مکروہات تنزیہیہ کا بیان	۱۱۱	طواف ادا کرنے کی کیفیت کا بیان	۱۵۶
آٹھویں فصل	۱۱۶	چوتھی فصل	۱۷۶
مباحات احرام کا بیان	۱۱۶	اذکار اور دعاؤں کا بیان	۱۷۶
نویں فصل	۱۲۰	طواف کے بعد کی دعائیں	۱۸۴
احرام کے مفسدات کا بیان	۱۲۰	**پانچویں فصل محرمات طواف کا بیان**	۱۹۰
دسویں فصل	۱۲۳	چھٹی فصل مکروہات طواف کا بیان	۱۹۱
احرام سے نکلنے کی حالت کا بیان	۱۲۳	ساتویں فصل	۱۹۲
تنبیہ:	۱۲۶	مباحات کا بیان	۱۹۲
دوسرا باب	۱۲۸	آٹھویں فصل	۱۹۳
دخول مکہ مکرمہ کی کیفیت اور اس		طواف و رکعات طواف کے	
کی سنن و مستحبات کا ذکر	۱۲۸	متفرق مسائل	۱۹۳
تیسرا باب	۱۴۰	سعی کے بیان میں	۱۹۷
طواف اور اس کی قسموں اور اس		اور اس سے متعلق مسائل	۱۹۷
سے متعلق مسائل کا بیان	۱۴۰	شرائط صحت سعی چھ چیزیں ہیں	۱۹۸
پہلی فصل۔ طواف کی قسمیں	۱۴۰	سعی کی سنتیں چھ ہیں	۲۰۰
دوسری فصل	۱۴۲	دوسری فصل	۲۰۲
طواف صحیح ہونے کی شرائط کا بیان	۱۴۲	تیسری فصل	۲۱۲
فائدہ: نیت طواف کے مسائل		سعی کے محرمات، مکروہات اور	
سے متعلق:	۱۴۴	مباحات کا بیان	۲۱۲
طواف کے واجبات سات ہیں	۱۴۶	محرمات سعی	۲۱۲

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
مکروہات کتنی سات ہیں	۲۱۲	محرمات	۲۲۸
مباحات کتنی تین ہیں	۲۱۲	مکروہات وقوف:	۲۲۸
پانچواں باب	۲۱۴	تیسری فصل	۲۲۹
پہلی فصل	۲۱۴	چوتھی فصل	۲۳۳
دوسری فصل	۲۱۵	جمع ظہر وعصر کے بعد وقوف کی ترتیب کا بیان:	۲۳۳
تیسری فصل	۲۱۶	پانچویں فصل	۲۴۵
مکی کے حق میں احرام حج کی ترتیب کا اجمالی بیان	۲۱۶	عرفات سے مزدلفہ روانگی کی ترتیب کا بیان:	۲۴۵
چوتھی فصل	۲۱۷	ساتواں باب	۲۴۷
مکہ سے جانب منیٰ روانگی	۲۱۷	مزدلفہ اور اس کے احکام کے بیان میں	۲۴۷
پانچویں فصل	۲۱۸	پہلی فصل	۲۴۷
منیٰ سے عرفات روانگی	۲۱۸	مزدلفہ میں نزول کی کیفیت کا بیان	۲۴۷
چھٹا باب	۲۲۳	دوسری فصل	۲۴۸
وقوف عرفات کا بیان	۲۲۳	مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز جمع کرنے کا بیان	۲۴۸
پہلی فصل	۲۲۳	تیسری فصل	۲۵۱
وقوف کی فرض مقدار:	۲۲۳	مزدلفہ میں شب گزاری کا بیان	۲۵۱
وقوف صحیح ہونے کی شرطیں:	۲۲۴	چوتھی فصل	۲۵۱
وقوف کے واجبات:	۲۲۴	مزدلفہ میں وقوف کا بیان	۲۵۱
وقوف کی سنتیں	۲۲۵	نیز اس کی واجب مقدار اور صحیح ہونے کی شرائط کا ذکر	۲۵۱
وقوف کے مستحبات:	۲۲۶		
دوسری فصل	۲۲۷		
وقوف کے محرمات ومکروہات کا بیان:	۲۲۷		

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
وقوف مزدلفہ صحیح ہونے کی شرائط	۲۵۲	اپنی قربانی کا گوشت کھانے نہ	
پانچویں فصل	۲۵۳	کھانے کا بیان	۲۶۳
وقوف مزدلفہ کی ترتیب اور اس		چھٹی فصل	۲۶۴
کے آداب کا بیان	۲۵۳	سر منڈانے یا بال کتروانے کے	
چھٹی فصل	۲۵۴	مسائل	۲۶۴
مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانگی		ساتویں فصل	۲۶۶
کی ترتیب کا بیان	۲۵۴	حلق وقصر کے حکم کے بیان میں	۲۶۶
آٹھواں باب	۲۵۶	آٹھویں فصل	۲۶۷
منیٰ سے متعلق مناسک کا بیان	۲۵۶	سر منڈانے کے وقت اور جگہ کا	
پہلی فصل	۲۵۶	بیان	۲۶۷
رمی کے لئے کنکریاں چننے کا بیان	۲۵۶	حلق کی جگہ	۲۶۸
دوسری فصل	۲۵۷	نواں باب	۲۶۹
جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے کی		طواف زیارت کے بیان میں	۲۶۹
کیفیت کا بیان	۲۵۷	پہلی فصل	۲۶۹
تیسری فصل	۲۶۱	طواف زیارت کی اجمالی کیفیت	۲۶۹
ہدی کی قربانی اور اس کے متعلقات		دوسری فصل	۲۷۰
کا بیان	۲۶۱	لائق توجہ نکتہ	۲۷۲
چوتھی فصل	۲۶۲	تیسری فصل	۲۷۲
ذبح کرنے کی جگہ و وقت سے		طواف زیارت کے بعد مکہ مکرمہ	
متعلق مسائل کا بیان	۲۶۲	سے منیٰ کی طرف	۲۷۲
ذبح کرنے کی جگہ	۲۶۲	رمی جمار کے لئے لوٹنے کی کیفیت	
ذبح کا وقت	۲۶۳	کا بیان	۲۷۲
پانچویں فصل	۲۶۳	دسواں باب	۲۷۴

مضمون	صفحہ نمبر
رمی جمار اور اس سے متعلق مسائل کا بیان	۲۷۴
پہلی فصل	۲۷۴
ایام رمی، مقام رمی کا اجمالی ذکر	۲۷۴
دوسری فصل	۲۷۵
واجبات رمی	۲۷۷
رمی کی سنتیں	۲۷۷
مستحبات رمی	۲۷۸
تیسری فصل	۲۷۹
رمی میں امور احرام و مکروہ کا بیان	۲۷۹
محرمات رمی	۲۷۹
مکروہات رمی	۲۷۹
چوتھی فصل	۲۸۰
رمی جمار کے وقت کا بیان	۲۸۰
پانچویں فصل	۲۸۳
تیسری قسم: ۱۳ ذی الحجہ کی رمی کی کیفیت کا بیان	۲۸۸
چھٹی فصل	۲۸۸
رمی سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ طواف وداع کے لئے جانے اور وادی محصب میں قیام کا سنت ہونے کا بیان	۲۸۸
گیارہواں باب	۲۹۱
طواف وداع۔ جو واجبات حج میں سے ہے، کا بیان	۲۹۱
پہلی فصل	۲۹۱
دوسری فصل	۲۹۲
طواف وداع ترک کرنے سے متعلق بعض مسائل کا بیان	۲۹۲
تیسری فصل	۲۹۴
چوتھی فصل	۲۹۵
طواف وداع کی اجمالی کیفیت کا بیان	۲۹۵
بارہواں باب	۳۰۰
پہلی فصل	۳۰۰
عمرہ کے فضائل اور اسکے وقت کا بیان	۳۰۰
دوسری فصل	۳۰۲
تیسری فصل	۳۰۴
عمرہ کے فرائض اور اس کے صحیح ہونے کی شرائط اور اس کے واجبات کا بیان	۳۰۴
چوتھی فصل	۳۰۵
عمرہ ادا کرنے کی اجمالی کیفیت کا بیان	۳۰۵
تیرہواں باب	۳۰۶

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
پہلی فصل	۳۰۶	گیارہویں فصل	۳۷۳
مکہ مکرمہ میں قیام کے آداب	۳۰۶	بارہویں فصل	۳۷۹
دوسری فصل	۳۱۵	چودھواں باب	۳۸۶
بیت اللہ کے اندر داخل ہونے اور اس کے طریقہ کا بیان	۳۱۵	زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے متعلقات کا بیان	۳۸۶
تیسری فصل	۳۲۴	پہلی فصل	۳۸۶
چوتھی فصل	۳۳۶	زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے آداب و مستحبات کا بیان	۳۸۶
مسجد حرام کے دروازے اور محرابیں	۳۳۹	دوسری فصل: مدینہ منورہ میں قیام کی کیفیت	۴۰۷
مسجد حرام کے ستون	۳۴۱	مطلق زیارت قبور کے آداب	
مسجد حرام کے قبے	۳۴۲	چوتھی فصل	۴۱۳
شرافات یعنی مسجد حرام کے کنگرے	۳۴۲	قدیم مسجد نبوی کی حدود کا بیان	۴۱۳
مسجد حرام کے مینارے	۳۴۳	پانچویں فصل	۴۱۴
پانچویں فصل	۳۴۴	چھٹی فصل	۴۱۸
چھٹی فصل	۳۴۵	حجرۂ مقدسہ کی صفات کا بیان	۴۱۸
ساتویں فصل	۳۵۰	ساتویں فصل	۴۲۱
آٹھویں فصل	۳۶۴	فضیلت والے ستونوں کا بیان	۴۲۱
نویں فصل	۳۶۷	آٹھویں فصل	۴۲۵
مکہ مکرمہ کی لمبائی کی پیمائش کا بیان	۳۶۷	اہل بقیع کی زیارت اور اس کی کیفیت کا بیان	۴۲۵
دسویں فصل	۳۶۸	نویں فصل	۴۳۴
حرم مکہ مکرمہ کی حدود کی پیمائش کا بیان	۳۶۸	مقابر کی زیارت کے آداب	۴۳۴
		دسویں فصل: اُن مساجد کے بیان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طرف منسوب...	۴۳۵

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
گیارہویں فصل	۴۴۶	مدینہ منورہ سے اپنے وطن واپسی کے آداب کا بیان	۴۶۶
جبل احد، شہدائے احد اور مساجد احد کا بیان	۴۴۶	عرض مترجم	۴۷۰
احد کی مساجد	۴۴۹	بطور خاتمہ طبع حیات القلوب	۴۷۱
بارھویں فصل	۴۵۰	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات	۴۷۲
تیرھوین فصل	۴۵۶		
چودھویں فصل	۴۶۶		

سُبۡحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں، اور اسلام ہے رسولوں پر، اور سب خوبی ہے اللہ تعالیٰ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

حضرت مولانا خلیل الرحمن نعمانی مظاہری کی دیگر مقبول عام کتب

١۔ رہنمائے حجاج ٢۔ رہنمائے عُمرہ وزیارت

٣۔ خواتین کا حج وعُمرہ ۴۔ مُردہ بدستِ زندہ

۵۔ کبریت احمر یعنی حِزبُ البحر ٦۔ منتخب وپسندیدہ اِسلامی نام

٧۔ کِتاب الزکوٰۃ ٨۔ نمازِ کامِل

٩۔ سفرِ سعادت یعنی حج کامل ١٠۔ دِین کامل

١١۔ المعجم (اردو عربی لغت) ١٢۔ رمضان المبارک کے برکات وفضائل

١٣۔ ریاض الصالحین اُردو ترجمہ ١۴۔ تحفۂ اثنا عشریہ اردو ترجمہ

١۵۔ الادب المفرد اُردو ترجمہ ١٦۔ تحفۃ الاخوان اُردو ترجمہ

ملنے کا پتہ
دارالکتب النعمانیہ نعمانی منزل، نزد رحمانی مسجد صدیق وہاب روڈ
حسن لشکری ویلیج، کراچی۔ کوڈ نمبر ۵٦٦٠٠ پاکستان

تعارف مترجم

نام: حافظ مولوی قاضی/خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہری۔

پیدائش: ۱۹۱۶ء قصبہ کلیانہ ریاست جیند مشرقی پنجاب

تعلیم: سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔

☆ ابتدائی تعلیم مدرسہ کاشف العلوم (مرکز تبلیغ نظام الدین، دہلی) اور مدرسہ امداد العلوم (خانقاہ امدادیہ) میں ہوئی۔

☆ یہاں قیام حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی اہلیہ محترمہ کے مکان پر رہا۔

☆ ۱۳۵۳ھ مظاہر العلوم سہارنپور سال نور الانوار داخل ہوئے۔

☆ ۱۳۵۵ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔

☆ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دورۂ تفسیر میں شریک ہوئے اور دوسرے نمبر پر امتیازی درجہ میں کامیابی حاصل کی۔

☆ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔

☆ قیام پاکستان تک اپنے وطن میں درس وتدریس وعظ وخطابت کے ذریعہ خدمت انام کرتے رہے۔

☆ ۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء ہجرت کی کراچی میں قیام کیا۔

☆ ۱۹۶۸ء میں پہلا حج ادا کیا چھ ماہ مدینۃ النبی ﷺ میں قیام کا شرف نصیب ہوا۔

☆ دوران قیام حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسیؒ، حضرت مولانا محمود طرازی بخاری، مولانا قاری عبدالعزیز اندیجانی اور جناب صدیق میمنی سے فیض صحبت پایا۔

☆ ۱۹۷۰ء میں عمرہ اور ۱۹۷۱ء و ۱۹۸۰ء حج کی سعادت نصیب ہوئی ۱۹۸۳ء میں اور ۱۹۸۵ء میں ریاض، طائف کے سفر ہوئے اور دونوں سفروں میں عمرہ کی سعادت پائی۔

☆ ۱۹۸۷ء میں بوقت تہجد مصلی پر روح خالق حقیقی کے پاس پرواز کرگئی۔

☆ چند مشہور تراجم وتالیفات:

الادب المفرد (ترجمہ)، ریاض الصالحین (ت... ...اعشہ یہ (ترجمہ)، قدوری (ترجمہ)، تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن (ترجمہ ...)، خزینۂ رحمت، زکوٰۃ کے احکام، میت کے احکام، رہنمائے ... ...ہ وزیارت، اسلامی نام، فارسی کی پہلی کتاب، رمضان المبارک مع ... ...ضائل وخواص، سورۂ فاتحہ مع فضائل وخواص، سورۂ اخلاص مع فضائل وخواص، اسماء اللہ ... ... وخواص، کلمہ طیبہ کی تعریف